امامِ سُنی انقلاب، شہیدِ ناموسِ صحابہ فِدائے عفتِ امّی عائشہ صدیقہ، شیرِ اسلام

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہید کی سوانح حیات

المعروف بہ

امیرِ عزیمت

ترتیب نو اور جدید اضافہ جات کے ساتھ

پنجم ایڈیشن

تالیف

حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹی

سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ ضلع جھنگ

امامِ مشنِ انقلاب • شہیدِ ناموسِ صحابہ و محافظِ عفتِ اُمّ عائشہ صدیقہ • سفیرِ اسلام

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی سوانح حیات

امیرِ عزیمت

تالیف

حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹیؒ

سرپرستِ اعلیٰ سپاہِ صحابہ ضلع جھنگ

0321-6501747

جملہ حقوق بحق مصنف وناشر محفوظ ہیں

قانونی مشاورت

محمد سلیم بٹ صاحب (ایڈووکیٹ)

راؤ جاوید احمد صاحب (ایڈووکیٹ)

نام کتاب	امیر عزیمت.............
مصنف	مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب
ناشر	مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب
صفحات	360.....................
طبع اوّل	1990ء اشتیاق پبلی کیشنز لاہور
طبع دوم	1994ء امداداللہ پبلی کیشنز جھنگ
طبع سوم	1997ء مکتبہ محمودیہ فیصل آباد
طبع چہارم	2010ء امیر عزیمت پبلی کیشنز جھنگ
طبع پنجم	2011ء امیر عزیمت پبلی کیشنز جھنگ
عام قیمت	-/360 روپے
رعائتی قیمت	حسب تعداد

ملنے کے پتے

ملک کے تمام بڑے دینی مکاتب سے طلب فرمائیں

یا براہ راست منگوانے کیلئے درج ذیل پتہ پر منی آرڈر کیجئے

مولانا **محمد الیاس** بالاکوٹی

780۔اے بلاک جامعہ عثمانیہ سیٹلائیٹ ٹاؤن جھنگ

گلشن جھنگوی شہید جامعہ محمودیہ کے احاطہ میں مزارات شہداء کا ایک منظر

شہداء کے دفن ہونے کی ترتیب

تدفین اول 23 فروری 1990ء

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

تدفین دوم 11 جنوری 1991ء

حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ

تدفین سوم 14 جون 1992ء

حضرت مولانا مختار احمد سیال شہیدؒ

تدفین چہارم 19 جنوری 1997ء

حضرت علامہ ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ

تدفین پنجم 28 فروری 2001ء

غازی حق نواز شہیدؒ

شہداء کے مزارات پر نصب کتبوں کا عکس

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

کے گھر کے صدر دروازے کا منظر

اس دروازے کے سامنے حضرت

کو خون میں نہلا دیا گیا

حضرت جھنگوی شہیدؒ کی ذاتی لائبریری کے مناظر ،حضرت کی لائبریری دو کمروں پر مشتمل تھی اوپر والی تصویر بالائی

لائبریری کی ہے جبکہ نیچے والی تصویر اس کمرے کی ہے جو حضرت شہیدؒ کی بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

جامع مسجد حق نواز شہید کے شمالی دروازے کا منظر

جامع مسجد حق نواز شہید کے مرکزی دروازے کا منظر

منبر ومحراب حضرت علامہ جھنگوی شہیدؒ

جہاں سے اٹھنے والی آواز نے پوری دنیا میں سنیت

جامع مسجد حق نواز شہیدؒ کے مرکزی ہال کا خوبصورت منظر

جامع مسجد حق نواز شہید کا ایک خوبصورت فضائی منظر

جامع مسجد حق نواز شہید کے صحن کا ایک منظر

گلشن جھنگوی شہید جامعہ محمودیہ کے چند مناظر

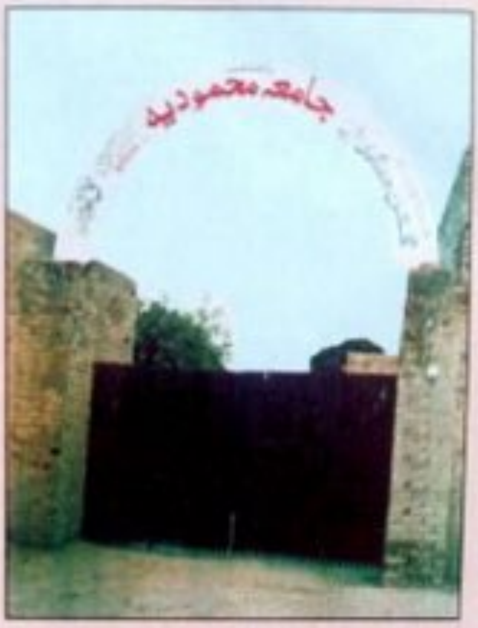

جامعہ محمودیہ کا صدر دروازہ

جامعه کی عمارت اور گراسس پلاٹ

کمپیوٹر لیب

جامعه کا عارضی دار الحدیث

جامعه کا دفتر

جامعه کا دار الحدیث(زیر تعمیر)

امعه کی لائبریری

مصنف کتاب مولانا محمد الیاس بالا کوٹی مدظلہٗ
کی جامع مسجد العثمان کے تصویری مناظر

جامع مسجد العثمان (عثمانیہ) کا فضائی منظر

جامع مسجد العثمان کا مین ہال اور منبر و محراب

**جہاں اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے کسی بھی عبادت گاہ
میں بم پھینک کر بدترین مذہبی دہشتگردی کی گئی**

امامِ ثانیِ انقلاب، شہیدِ ناموسِ صحابہ ونگہبانِ عزتِ اماں عائشہ صدیقہ، سفیرِ اسلام

حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی سوانح حیات

امیرِ عزیمت

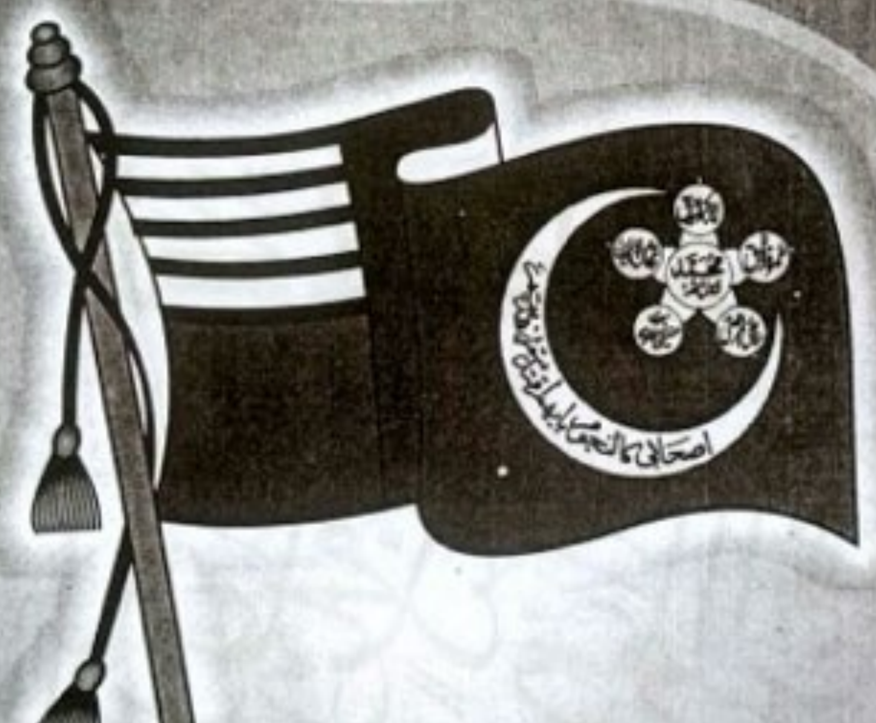

تالیف

حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹیؒ

سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ ضلع جھنگ

جامعہ عثمانیہ،
سیٹلائٹ ٹاؤن، جھنگ
0321-6501747
0332-6285630

امیرِ عزیمت پبلیکیشنز

بسم الله الرحمن الرحيم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ترے پاس بہر حال چلا آیا ہوں
اس خرابے میں کہیں جی نہ لگا تیرے بعد

انتساب

مَیں اپنی اس کاوش کو اس نوخیز سپاہی کے نام معنون کرتا ہوں۔جس نے شہید حق رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا سنتے ہی.....جذبِ دروں کی شدت سے بیقرار ہو" کر نعرۂ تکبیر.....شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم.....شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور جیوے جیوے حق نواز" بلند کرتے ہوئے مستانہ وار میدان میں آ کر جان کی بازی لگا دی۔
تیرہ سالہ.....محمد آصف ندیم بن گلزار احمد جھنگ شہر کی سپاہ صحابہ کا ننھا شہید کہلایا۔

حیف در چشم زدن محبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

محمد الیاس بالاکوٹی عفی عنہ

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کا کوئی اعتبار نہیں

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

حیات امیر عزیمت

سوانح جو مشتمل ہے امیر عزیمت......شہید ناموس
صحابہ رضی اللہ عنہم ...... شیر اسلام حضرت علامہ مولانا حق نواز صاحب
جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ...... مع انکی جماعت سپاہ صحابہ کی سرگزشت اور
شہادت کے عواقب واثرات پہ

ترتیب وتسوید

مولانا محمد الیاس بالاکوٹی

جامعہ عثمانیہ......سیٹلائٹ ٹاؤن......جھنگ

0332-6285630

حق کہہ کر ہر دور میں پچھتائے نہیں ہم
کردار پہ اپنے کبھی شرمائے نہیں ہم

نہ سر جُھکا کے جیئے نہ منہ چھپا کے جیئے
ستم گروں کی نظروں سے نظریں مِلا کے جیئے
راہِ زندگی میں ایک دن کم جیئے تو کیا ہوا
ہم ساتھ اُن کے تھے جو مشعلیں جلا کے جیئے

فہرست

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	انتساب	3
2	عرض ناشر	18
3	تقریظ ......شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم صاحب	20
4	تقریظ......مولانا مسعودالرحمٰن عثمانی صاحب	25
5	مقدمہ وتمہید	35
6	ولادت	43
7	مزید تعلیم	43
8	اساتذہ کرام	44
9	دورۂ حدیث	44
10	تعلیم مناظرہ وفراغت	45
11	ورودِ جھنگ	45
12	جھنگ	47
13	خانگی احوال	51
14	منازل ارتقاء ورفتارترقی	54
15	لباس	60
16	تواضع وانکساری	62

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
17	عادات وخصائل	67
18	مناظرہ جھنگ	73
19	منصفین کا فیصلہ	76
20	شب جائے کہ من بودم	77
21	ادارہ جامعہ محمودیہ	82
22	سنگ بنیاد	82
23	وجہ تسمیہ	83
24	محل وقوع	85
25	تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی	87
26	**صبح روشن کی طرف**	
27	اجتماعی زندگی...... بزم امیر شریعت	90
28	پس منظر......وجوہات	91
29	سپاہِ صحابہ کی تشکیل	95
30	سپاہِ صحابہ کے مقاصد واہداف	96
31	ہیئت ترکیبی	104
32	بنیادی عہدے	105

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
33	ہدایات......سپاہِ صحابہ کیلئے	106
34	رفتارِ ترقی	111
35	آل پاکستان دفاعِ صحابہ کانفرنس	114
36	خطبہ استقبالیہ	118
37	شوقِ زیارت	124
38	راہِ عمل	127
39	جھنگوی کا امتیاز	129
40	مولانا کی انفرادیت	129
41	سفرِ بعجلت	133
42	علامہ جھنگوی کا موقف	135
43	وہ......کیا چاہتے تھے؟	140
44	سپاہِ صحابہ کے نعرے	141
45	سبائیت کا خمیر	142
46	ما ھی الشیعہ (شیعت کیا ہے؟)	145
47	شیعہ کے اسبابِ تکفیر	146
48	متعہ کی فضیلت	150

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
150	مقامِ فکر	49
	رودادِ حوادث	50
153	سانحہ جامع مسجد قاضیاں والی	51
155	انتظامیہ کی جانبداری	52
156	صُلح	53
156	سانحہ لیّہ	54
158	سپاہِ صحابہ پر کیا گزری	55
161	رہائی	56
163	قصہ پرانی عیدگاہ کا	57
164	آمدم برسرِ مطلب	58
168	جرأت اظہار	59
169	ملٹری کورٹ میں	60
170	**ضلع جھنگ کے شہداء کی فہرست**	61
	سیاست میں حصہ	62
174	سیاست کیا ہے......موجودہ دور کی سیاست	63
176	مولانا جھنگوی کا تحریکات میں حصہ	64

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
65	ایم۔آر۔ڈی (M.R.D)	178
66	1985ء کے غیر جماعتی انتخابات	180
67	جھنگوی شہید عملی سیاست میں	180
68	سیاست......یا ذلالت	183
69	الیکشنی مہم	184
70	جیت......یا ہار	185
71	رفض و شیعت اقتدار میں	188
72	جماعت سے علیحدگی	188
73	اسمبلی میں خمینی کی موت پر تعزیت	190
74	جھنگوی......متحدہ علماء کونسل میں	191
75	**مراجعت (شہادت)**	197
76	قتل کی سازش	198
77	اور آواز دب گئی	198
78	آخری آرام گاہ	207
79	سعادتیں	208
80	سوگ/شہادت کے بعد	209

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
81	ایصالِ ثواب	210
82	پیغاماتِ تعزیت	212
83	محرکاتِ قتل	214
84	صدرِ پاکستان کے نام خط	217
85	**ملفوظاتِ جھنگوی شہیدؒ**	
86	آگے بڑھئے......	220
87	امیدِ فردا......	220
88	ایک خطاب سے اقتباس......	221
89	سپاہِ صحابہ پھولوں کی سیج نہیں......	222
90	مشن پر پختگی......	222
91	ماں کی عظمت کیلئے نکل......	224
92	شیعہ کی تکفیر پر اہلِ اسلام کا اتفاق......	225
93	تحریکوں کا سفر......	227
94	مشکلات کا دریا......	229
95	فرمانِ جھنگوی شہید......	229
96	قاتلانہ حملے کے بعد خطاب	231

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
236	کارکنان کے نام خط	97
	متفرقات	98
240	خودداری..................(از ماسٹر محمد اقبال)	99
241	محبت پدری	100
241	خلوص	101
242	جب ہم نہیں ہوں گے	102
243	دھن کے پکے..................(از یوسف مجاہد)	103
246	چیچہ وطنی کانفرنس	104
252	امتحان..................(از شیخ محمد اشفاق)	105
254	اپنی یادیں..........(از مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب)	106
260	روپوشی میں عمل بالسنۃ	107
263	قافلہ سخت جاں کے سالار..........(از قاری منور حسین)	108
268	احتیاط کا مفہوم..................(از میاں عبدالعزیز صاحب)	109
269	خودداری..................(از حاجی اللہ بخش)	110
271	سنتیں......ختنے	111
272	سنت ختنہ کی خوشی	112

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
113	امیر شریعت کا لقب...... کیسے؟	273
114	شہر آرزو پہ چراغاں نہ ہوسکا	274
115	مولانا کی شادی پہ	275
116	جیل مبارک ہو	275
117	منزلِ عشق کا دریچہ	276
118	کتابی آدمی...... سخت جیل	277
119	مولانا چراغ دین	278
120	دشمن یا دوست	279
121	خدا کی دَین	280
122	شیعہ......یا	281
123	احوال واقعی............(از ایم آئی صدیقی)	282
124	سلامتی فکر............(از ملک شہادت علی طاہر جھنگوی)	287
125	ان پڑھ حق نواز............(از حافظ فلک شیر)	288
126	استقبال......یا	290
127	بھولا بھائی......	291
128	اور نماز ٹوٹ گئی	292

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
295	شہادت کا یقین............(از مولانا ایثار القاسمی شہید)	129
296	اور پابندی اٹھ گئی	130
297	غیرت....حمیت............(از حافظ اللہ دتہ صاحب)	131
299	خودداری	132
300	علماء کا احترام......مہمان نوازی	133
301	ہمدردی	134
303	خدمت کیسے لی......	135
303	میری حسرت	136
304	لاؤ تو کوئی ایسا............(از مولانا محمد عثمان مدنی)	137
	پریس کا خراج عقیدت	138
308	خدام الدین......لاہور	139
309	بینات......کراچی	140
310	اقراء ڈائجسٹ......لاہور	141
310	ختم نبوۃ انٹرنیشنل......کراچی	142
310	الشریعۃ......گوجرانوالہ	143
311	البلاغ......کراچی	144

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
145	میثاق......لاہور	312
146	ترجمان السنۃ......لاہور	312
147	ماہنامہ اشراق......لاہور	313
148	ہفت روزہ زندگی......لاہور	313
149	پیغامات تعزیت	315
150	**رفقاء کرام**	
151	العلماء	319
152	دیگر حضرات	322
153	**مبشرات وتائیدات**	
154	خواب......از مختلف احباب	326
155	خواب......از مولانا اعظم طارق صاحب	327
156	خواب......از سید مسعود الحسن شاہ	328
157	خواب......از صوفی امتیاز صاحب	328
158	متفرقات	329
159	**گستاخان صحابہؓ کا انجام**	330
160	پیر ارشاد حسین کا واقعہ	331

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
161	محمد علی پھنوار کا واقعہ	331
162	**حصہ نظم**	
163	شاعر...... جناب راشد انصاری صاحب	334
164	شاعر انقلاب...... ملک شہادت علی طاہر جھنگوی	335
165	شاعر اسلام...... مہر محمد ریاض سیال صاحب	336
166	پیغام...... علامہ جھنگوی شہید	342
167	شہید ناموس صحابہ	343
168	**صاحب کتاب کے مختصر حالاتِ زندگی**	
169	مصنف کے مختصر حالات	346
170	ابتدائی حالات	346
171	تعلیمی پس منظر	346
172	دورہ تفسیر قرآن	347
173	تدریس و خطابت	348
174	امیر عزیمت سے تعارف	349
175	سپاہ صحابہ ضلع جھنگ کی سرپرستی	350
176	ادبی زندگی	350

عرض ناشر

امام سُنی انقلاب، فدائے عفتِ امّی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم، شیر اسلام حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہید نوراللہ مرقدہٗ کی سوانح حیات، موسوم بہ ''امیر عزیمت'' کی طبع چہارم کے صرف 4 ماہ بعد طبع پنجم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ملک اور بیرون ملک کے احباب کے شدید اصرار پر عرصہ 12 سال کے بعد 4 ماہ قبل رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ کی مبارک ساعات میں سابقہ ایڈیشنز پر نظر ثانی کر کے ہر ممکنہ طور پر اغلاط سے پاک، جدید اضافہ جات اور ترتیبِ نو کے ساتھ بساط بھر معیاری طباعت سے آراستہ کر کے یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ عرصہ دراز سے منتظر احباب نے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چہارم ایڈیشن ختم ہوگیا۔ اب یہ پنجم ایڈیشن مزید اضافہ جات اور خوبیوں سے مزین کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس کو ہر لحاظ سے پہلے سے بہتر پائیں گے۔ اللہ رب العزت ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور روز محشر ہمارا شمار بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خدام میں فرمادیں۔

چونکہ یہ سوانح 18 سال قبل ترتیب دی گئی تھی۔ اس عرصہ میں کافی تبدیلیاں رونما ہوچکی ہیں۔ جن حالات و واقعات اور شخصیات کو ''فعل حال'' کے تناظر میں لکھا گیا ہے ....ان میں اکثر ماضی کا قصہ بن چکے ہیں۔ اور حالات میں کئی انقلابی تبدیلیاں آچکی ہیں۔ لیکن کتاب کو اُن ہی پرانے حالات و واقعات کے تناظر میں پڑھنے کا اپنا ہی لطف ہے۔

اسلئے ایسی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، جس سے پس منظر کی اصلیت ہی مسخ ہو جائے۔ البتہ بعض جگہ ضرورت کے مطابق حاشیہ جات لگا دیئے گئے ہیں۔

اور طباعت کے سلسلہ میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ معیاری کاغذ استعمال کیا جائے اور قیمت بھی قارئین پر گراں نہ ہو۔ البتہ اہل ذوق کیلئے انشاء اللہ اعلیٰ کوالٹی کے آرٹ پیپر پر بھی طباعت کی جائے گی۔

آخر میں تمام قارئین سے التماس ہے کہ یہ کتاب صرف حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر ہی مشتمل نہیں..... بلکہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات، کاز اور جدو جہد پر مشتمل ایک دستاویز بھی ہے۔ اسلئے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچائیں۔ اہلسنّت والجماعت سے تعلق رکھنے والے ہر صاحبِ ایمان کے زیرِ مطالعہ یہ کتاب ضرور آنی چاہئے، تا کہ اُن کے دِل میں اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کیلئے احساس اجاگر ہو، اور انہیں اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔

بالخصوص سپاہ صحابہ کے کارکنان نہایت غور سے اپنے قائد کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں..... کہ ہمارے قائد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا 'اصل' مشن کیا تھا؟ انکے نظریات کیا تھے؟ اُن کا 'سیاست' میں آنے کا مقصد کیا تھا؟ اور آج ہم کس طرف چلے جا رہے ہیں؟ ہماری مشن سے روگردانی اور دنیاوی چکاچوند کی طرف متوجہ ہونے سے دشمن کتنا جری ہو چکا ہے، اور کفر سَر چڑھ کر بول رہا ہے..... لیکن ہم غفلت کی چادر تان کر سَو رہے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ شہداء ناموس صحابہ کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ شہداء کا خون ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لائے گا اور ملک میں تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا قانون ضرور نافذ ہوگا..... انشاء اللہ............ اللہ کرے وہ دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرتے دم تک اکابرین حقہ سے وابستہ رکھے..... آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلۂ العالی

شیخ الحدیث، گلشن جھنگوی شہید جامعہ محمودیہ جھنگ

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں

اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اللہ کریم نے احیائے دین اور شعائر اللہ کے تحفظ کیلئے ہر قرن وصدی میں اپنے مقبول بندگان پیدا فرمائے، جنہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کو مقصد زندگی بنایا اور اپنی عمر کے تمام لحات کو دین اور شعائر دین کی حفاظت و بقاء کیلئے وقف کر دیا اور اپنی زندگی کی متاع عزیز دین پر قربان کر دی۔ کوئی زمانہ اور صدی ایسی شخصیات سے خالی نہیں رہی۔ یہی لوگ تاریخ کے ماتھے کا جھومر بنے ہیں، اور یہی اپنے کردار کے لحاظ سے زندہ و تابندہ ہیں۔ یہ سب کچھ کھو کر بھی کچھ نہیں کھوئے۔ انہی کے بارے میں قرآنی ارشاد ہے:

یجاھدون فی سبیل اللّٰہ ولا یخافون لومۃ لائم

ترجمہ: وہ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد (محنت) کرتے ہیں اور ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بشارت دی ہے:

لا یزال من امتی امّۃ قائمۃ بامر اللّٰہ لا یضرّھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللّٰہ وھم علی ذٰلک (متفق علیہ) مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۳

ترجمہ: میری امت میں سے ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی۔ نہیں نقصان پہنچاسکتا ان کو وہ شخص جو نصرت نہ کرے اور نہ ہی وہ شخص جو انکی مخالفت کرے یہاں تک کہ آجائے اللہ تعالیٰ کا حکم اور وہ اسی حال پر ہوں۔

اس رواں صدی میں اِن مقبولان بارگاہ ایزدی میں سے ایک عبقری شخصیت امیرِ عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہید علیہ الرحمۃ واسعۃ کی بھی ہے۔ جو، اَب محتاج تعارف نہیں۔ جنہوں نے ناموس رسالت ﷺ اور شعائر اسلام کی بقاء اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت وعظمت کی حفاظت کیلئے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ پھر اس کاز ومشن پر سب کچھ لٹانے کو سعادت دارین سمجھا، اور پورے اخلاص سے اس کام کو سرانجام دیا۔ اسی سلسلہ میں بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں.... جن کی داستان آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

انہوں نے اپنے ورثہ میں مرکز علوم دینیہ ''جامعہ محمودیہ'' اور کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والی جماعت ''سپاہ صحابہ'' چھوڑی...... جو مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کی برکت سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

''**جامعہ محمودیہ**'' جس میں بحمداللہ دورہ حدیث شریف تک مکمل درس نظامی کی تعلیم دی جارہی ہے...... پورے ضلع جھنگ میں دورہ حدیث پاک کے آغاز کا اوّلین اعزاز امیرِ عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کے اس دینی گلشن نے حاصل کیا۔ جو مولانا کے اخلاص وللہیت کا ثمرہ ہے۔

استقامت علی الحق

مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ واقعی اسم بامسمّٰی تھے یعنی حق نواز...... وہ حق تعالیٰ کی نوازش تھے۔ ان کا ہر قول اور ہر قدم رضائے حق کیلئے ہوتا اور بڑھتا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے! ما کان للہ یبقی (یعنی جو کام اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے وہ

باقی رہتا ہے) مصائب وآلام کے طوفانوں میں ان دونوں ورثوں کا تابندہ رہنا اور مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے نائبین کا تسلسل سے قربان ہو کر مشن کو زندہ رکھنا..... مرحوم کے عنداللہ مقبول وماجور ہونے کی علامت ہے۔

علم کی قدر شناسی

حضرت امیر عزیمت علیہ الرحمۃ ارباب علم کی (خواہ علم وعمر میں آپ سے کم ہی کیوں نہ ہوتے) بہت قدر فرماتے۔حتیٰ کہ جب اپنے مدرسہ میں تشریف لاتے تو ہر معلم واستاذ کا احترام کرتے، اٹھ کر ملتے، محبت فرماتے، اپنے ساتھ بٹھاتے یا علیحدہ چارپائی پر سرہانے کی جانب بٹھاتے اور اساتذہ کرام پر اعتماد فرماتے، ان کے مشوروں کو اہمیت دیتے تھے۔ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جلوت وخلوت

مولانا مرحوم کا ظاہر و باطن یکساں تھا، جو بات اسٹیج پر کہتے.....اسے پوری ذمہ داری سے نبھاتے تھے۔ بلا دلیل بات کرنے کی ان کی عادت نہ تھی اور نہ ہی اسٹیج سجانا مطمع نظر ہوتا تھا آپ کی زبان..... آپ کے دل کی ترجمان ہوتی۔ مظلوم کی فریادرسی آپ کا مزاج تھا۔ کردار و کیریئر پاکیزہ رکھتے..... جس سے عنداللہ مقبولیت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل کیلئے سیف بے نیام ہونے کے باوجود آپ کے کردار پر کسی نے انگشت نمائی نہیں کی۔

شجاعت

جرأت وبہادری آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام تھا، بلکہ جینے اور مرنے کا انداز نوجوانوں کو سکھایا۔ عشق مجازی کیلئے..... چوکوں، چوراہوں اور گلی کوچوں میں سرگرداں جوانوں کو..... اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم واہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت کا پہرہ دار اور چوکیدار بنا دیا اور انکی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ عشق مجازی کی جگہ ان

کے قلوب میں محبت رسول ﷺ اور عشق اصحاب رسول ﷺ کا دیا روشن کیا اور ایسی مے عشق پلادی کہ آج کتنے ہی اصحاب رسول ﷺ وازواج رسول ﷺ کی ناموس کیلئے جوانیاں لٹا چکے ہیں اور کتنے ہی انتظار میں ہیں اور کہہ رہے ہیں......

مقام نبی تو مقام نبی ہے — صحابہ کی خاطر بھی ہم جان دیں گے
ہتھیلی پہ سر کو لئے پھر رہے ہیں — امانت ہے انکی بصد شان دیں گے

ان کیلئے ارشادِ ربانی ہے:

من المؤمنین رجال صدقوا ماعاھدوا اللّٰہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہٗ ومنھم من ینتظر ومابدّلوا تبدیلا ......الآیۃ

ترجمہ: ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا، اس کو سچ کر دکھایا، پھر بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنا کام پورا کر چکے ہیں اور بعض منتظر ہیں اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اہل رفض کی تکفیر پر سودا بازی کیلئے کوئی تیار نہیں۔ اور یہ نا قابل تردید حقیقت ہے ...واقعی روافض کا کفر بدترین کفر ہے۔ اسی لئے خاتم المحدثین صاحب الترجیح من الاحناف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ... شارح مشکوۃ شریف...... مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں!

الرّوافض فی زماننا فھم کفرۃ بالاجماع بلا نزاع

(روافض ہمارے زمانے میں پس وہ کافر ہیں بالاجماع، بغیر اختلاف کے)

بہر حال کفر کے سامراج سے ٹکرانا مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم جرأت تھی۔

بقول سید امین گیلانی مرحوم

ذات تھی اس کی تمیز حق و باطل کا نشان — اہل باطل اس کے دشمن اہل حق تھے اس کے یار
اس زمانے میں نہیں ملتی اس کی مثال — وہ نبی کا سچا عاشق تھا صحابہ کا جانثار

مولانا مرحوم کی خطابت کی شعلہ نوائی میں ولایت چھپی ہوئی تھی۔آپ جیسے لوگوں کیلئے فرمان الٰہی ہے۔

ان الذین قالو اربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ الّتی کنتم توعدون ۃ نحن اولیٰکم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا! ہمارارب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے۔ان پر فرشتے اتریں گے کہ نہ ڈرواور نہ غم کھاؤاور جنت کی خوشخبری سُنو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا،ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھےاور آخرت میں بھی ہیں۔

بلاشبہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگوں کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے!

انّہ سیکون فی آخر ھذہٖ الامۃقوم لھم مثل اجر اوّلھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن۔

ترجمہ: بیشک ہوگی عنقریب اس امت کے آخر میں ایک قوم ان کیلئے ان کے پہلوں جیسا اجر ہوگا۔وہ نیکی کا حکم کریں گے اور گناہ سے روکیں گے اور اھل الفتن سے لڑائی کرے گی۔

ناچیز نے یہ چند بے ربط، بے جوڑ کلمات حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب مدظلہٗ کے حکم پر تحریر کئے ہیں۔طالبعلم ہوں، غلطی پر عفودرگزر کی درخواست کرتا ہوں۔

تمنا ہے عدالت جب خدا کی خوب گرمائے

میرا نام بھی یوسف کے خریداروں میں آجائے

اللہ کریم مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقوش و آثار کی محافظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

عبدالرحیم غفرلہٗ

تقریظ

ابومعاویہ، حضرت مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی مدظلہٗ

مرکزی ڈپٹی سیکرٹری، سپاہ صحابہ پاکستان

سُنّیوں میں انقلاب......حق نواز، حق نواز

مجددِ وقت، پیکرِ اخلاص، پیکرِ انقلاب، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ویسے تو بے شمار صفات عالیہ سے متصف شخصیت تھی۔ لیکن ان میں سے انقلابی صفت آپ میں بطورِ اُولیٰ و اَتم موجود تھی۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت تھی .....مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مستعار پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو اجمالی نقشہ کچھ یوں معلوم ہوتا ہے......

کہ حق نواز رحمۃ اللہ علیہ......نام بھی، کام بھی، دین وافکار، عظمت وکردار، اخلاق، علم وعمل، فصاحت وبلاغت، اخلاص واستقامت ....سب صفات انقلابی تھیں ......اور بالخصوص اندازِ خطابت نے تو عملی طور پر انقلاب کے ایسے نمونے پیش کئے کہ سُنّیت جگمگا اٹھی اور شیعیت سٹپٹا کر رہ گئی....

......مانا کہ اس سے پہلے بھی حضرات اکابر نے ہر دور میں ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کیلئے دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دلائل کی مضبوط لگام دی......مگر دشمن اتنا عیار ومکار تھا کہ اس کیلئے علاج بالمزاج کی ضرورت تھی۔

چنانچہ اللہ پاک نے وقت کے ان فرعونوں، خمینیوں، نمرودوں کے مقابل موسیٰ علیہ السلام و ابراھیم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں میں سے

مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لا کر میدان میں کھڑا کیا۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بتوفیق اللہ تعالیٰ، محبت رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حُبِ صحابہ واہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سرشار ہو کر پُر خلوص، پُر جوش غیرت ایمانی کے جذبوں سے لبریز.... جب میدانِ عمل میں قدم رکھا...... تو ہر طرف صحابہ دشمنی کے سائے منڈلا رہے تھے۔ خاص کر خمینی ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان سمیت پوری دنیا میں شیعت اپنے جراثیم پھیلانے کیلئے جال بچھا چکی تھی ......13 زبانوں میں اسلامی ٹائٹل والا لٹریچر پوری دنیا میں پھیلایا گیا...... جس میں اللہ پاک کی ذات مقدس، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام واہلبیت عظام رضی اللہ عنہم...... قرآن پاک کی مخالفت، کھلی تنقید و تکفیر کی گئی۔ تبراء بازی پر مشتمل کتابیں مختلف زبانوں میں سرعام چھپنے لگیں...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پتلے نذر آتش کئے گئے...... حرم بیت اللہ پر قبضہ کی کوشش ......روضہ مبارک سے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے اجساد مبارک نکالنے کی سازش ......قرآن مجید نذر آتش کرنے کے واقعات...... علماء کرام، سُنی زعماء کو قتل کرنا...... معصوم بچوں عورتوں، بچیوں کو تہ تیغ کرنا روز کا معمول بن چکا تھا...... مساجد و مدارس کو شہید کر کے کلبوں میں تبدیل کرنا...... ایران میں مسلمانوں کو کتے بلی کا گوشت کھانے پر مجبور کرنا... پاکستان میں جگہ جگہ دھماکے کرنا...... یا علی مدد کے نعرے...... غرض یہ کہ ہر طرف شیعہ کی بدقماشی، ظلم وسفاکیت کے طوفان بدتمیزی اٹھے ہوئے تھے......

......ادھر مسلمان شیعت کی مکاریوں میں پھنسے ہوئے تھے...... علماء خاموش تھے ......سیاسی زُعماء ایرانی انقلاب سے لرزاں تھے...... امت مسلمہ خواب وخرگوش میں مدہوش تھی...... کوئی نہ تھا اس ظلم کے خلاف آواز حق بلند کرنے والا...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس کیلئے انکو للکارنے والا کوئی نہ تھا......

کہ ایسے میں ہلکی سی جسامت.... مگر جرأت و غیرت سے معمور شخصیت....

بے خوف، گونج سے بھری گویائی لے کر سپیدۂ سحر کی طرح مولانا حق نواز شہید ؒ نمودار ہوئے...... تھانہ مسّن چناب کے ساحل سے چل کر دارالعلوم کبیر والا، باب العلوم کہروڑ پکا اور بزرگوں کے فیض نظر سے فیض یاب ہو کر علم و عرفان و حق گوئی کی روشنی لیکر کفر و ضلالت کے اندھیروں میں چراغِ حق فروزاں کرنے کیلئے میدان میں اُترے...... اندازِ خطابت میں قرآن وسنت کے مضبوط دلائل ایمانی غیرت کی تاثیر، حُب صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کا جنون...... صدائے حق میں شیر کی سی گھن گرج، طوفانوں جیسا طلاطم...... طلاقتِ لسانی رعد و برق کی کڑک تھی ......لفظ لفظ انقلاب کا درس دیتا۔

جس کے نتیجے میں ایک طرف خرمن باطل لرز اٹھا...... شیعت کے ایوانوں میں خوف چھا گیا تقیہ باز پریشان ہوگئے ...... ایران پر کپکپی طاری ہوگئی ...... تو دوسری طرف سُنّیت کو خواب وخرگوش سے بیداری ملی ...... حق کی نغمہ سرائی نے مردہ دلوں کو جلا بخشی ...... دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرمایا گیا، گمراہوں کو راہ پر لگایا گیا...... سوتے ہوئے عزائم نے انگڑائیاں لیں...

اگر چہ اس دوران اس مردِ حق کو اپنوں، بیگانوں، باطل اور حکمرانوں کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا...... ہتھکڑیاں، بیڑیاں، جیل کی سنگلاخ سلاخیں، مقدمات کے طوفان اِس سے ٹکرائے...... مگر اس چٹانِ حق کا بادِ سموم کے تھپیڑے رُخ نہ موڑ سکے...... ظلم وسفاکیت کا کوئی وار... سورماؤں کا کوئی خار انکے پائے استقلال میں لچک پیدا نہ کرسکا...... نتیجتاً انکی صدائے انقلاب حق، صبح کی روشنی کی طرح پھیلنے لگی ...... حق نواز شہید ؒ کے افکار دماغوں میں مہکنے لگے...... گفتار کے شہ پاروں نے مسلمانوں کے ایمانی جذبات کو معطر کرنا شروع کر دیا...... انکی سحر طرازی نے قلوب عالم کو مسخر کرلیا، اور وہ دلوں پر حکومت کرنے لگے ...... چنانچہ جوق در جوق سُنّیت انکے گرد جمع ہونے لگی ...... سورج کی کرنوں کی طرح

نئی آواز چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔شہر شہر،نگر نگر،قریہ قریہ،بستی بستی ..... پہاڑوں میں، صحراؤں میں، گلزاروں میں، ریگزاروں میں ..... عظمت صحابہ، تقدس صحابہ، مقام و شانِ صحابہ..... زندہ باد..... اور شیعیت کی تردید و تکفیر سے فضائیں گونج اٹھیں۔ بلا مبالغہ یہ آوازِ حق ...مکران سے وادیٔ بلتستان، کراچی سے پشاور، کوئٹہ سے کشمیر تک ..... نہیں نہیں... بلکہ افغانستان سے سعودیہ، ایران سے امریکہ تک، برطانیہ، افریقہ تک کے کئی ممالک میں عربی، فارسی، پشتو انگلش میں ترجمہ ہو ہو کر پہنچنے لگی.... کفر کے گھروندوں میں شگاف پڑ گئے..... یہ آواز افغانستان میں طالبان کے تین ہزار علماء کرام کے اجلاس میں سُنی گئی، جس میں وہ شیعہ کے کفر کا فتویٰ سُنا رہے تھے..... اس آواز کو کویت کی عدالت میں سُنا گیا، جب وہاں کے جج نے انکے کفر کی تصدیق کی..... اس آواز کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں سُنا گیا، جب مردِ مجاہد حضرت مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ نے للکارا تھا..... اس آوازِ حق کو سپریم کورٹ میں سُنا گیا جب امام اہلسنّت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے سامنے دلائل کے انبار لگائے تھے..... اس آواز کو تختہ دار پر بھی سُنا گیا جب ملتان اور میانوالی کی جیلوں میں غازی شیخ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ شفیق الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ گلے میں پھندا ڈال کر بھی کہہ رہے تھے... ''عظمت صحابہ، زندہ باد اور شیعہ کائنات کا بدترین غلیظ ترین کافر ہے''..... ہاں ہاں! یہ آوازِ حق، یہ صدائے انقلاب، الشیخ عبدالرحمٰن الحذیفی مدظلہٗ کی زبان پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف سے بھی بلند ہوئی.... جس سے ایران میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے.....

وہ آوازِ حق کیا تھی؟ وہ صدائے انقلاب کیا تھی؟..... وہ سُنّیت کیلئے گویا کہ صورِ سرافیل تھا.... جس نے مردہ دل سُنّیت کو بیدار کر کے اپنے حقوق کے حصول کیلئے متوجہ اور متحرک کیا..... سُنّیت کی غیرت کو جھنجھوڑا کہ سُنیو!!! تم کہاں سو گئے؟ تم غفلت کی لمبی چادر

تان کر مردہ ہو چکے ہو، تمہارے اندر ایمانی غیرت کی حرارت تک باقی نہیں ......وہ دیکھو! تمہارے رب تعالیٰ کو جاہل، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام (معاذ اللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس جنتی جماعت کو شرابی زانی (معاذ اللہ) لکھا جارہا ہے، امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تقدس کو پامال کیا جارہا ہے......روضہ مبارک پر قبضہ کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے ......ادھر فوج میں نشانِ حیدر رضی اللہ عنہ تو ہے....مگر نشانِ عمر رضی اللہ عنہ ،نشانِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تصور نہیں ......شکاگو میں مرنے والے مزدوروں کے نام پر چھٹی .....مگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ، جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار، اسلام کے سب سے پہلے علمبردار تھے، انکے نام تک نہیں !!!!ایران میں 65 فیصد شیعہ اور 35 فیصد سُنی ہیں ....مگر سُنی اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود، ملک کے صدر اور وزیر اعظم تو دُور کی بات ہے کونسلر بھی نہیں بن سکتے......جبکہ پاکستان میں شیعہ 2 فیصد سے بھی کم ہے اور صدر، وزیر اعظم، چیف آف آرمی اسٹاف سے لیکر ملک کے ہر کلیدی عہدے پر براجمان کیوں؟؟؟سُنیو!!!تم کب جاگو گے؟ تمہیں کب غیرت آئے گی؟......

بس اس پُرخلوص، پُر درد آوازِ انقلاب نے سُنّیت کے اذہان وقلوب کو گرما دیا .....اور دیکھتے ہی دیکھتے سُنیوں میں انقلاب کی لہر دوڑ گئی۔اس فردِ واحد کی للکار نے ایسی فکر اور ایسا جذبہ دیا کہ کایا پلٹ کر رہ گئی۔جو قوم آج تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انکے ایمان پر بحث کرتی تھی ....مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ اس شیعہ کو زیرِ بحث لائے کہ پہلے تم بتاؤ کہ تم ہوتے کون ہو، صحابہ کے ایمان پر کھنے والے؟ جب تم صحابہ کو مانتے ہی نہیں تو اُن پر بحث کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں......نتیجہ یہ نکلا کہ تبدیلی آئی اور شیعہ آج اپنے ایمان کا دفاع اور ایمان ثابت کرنے پر مجبور ہو گیا۔(اگر چہ نہ وہ ثابت کر سکا ہے اور نہ ہی کر سکے گا) اور مزید یہ کہ سُنی جو شیعہ کو ایک مسلم فرقہ سمجھ کر ان سے اپنی بچیوں کا نکاح کرتے تھے، ان کے

ملاؤں سے دستار بندھواتے تھے، شیعہ امیدواروں کو ووٹ دیتے تھے....اور خود سُنی شیعہ ہوجاتے تھے۔

مگر اب یہ انقلابی تبدیلی آئی کہ انکو کافر علی الاعلان کہیں یا نہ کہیں...مگر بالعموم رشتہ دینے کیلئے ان سے سرعام تعلق رکھنے کیلئے اور خود شیعہ ہونے کیلئے کوئی تیارنہیں ہوتا۔ اسی طرح سرعام تبراء بازی کرنے والی زبانیں اور بکنے والی کتب رک گئیں......اضافی خنجر بردار جلوس بھی پابند کر دیئے گئے ......یاعلی مدد کے مشرکانہ نعروں کی جگہ ''یااللہ مدد''.....یاغازی عباس علمدار کی جگہ ''میں نوکر صحابہ دا'' کے نعروں کی صدائیں گونجنے لگیں۔ ہر طرف عظمت و تقدیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ترانے سُنائے جانے لگے۔مساجد و مدارس، چوکوں، سڑکوں، مکتبوں، اکیڈمیوں، گلی محلوں کے نام، بچوں کے نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس ناموں سے منسوب کئے جانے لگے ......عدالتوں میں ایوانوں میں عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بلند ہونا شروع ہوگئے۔ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات...خصوصی پروگرام ومضامین باقاعدہ نشر کرنے لگے۔ایام ہائے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر ملک بھر میں سیمینار، جلسے جلوسوں کا سلسلہ عام ہوگیا......

صرف اسی پر بس نہیں، جو تاریخ کے گندے غلط حوالوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کر کے مسلمانوں کو آنکھیں دکھا کر مرعوب کرتے تھے.....انکو مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسمبلی وعدالت کے چیلنج سے لیکر ایران میں خمینی تک کو للکارا تھا کہ تم آؤ یا میں ایران آتا ہوں ....حکومت نہ روکے، اگر تمہارا کفر ثابت نہ کردوں تو میری سزا گولی ہے۔اسکے بعد انکی ماں مرگئی اور وہ دم بخود ہوکر رہ گئے۔

اور پھر مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے انقلاب نے یہ تبدیلی بھی لائی.....جو صدا صرف حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اب وہ صدا اکثر مسلمانوں کی زبانوں پر ہے۔اس کو علماء کرام،

خطباء عظام، مفتیان نے قلمکاروں نے ادیبوں، طبیبوں نے اپنی زبان کی صدا بنایا۔ سُنّیت یہ پکار اٹھی۔۔۔ "تیری آواز، میری آواز۔۔۔۔۔حق نواز، حق نواز"۔ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، سب یہ صدائے انقلاب لگاتے ہوئے نظر آتے۔ اسی صدائے حق نے مسلمان قوم کو امام اہلسنّت علامہ علی شیر حیدری ؒ، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی ؒ، مولانا ایثار القاسمی ؒ، مولانا محمد اعظم طارق، ؒ مولانا شعیب ندیم ؒ، مولانا سمیع اللہ جھنگوی ؒ، مولانا سیف اللہ خالد ؒ اور موجودہ قائدین سمیت مولانا محمد احمد لدھیانوی تک عظیم علماء، خطیب، جرنیل، شہداء، اسیران میں جبل استقامت قلمکار، شاعر، بہادر دیئے۔۔۔۔۔جو مولانا حق نواز شہید ؒ کی شہادت کے باوجود اس چراغ کو جلائے ہوئے ہیں۔ اپنی زندگیوں کے چراغ گل کر کے بھی اپنے لہو سے اسکی آبیاری کر گئے اور کر رہے ہیں۔۔۔۔۔اور حق نواز ؒ کی صدائے حق وصدائے انقلاب کو آج سپاہ صحابہ کے نام سے اپنی جوانی کے 25 سال پورے ہونے پر بھی اسی آب وتاب، جوش جذبہ سے غیرت وجرأت سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب جھنگوی کا مشن کامیابی سے ہمکنار ہوگا، شہداء کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔ اور پاکستان میں شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے گا۔

زیرِ نظر کتاب "امیر عزیمت" مجاہد اسلام، اسلاف کی یادگار، مولانا حق نواز جھنگوی شہید ؒ کے دست راست، جھنگوی کے قافلہ کے ابتدائی ممبر، عالم باعمل حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب دامت برکاتہم کے قلم سے صفحہ قرطاس پر لکھے گئے اُن حقائق کا مجموعہ ہے جو حضرت موصوف نے کسی سے روایت نہیں کئے۔۔۔۔۔بلکہ خود مولانا حق نواز ؒ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔۔۔۔اپنے کانوں سے سُنا۔۔۔۔دل ودماغ سے سوچا اور انہیں جیسا پایا ویسا ہی لکھا۔ گویا کہ حیاتِ حق نواز ؒ کی روح پرور اور حقیقی تصویر ہے۔

لہذا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مشن سے عقیدت ومحبت رکھنے والے احباب، جماعتی کارکنان اسکا بغور مطالعہ کریں.....تو حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کو گویا کہ سامنے پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مرتے دم تک مشنِ جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی اور اس پر استقامت عطا فرمائے...آمین

والسلام

ابو معاویہ، مسعود الرحمٰن عثمانی

☆......صحابہ رضی اللہ عنہم معیار ایمان......☆

1- تو اگر یہ لوگ ویسا ایمان لے آئیں جیسا تم (اے جماعت صحابہ) لائے ہو۔تو پھر بلاشبہ وہ ہدایت یافتہ ہو گئے۔اور اگر ایسا ایمان لانے سے منہ موڑیں تو پھر وہ پھوٹ میں پڑے ہیں۔تو جلد ہی اللہ تعالیٰ تیری طرف سے ان کو کافی ہو جائے گا۔وہی سنتا جانتا ہے۔ (البقرہ)

2- اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ (صحابہ) ایمان لائے ....تو جواب میں کہتے ہیں......"کیا ہم ان بیوقوفوں جیسا ایمان لائیں" خبردار ہو جاؤ......یہ خود پرلے درجے کے بے وقوف ہیں مگر جانتے نہیں۔ (البقرہ)

☆...... اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں ......☆

3- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ۔اور جو (ایمان والے) آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پہ سخت اور آپس میں شفیق ہیں ......تم انہیں دیکھو گے......رکوع کئے ہوئے، سجدے میں پڑے ہوئے، یہ سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں ۔انکی پیشانیاں ان کے چہروں پہ سجدوں کے نشانات لئے ہوئے ہیں ان کے یہ تذکرے اس سے قبل تورات میں اور یہی ذکر انجیل میں موجود ہے۔ (الفتح)

☆...... حدیث پاک! ......☆

4 - اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ سو...... جو ان سے محبت رکھتا ہے تو میری محبت کی وجہ سے ہی محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض وعناد رکھتا ہے تو مجھ سے نفرت کے باعث ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذاء دی...... اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جو مجھے اذیت دیتا ہے تو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچاتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو بھی ایذا رسانی پہ کمر بستہ ہو تو عنقریب وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجائے گا۔

☆☆☆☆

سیدنا عبداللہ ابن عمر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں...... فرمایا!

جب تم ان لوگوں کو دیکھو...... جو میرے اصحاب کو گالیاں بکتے ہیں۔ تو یوں کہو! تمہارے بد (کردار) پر خدا کی پھٹکار ہو۔

مُقَدِّمَہ و تمہید

یوں تو جھنگ دور افتادہ، پسماندہ ضلع شمار ہوتا ہے مگر اپنی مردم خیزی اور تاریخی خزانوں کے لحاظ سے بڑا فائق رہا ہے۔ آزادی کی تاریخی یادگاریں......حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ آف پیر کوٹ سدھانہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ جیسے صوفیاء کا مدفن اور امین ہونے کے علاوہ بڑے نامی گرامی شعراء و مصنفین پیدا کر چکا ہے......جن کا یہاں محل ذکر نہیں۔

جھنگ نے اپنی تاریخ کا ورق ایک مرتبہ پھر الٹا۔ 1952ء کو جھنگ صدر سے بیس پچیس میل کے فاصلے پر غریب گھرانے کی ایک خاتون کی کوکھ سے ایک لاغر، منحنی جسم کے ایک بچے نے جنم لیا جس کا نام ''حق نواز'' تجویز ہوا۔ آگے چل کر یہی بچہ قوم کی آواز، نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن، ملت کا عظیم سپوت، ایک تحریک کا بانی اور ایک جماعت کا رہنما ثابت ہوا۔

گو کہ اس نے عمر بہت ہی مختصر پائی مگر کام طویل المیعاد اِدارے اور کئی اشخاص کا کر گیا۔ یہ شخص پوری برق رفتاری سے پاکستان کے افق پر ابھرا۔ ابھرتے ہی اولاً افراد پھر شخصیات پھر اہم اداروں اور جماعتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا گیا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ وہ اپنے ہمعصروں کے لئے قابل تقلید مثال اور اعیان و اساتذہ کیلئے باعث فخر و انبساط اور ہمسفروں کے لئے باعث رشک بن گیا۔

اب یہ شخص جہاں جاتا اپنے گرد خود ہی ہالہ بنتا چلا جاتا۔ اس کی تان اتنی کھنچی کہ جس اجتماع میں وہ پہنچ گیا، اس کے گرد نعرے ہی نعرے سنائی دیتے نظر آتے، جس جلسے یا تقریب میں اس کی شرکت متوقع ہوتی......وہ اس علاقے کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع بن جاتا، جو بات یہ شخص کرتا قوم گوش برآواز ہوتی۔

یہ شخص علماء، صلحاء، اتقیاء اور اہل نظر و بصر کی امیدوں کا مرکز بن گیا تو صحافی اور اخبار نویس اس کے نام اور کام سے اپنے پیشے میں رونق پیدا کرنے لگے۔

قدرت کے اس شاہکار مرد جری اور نقشِ حسیں کی تصاویر میں رنگ بھر کے فوٹو گرافرز نے اسکی تصاویر بنا بنا کر پیسے کمانے شروع کئے، اسکی تقاریر اور مواعظ کی کیسٹوں (Castes) سے مارکیٹیں سجنے لگیں۔ وہ اپنی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے محیر العقول حد تک ملک میں اور پھر بیرون ملک شہرت و مقبولیت کے بام عروج تک پہنچ گیا۔

اسی پر بس نہیں......عین اسی وقت جب جھنگ کے افق پر یہ اسلام کا شیر......اَبرِ نو بہاراں بن کر فصل گل و لالہ پر برس رہا تھا، اس وقت جھنگ خوش بخت ترین ضلع کہلاتا تھا کیونکہ اس کے علاوہ سعادتیں بھی اس کے دامن میں سمٹ آئی تھیں۔ حضرت مرشد عالم مولانا غلام حبیب نقشبندی چکوالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشدین کی ایک معتد بہ تعداد......اس ضلع میں ہونے کے باعث اور ان کے دو خلفاء......حضرت صوفی ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی ......اور حضرت مولانا حکیم عبدالطیف صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مسکن بھی یہیں ہونے کے باعث حضرت والا کی آمد و رفت بھی جاری رہتی اور انکی محافل ذکر و مراقبہ و وعظ بھی جمتی رہتی تھیں۔ ہر طرف ایمان کی بہار آئی ہوئی تھی۔

ادھر ایک اور درویش خدا مست بھی نہر کے کنارے ڈیرے لگائے ہوئے اپنی نظر کیمیاء اثر کے فیوض بکھیر رہے تھے یعنی حضرت مولانا صوفی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(بانی مدرسہ دارالسکینہ) یوں سمجھئے۔ ع گل بھی ہے، بہار بھی،ہوائے اشک بار بھی
چہار سو خیر و برکت تھی، بہاروں کے ڈیرے، کلیوں اور پھولوں کے بسیرے، چشم ہائے صافی
کے زمزمے اور آبشاروں کی سرسراہٹ تھی۔..........مگر آہ پھر کیا ہوا؟

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن کو رستہ بنالیا

پہلے مذکورہ بالا مشائخ میں سے دو اہم ستون گرے اور پھر وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ابدی نیند
سلادیا گیا۔

چمن کے تخت پر جب شاہِ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اِک شور اِک غل تھا
آئے جب دن خزاں کے تو کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو کر یہاں غنچہ یہاں گل تھا

ایک غریب گھرانے کے ایک نادار مولوی کی حق گوئی و بے باکی سے رسہ گیر،
جاگیردار لرزاں، رشوت خور اور بدمعاش ترساں رہنے لگے۔اور پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کی صداقت کا علمبردار، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جراُتوں کا نگہباں، حیائے عثمانی رضی اللہ عنہ کا
پاسدار، حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی شمشیر بے نیام، مدبر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا حُدی خواں
......اتنا سر چڑھا ہو گیا کہ

ع کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ ہر باطل کے مقابلہ میں ڈٹ جاتا ہے جب تک اسے زیر نہ کرلے، دَم نہیں
لیتا۔جس طرف بڑھتا ہے ضربِ حق سے باطل کو سرنگوں کر کے چھوڑتا ہے۔چنانچہ غلط
کاروں کے ایوانوں، میں جھوٹ اور خبث کے پجاریوں میں اس کے خلاف پخت و پز

ہونے لگی۔اس شخص کو خطرہ سمجھا جانے لگا۔وڈیروں، جاگیرداروں، لینڈ لارڈوں میں اس کے خلاف بغض و عناد کی زبردست آگ بھڑک اٹھی اور اسے اب ٹھکانے لگانے کے منصوبے بننے لگے ہیروئن فروشوں نے اسے چیلنج دیے۔چھن چھنا کر خبریں آنے لگیں پھر آزمائشی (Rehersal) حملے ہوئے اور اس کا ردعمل (Reaction) بھی دیکھا گیا اور پھر منصوبے کی تکمیل کو حتمی صورت دی جانے لگی۔مگر"دوسروں کو مقصد کے لئے جینا اور مرنا سکھانے والا" خود موت سے کیا ڈرتا! وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا:

ع ہم اہل جنوں اور جھکیں موت کے آگے......ہم جب بھی مرے موت پہ احسان کریں گے

وہ ظالموں، جابروں، دین کے دشمنوں کو للکارتا رہا......اور اِک ذرا نہ ڈرا۔بالاخر وہ لمحہ آ ہی گیا کہ جب شرک، کفر، الحاد، اسلام دشمنی کے رَسیا اور صیہونیت، یہودیت کے ایجنٹوں نے اسے اپنی راہ سے ہٹا دیا۔(اناللہ وانا الیہ راجعون) اور ملت اسلامیہ سوگوار ہوکر رہ گئی۔

آمدہ اوراق میں اس نازش دوراں، بطل حریت، مداح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوانح حیات کے کچھ خطوط کی جھلک پیش کی جارہی ہے۔گو کہ یہ مجھ جیسے کم علم اور ناتجربہ کار آدمی کا کام نہ تھا۔مگر ان کی المناک شہادت کے واقعے کے بعد ان کے مخلص رفقاء جانثار کارکنوں اور دیگر شیدائیوں پر مصائب و آلام کے ایسے دروازے کھلے کہ انہیں اس کے لئے مہلت ہی نہ ملی۔تب خود میرے احساسات کی آنچ سلگی......جس پر بعض علماء کرام احباء اور اِن کے فدائیوں نے اس فقیر پر ہی دباؤ ڈالا کہ بہرصورت یہ کام ہونا چاہیے۔

مبادا....وقت کے ساتھ یہ مواد بھی رفتہ رفتہ نظروں سے اوجھل ہو جائے اور بعد میں پھر ہمیں پچھتاوا ہو چنانچہ مُتو کلاً علی اللّٰہ اس مشکل کام کا بیڑا اُٹھایا۔

مجھے یہ اعتراف کرنے میں ذرا برابر تامّل نہیں کہ مَیں نہ تو مصنف ہوں اور نہ ہی

ادیب وقلمکار۔اسلئے میری قارئین باتوفیق سے یہ درخواست ہوگی کہ وہ کتاب کا مطالعہ کرتے وقت ادبی چاشنی سے زیادہ میری فراہم کردہ معلومات کی صحت پر اعتماد کریں۔اس سلسلے کی ہرکوتاہی کا مَیں ذمہ دار ہوں گا۔مَیں نے بلاتحقیق کوئی بات درج نہیں کی اور نہ ہی محض مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے کہ ہرطرح اپنے ممدوح میں سارے جہان کی خوبیاں مجتمع منوانے کی سعی کروں۔مَیں نے صاحبِ سوانح مرحوم ؒ کی کمزوریوں کو بھی کھلے دل سے نقل کردیا ہے۔

میری زیادہ تر کوشش یہی ہے کہ مولانا شہید ؒ کے اصل مقصد حیات،نصب العین اور آپکی تحریک (Movement) کے خدوخال کتاب میں واضح نظر آسکیں۔مجھے اپنی اس ناتجربہ کاری کا بعد میں زیادہ احساس ہوا،جب مَیں قدم بڑھا چکا تھا اور پیچھے ہٹنے کا تصور بھی ناممکن تھا کہ.....کام بڑی ذمہ داری کا اور خاصا مشکل اور ملتا محنت طلب کہ اپنی گری ہوئی صحت کو سامنے رکھ کر بے بسی کا احساس ہونے لگا۔

مَیں نے بقدر استطاعت حضرت مولانا شہید ؒ کے دوستوں،بزرگوں اور متعلقین سے رابطہ کی پوری کوشش کی مگر اس سلسلے میں مجھے خاصی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ہر آدمی کی اپنی صوابدید......اپنی سوچ وفکر ہوتی ہے یا نامعلوم مجھ پر ان کو اعتبار نہ ہوا!بعض حضرات نے بار بار توجہ دلانے پر اپنی عدیم الفرصتی یا عدم معلومات کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔حالانکہ اس کے اندر بھی گنجائش موجود تھی۔

تاہم ناسپاسی ہوگی اگر صرف منفی پہلو ذکر کروں۔کچھ حضرات نے اس عاجز کی زبردست حوصلہ افزائی کی۔ہرممکن مدد بہم پہنچائی۔قبل از وقت خوشی کا اظہار کیا،بے تابی سے کتاب کی تکمیل اور اشاعت کا انتظار کرنے لگے۔ایسے حضرات میں سے بعض اپنے نام کا اندراج پسند نہیں کرتے اور بعض کی فراہم کردہ معلومات کتاب میں بحوالہ نام آگئی ہیں۔

اس لئے نام بہ نام شکریہ ادا کرنے کی بجائے یہی الفاظ کافی سمجھتا ہوں۔

میری قارئین سے بھی یہی درخواست ہوگی کہ آئندہ جو بھی صحیح معلومات بحوالہ وقت و تاریخ.....وہ مہیا کرسکیں تو دریغ نہ کریں تا کہ آئندہ اشاعت میں شامل کر کے کتاب میں جامعیت پیدا کی جاسکے۔

مَیں نے یہ کتاب ''نوجوانان پاکستان'' کیلئے ایک بنیادی دستاویز فراہم کرنے کو پیش نظر رکھ کر ترتیب دی ہے۔اپنی اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوسکا ہوں، یہ مستقبل ہی بتلائے گا۔تاہم اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے سرور کائنات،فخر موجودات، رحمتہ اللعالمین ﷺ کے احباء،اصحاب،اطہار،اخیار رضی اللہ عنہم کے مداح اور انکے دفاع کا فریضہ ادا کرنے والے ایک فداکار سپاہی کی داستان سرفروشی رقم کرنے میں میری بڑی مدد فرمائی۔ورنہ اس کی توفیق کے بغیر کیا ہوسکتا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

حالِ واقعی (دیباچہ طبع سوم)

اللّٰهم صلی وسلم علیه وعلی اٰلهٖ واصحابهٖ وازواجهٖ وذریتهٖ وبارك وسلم

پاکستان میں ''تحریک تحفظ ناموس صحابہؓ'' کے بانی حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ''سوانح حیات کی ترتیب'' اوران کے مؤقف کو مبرھن کر کے ریکارڈ پہ لانا جب بندہ کی ذمہ داری ٹھہری تو مَیں نے اس سلسلہ میں اخبارات میں اشتہار دے دیا تا کہ احباب و رفقاء اپنی معلومات مجھ تک پہنچائیں۔جوں ہی یہ سلسلہ شروع ہوا ......مجھے دھمکی ملی اگر تم نے حق نواز پر قلم اٹھایا یا اس مؤقف و موومنٹ پر کچھ لکھا تو تمہیں اس کا مزا چکھا دیا جائے گا۔بندہ نے ''اس خدشہ سے کہ رافضیہ نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے....ایسا نہ ہو کہ میرا کام ادھورا رہ جائے اور مجھے ٹھکانے لگا دیا جائے'' بڑی

عجلت سے کام لیا۔ چنانچہ جو کچھ میسر آتا گیا اسے ضبطِ تحریر میں لاکر مرتب کردیا گیا۔ بہر حال بساط بھر اُس میں سے سقم دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اِدھر کتاب کتابت وطباعت کے مراحل سے گزر رہی تھی......اُدھر مئیں حضرت علامہ محمد ایثار القاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی الیکشن مہم میں انتہائی مصروف تھا اور وہ بھی ہمارے لئے موت وحیات کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ چنانچہ کتاب کی تصحیح کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاسکی۔ اور بعض اندراجات بھی تشنہ رہ گئے۔ کتاب الیکشن کے دنوں میں چھپ کر منصۂ شہود پر آگئی۔ پھر ہم پر جو گزری وہ کس سے مخفی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی جان سے گزر کر خلد آشیاں ہو گئے اور پھر علماء کا پورا قافلہ اسی راہِ وفا پہ ہم سے جدا کردیا گیا۔ اب سوانح نگار کو چیلنج ملا کہ ''لکھو کہاں تک لکھو گے'' اور اب تمہیں بچانے والا کون ہوگا؟ تمہارے ممدوح کے تمام ہمسفر ہم نے ٹھکانے لگادیئے ہیں اب تمہاری باری ہے تیار ہو جاؤ۔ اس دوران عرصہ دراز تک حکمرانوں نے جھنگ کو صوبائی وقومی نمائندگی سے محروم رکھا۔ جبکہ بلدیہ کا چیئرمین بھی جیل میں تھا ......گویا کہ ضلع جھنگ میں جنگل کا قانون لاگو رہا۔ اہل حق کا خون بہہ رہا تھا اور کرفیو لگا کر بقایا کو لتاڑا، پچھاڑا اور اجاڑا جارہا تھا......تا آنکہ پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کا مرحلہ آگیا تو جھنگ کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا۔

جماعت (سپاہ صحابہ پاکستان) نے بلدیاتی انتخابات میں اپنا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کرلیا..... باقاعدہ گروپ تشکیل دے کر ٹکٹ جاری کئے گئے اور نہایت پرامن مہم چل رہی تھی کہ 27 دسمبر 1991ء جمعہ کے دن بلدیاتی الیکشن سے صرف ایک دن پہلے عین نماز فجر ادا کرواتے ہوئے مسجد العثمان (عثمانیہ) میں مجھ پر بم پھینکا گیا۔ اتنے بڑے اور خوفناک اقدام کا مقصد مجھے قتل کرنے کے ساتھ ساتھ میرے دیگر رفقاء واہل مسجد کو ہلاک کرکے جھنگ کو ایک بار پھر آگ وخون میں دھکیلنا تھا۔ ظاہر ہے اتنی ہلاکتوں اور تاریخ کے

ہولناک واقعہ کے بعد مظاہرے، ہڑتالیں شروع ہو جاتیں تو رافضیہ کے ساتھ ساتھ حکومت کا مقصد بھی پورا ہو جاتا اور سپاہ صحابہ مظلوم ہونے کے باوجود ملزم بنائی جاتی اور جھنگ میں بلدیاتی الیکشن ملتوی ہو جاتے۔ مگر ہم نے پورے صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا سامنا کیا اور یہ خطرناک وار بھی سہہ لیا...... میرا جسم دو پھاڑ ہوا، تین مخلص ساتھی موقع پر شہید ہوئے۔ انہوں نے جس نماز کا قیام و کچھ سجود یہاں ادا کئے...... بقایا کی تکمیل وہیں کریں گے دیگر پچیس رفقاء میں سے بعض تا حال چلنے پھرنے کے قابل نہیں اور بعض تا حیات معذور ہو گئے۔ ''جامع مسجد العثمان'' خون کا تالاب بنی مگر بندہ نے ہسپتال سے ہی انتظامیہ اور جانشین شہیداں حضرت مولانا محمد اعظم طارق سلمہٗ سے سختی سے مطالبہ کیا کہ جھنگ کے الیکشن التواء میں نہ ڈالے جائیں اور کرفیو یا ہڑتال سے جھنگ کو بچایا جائے۔

اندریں حالات...... کتاب کا طبع ہونا اور دیگر سرگرمیاں جاری رکھ سکنا ناممکن تھیں۔ چنانچہ احباب کرام! یہ کتاب دوبارہ طبع نہ ہو سکی اور مسودہ جوں کا توں پڑا رہا۔ عوام کا مطالبہ جاری رہا اور میری بے بسی آڑے آتی رہی۔ اب اس مسودے میں بعض ناگزیر اضافے کر کے اور تصحیح کے ساتھ پیش خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے قارئین میری کمزوریوں اور نااہلی کو نظر انداز کرتے ہوئے پذیرائی فرمائیں گے[1]

مَیں ان تمام احباب و سرپرستوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں...... جنہوں نے مجھے اپنے قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عاجز کو مرتے دم تک ناموسِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے...... آمین

والسلام

محمد الیاس بالاکوٹی، جھنگ

[1] زیر نظر طبع پنجم ہے اور یہ دیباچہ 1997ء میں تحریر کیا گیا تھا۔

ولادت

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ...... جھنگ صدر سے 25 میل شمال مغرب کی طرف تھانہ مسّن کے قصبے..... موضع چیلہ رجانہ کے گاؤں چاہ بوہڑ والا جو دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے...... میں جولائی 1952ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی میاں ولی محمد تھا۔ جو علاقے کے معمولی کسان اور کھوجی[1] تھے، آپ کی قوم سپرا کہلاتی ہے جو اس علاقے کے قدیم باشندوں کی شاخ ہے۔ آپ ابھی ایک سال ہی کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اپنی پھوپھی کی پرورش میں آگئے، چونکہ نہایت ہی لاغر اور اکہرے بدن کے کمزور صحت کے مالک تھے اس لئے سات سال کی عمر میں بھی پانچ سال کے ننھے منے سے لگتے۔ ساتویں سال میں آپ کو گورنمنٹ پرائمری اسکول (اب ہائی ہے) موضع چیلہ میں داخل کرایا گیا جہاں خداداد ذہانت سے ایک سال میں اوّل، دوم پاس کر کے جماعت سوم میں پہنچ گئے یوں اس بچے کی تعلیم وتربیت کی ابتداء ہوئی۔

مزید تعلیم

ابھی پرائمری پاس نہیں کی تھی کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں موضع چیلہ میں شبینہ کا اہتمام تھا..... آپ بھی سننے والوں میں شامل تھے۔ وہیں اس ننھے بچے کا دل مچل گیا اور اسکول چھوڑ چھاڑ کر حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے ماموں حافظ جان محمد نے اپنی شاگردی میں لے لیا...... آپ نے ان سے صرف دو سال اور چند ماہ میں

[1] (کھوجی) چوروں، ڈکیتوں کے پاؤں کے نشانات سے تلاش میں مدد دینے والے

مکمل قرآن کریم حفظ کرلیا، گھر والوں کے رجحان کے برعکس آپ کا طبعی میلان علوم دینیہ کی طرف ہی ہوگیا۔ چنانچہ اپنے ماموں کی وساطت سے یہاں سے عبدالحکیم [1] چلے گئے۔

جہاں آپ نے جامع مسجد شیخاں والی میں حضرت قاری تاج محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید کی مشق کی اور کچھ قرأت پڑھی۔ پھر جلد ہی آپ قریبی علاقے کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کبیر والا میں داخل ہوگئے اور تحصیل علم میں منہمک ہوگئے، یہاں آپ نے مروجہ تمام علوم دینیہ میں مکمل دسترس حاصل کی۔ دارالعلوم کبیر والا میں آپ کئی سال زیر تعلیم رہے یہیں آپ کے مخفی جوہر کھلنے لگے۔ تقریر وتحریر کا ملکہ قدرت نے فطری ودیعت کر رکھا تھا۔ وہ بروئے کار لانے لگے۔ وقتاً فوقتاً دیہات میں جاتے، تقاریر کرتے، جمعہ پڑھاتے، اسی طرح ساتھی طلباء کی اسباق وتکرار میں لائق فائق اور محنتی طالب علم ہونے کی حیثیت سے مدد کرتے۔ مطالعہ کا شوق اس قدر تھا کہ طلباء اور ہم درس آپ کو کتابی کیڑا اور کتابوں کا دیمک کہتے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کی یہ مطالعہ اور محنت ہی آگے چل کر ان کی زندگی میں تلاطم بپا کرے گی۔ ایسے ہی طلباء میں مباحثہ کرتے، مناظرے کا رنگ جماتے۔

اساتذہ کرام

دارالعلوم کبیر والا کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا علی محمد صاحب، حضرت الشیخ مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی [2]، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق صاحبان اور مولانا صوفی محمد سرور صاحب قابل ذکر ہیں۔ اور شیخ طریقت حضرۃ مولانا محمد عبداللہ بہلوی آپ کے پیرومرشد تھے۔

دورۂ حدیث پاک

درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم کبیر والا سے کرنے کے بعد آپ نے ملتان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس میں داخلہ لے لیا، جہاں آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔

---

[1] یہ ضلع خانیوال کی ایک تحصیل کا نام ہے [2] اس وقت باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے امیر ہیں

حدیث میں آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد شریف صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد صدیق صاحب جالندھری وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیم مناظرہ و فراغت

امتحان دورۂ حدیث کے متصل بعد اپنی افتادِ طبع اور تحقیقی مزاج کی تشفی کے لئے کوٹ اڈو چلے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہٗ سے رَدِ رفض و تشیع اور رَدِ شرک و بدعت اور قادیانیت وغیرہ پر مناظرہ پڑھا۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک چھوٹے سے دینی مدرسہ میں بطور کتابی مدرس کام کرنے لگے۔ مگر جس قدر قدرت نے صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں ...... وہ چھوٹا سا ادارہ اس کیلئے کافی ثابت نہ ہوسکا، چنانچہ صرف ایک سال کام کرنے کے بعد وہ جگہ چھوڑ دی۔ کیونکہ آپ ذرا اس سے وسیع میدان کے متلاشی تھے۔

ورود جھنگ

ٹوبہ سے آپ جھنگ آ گئے۔ جھنگ گوجرہ روڈ پر رانا کالونی میں ایک عزیز کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آجکل دینی مدرسوں میں چھٹیاں ہیں ...... آپ میرے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرائیں اور تراویح میں میری منزل سنتے رہیں میرے ہاں ہی آپ کا قیام وطعام ہوگا اور اخراجات کیلئے تیس روپے کا وظیفہ پیش کرتا رہوں گا۔ ان کا بیان ہے کہ قریبی مسجد میں جگہ نہ ملنے کے باعث قریب ہی ایک اور مسجد کیلئے مختص جگہ پر ہم نے مٹی ڈال کر ایک چبوترا بنالیا...... جہاں مَیں قرآن کریم سناتا تھا۔ اس دوران میرے بیٹے حافظ صبغت اللہ نے ان سے تیسرے پارے کا کچھ حصہ حفظ کیا ......اسی چبوترے پر (جہاں اب جامع مسجد صدیقیہ ہے) ہمیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جمعہ بھی پڑھایا بعد میں جھنگ صدر کے ایک خطیب (مولانا محمد اسداللہ قاسمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ) کی وساطت

سے آپ کی بات پیپلیاں والا محلّہ کی مسجد انتظامیہ سے ہوگئی۔ پیپلیاں والا محلّہ کی مسجد کے پرانے امام وخطیب فوت ہوگئے تھے اوران کے بعد جو دوسرے رکھے گئے تھے، وہ بھی رمضان ہی میں چھوڑ چھاڑ گئے تھے۔ انتظامیہ کو ایک مستقل مزاج ذی استعداد صاحب علم کی ضرورت تھی۔ جب آپ کی انتظامیہ کمیٹی سے بات چیت ہوئی تو اس مرد قلندر نے تنخواہ، رہائش و دیگر شرائط وغیرہ کچھ بھی مطالبے نہ رکھے، فرمایا بھائی کام کرنے کا موقع دے دو ...... باقی جو سمجھ میں آئے دے دینا۔ ورنہ اللہ مالک...... چھوڑ کر بھاگوں گا نہیں.... خاطر جمع رکھو۔ جب آپ نے پہلا تجرباتی جمعہ پڑھایا تو حاضرین نے تقریر پسند کی انہیں اس پر بھی خوشی ہوئی کہ مخلص اور صاف گو نوجوان عالم مل گیا ہے۔ کام بخوبی چلے گا۔

حاجی اللہ وسایا (صدر انجمن مسجد ہذا) کا کہنا ہے کہ نہایت ہی ہلکے پھلکے بدن کے مالک اور منحنی قد کاٹھ کے سادہ شکل وصورت کے عام سے مولوی نظر آتے تھے مگر تقریر ہمیں زیادہ بھا گئی۔

چنانچہ 23 اگست 1973ء بروز جمعرات محلّہ پیپلیاں والا کی ایک چھوٹی سی مسجد[1] میں بطور خطیب وامام مسجد تقرری کے ساتھ گویا کہ آپکی دیرینہ اس خواہش کیلئے راستہ ہموار ہوگیا کہ اپنے ضلع میں رہ کر کچھ کام کرسکوں...... جس کا داعیہ اپنے دل میں بچپن ہی سے گردوپیش کے احوال دیکھ کر لئے ہوئے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کی زبوں حالی اور دینی انحطاط پر کڑھتے رہتے تھے اور ہر وقت چبھن سی محسوس کرتے تھے۔ اب آپ اپنے ضلع میں منتقل ہوگئے تھے اور اس احساس کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔

---

[1] اب یہ جھنگ کی خوبصورت بڑی مساجد میں سے ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد "پیپلیانوالی مسجد" (حق نواز شہید مسجد) کے نام سے موسوم کردی گئی ہے۔

جھنگ

جب تک ہم ضلع جھنگ اور اسکی تاریخ پر ایک اچٹتی نظر نہ ڈال لیں ...... حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ اور انکے مشن کو پوری طرح سمجھ نہیں سکیں گے ۔ کیونکہ انسان کے بنانے ، سنوارنے اور بگاڑنے میں ماحول اور معاشرے کا بڑا دخل ہوتا ہے ۔ بچپن اگرچہ کم فہمی کا دور ہوتا ہے مگر ذہنی ساخت پر اس دور کے نقوش بھی بڑے عرصے تک قائم رہتے ہیں ۔ خصوصاً زیادہ حساس طبائع تو بچپن میں ہی احساس کمتری کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں ۔ ایسے میں کچھ لوگ دل مسوس مسوس کر کڑھتے سلگتے زندگی گزار دیتے ہیں اور بعض لوگ اس ماحول اور معاشرے سے بغاوت کرنے کی ٹھان لیتے ہیں مگر کر نہیں پاتے اور کچلے جاتے ہیں اور بعض اس ماحول کو تبدیل کرنے کی ٹھان لیتے ہیں ...... پھر وہ اس سعی میں اپنے آپ کو کھپا دیتے ہیں ...... پھر کوئی اس امتحان میں کامیاب ہوا ، اور کسی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ...... یہ بعد کی بات ہے ۔

جھنگ ! حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی دور سے بھی پہلے سے پس ماندہ چلا آ رہا تھا ۔ جہاں جاگیرداروں کا تسلط تھا اور اب تک جاری ہے ۔ قوم کے کسی فرد میں بھی کوئی شعور کی چنگاری سلگتی ...... تو وہ جلد ہی بجھ جاتی یا طاقت سے بجھا دی جاتی رہی ۔ اس ضلع میں کچھ گدی نشینوں کا اثر ہے ، باقی سرکش جاگیرداروں کا مکمل کنٹرول اور تسلط قائم رہا ہے ۔ خاص طور پر حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دیدۂ و بین کا دور ...... جب آپ نے شعور کی آنکھ کھولی تو ایک ہی خاندان '' کرنل [1] عابد حسین اور ان کے بھائی میجر [1] مبارک علی '' کا طوطی بولتا تھا ۔ اور ادھر جھنگ کی دوسری تحصیل چنیوٹ میں '' رجوعہ سادات '' کا سیاسی تسلط تھا ۔

---

[1] یہ انگریز کی وفاداری اور خدمت گزاری کے صلے میں اعزازات دیئے گئے ، ورنہ فوج میں یہ لوگ سرے سے بھرتی ہی نہیں ہوئے ۔

یہ دونوں برادریاں شیعت ورافضیت کے زیر اثر تھیں۔

اگر چہ کرنل عابد کے جداعلیٰ ''حضرت پیر شاہ جیونہ علیہ الرحمتہ'' سنی العقیدہ بزرگ ہوگزرے ہیں مگر بعد والے بمصداق ارشاد ربانی

فخلف من بعد هم خلف ا ضاعو الصلوٰة وا تبعوا لشهوا ت الاية

ترجمہ= تو ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز تو ضائع و برباد کردی اور شہوات کے پیچھے لگ گئے......

چنانچہ بعد کے ان لوگوں نے اپنی عیاشیوں اور آزاد فکریوں کی پناہ گاہ صرف شیعہ مذہب کو پایا......لہذا سُنّیت چھوڑ کر شیعت کو آماجگاہ بنالیا۔ پھر ان جاگیرداروں، نمبرداروں ذیل داروں اور امراء کے زیر اثر مزارعین کسانوں کے علاوہ دیگر پیشوں سے منسلک لوگ جو ان سرکشوں کی لغت میں ''کمی'' کہلاتے ہیں......یعنی جولاہا، موچی، حجام، کمہار و دیگر لوگ خود بخود شیعت کی گود میں چلے گئے۔

اگر اس طرح نہ ڈھلے......نہ شیعہ......نہ سُنی......مذہبی غیرت ہی مرگئی۔ جہالت میں ڈوب کر زیادہ سے زیادہ سنت کے نام سے کچھ رسوم و رواج اپنائے رکھے اور باقی رسومات میں شیعہ کے ساتھ مل گئے۔ نہ انہیں اپنے عقائد کا شعور نہ مسلک کا کچھ پتا...... نہ عمل نہ اس کی کوئی فکر، بس وہ چند رسوم جاہلیت کل اثاثہ اور بس ...... شادی بیاہ، غمی و خوشی تمام معاملات میں یک رنگ۔

جھنگ کے دیہی علاقوں میں شیعت محرم الحرام میں سیاہ کپڑوں، سینہ کوبی، جلوس، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبراء بازی، علماء کو کوسنے اور شعار اسلام کا مذاق اڑانے سے عبارت تھی اور سُنّیت جمعرات کے چندے، گوگے، گیارہویں شریف کا ختم، نماز جنازہ وغیرہ سے پہچانی جاتی۔ تیجے، ساتے، چالیے اور رسم چہلم میں دونوں فریق مل جاتے۔

معمولی فرق سب کیلئے قابل قبول تھا۔سُنی کہلانے والوں نے کسی ملّا کو بلایا تو اس نے بھی شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے کچھ من گھڑت قصے سنائے اور رُلایا دھلایا، یا جلسہ سیرت کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات اور فضائل بیان کئے۔اصلاح عقائد واصلاح اعمال یا مسائل دینیہ کا دُور دُور تک اتہ پتہ نہ تھا۔ اگر کسی عالم نے کچھ صحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی دعوت دے بھی دی اور اہلسنّت اور شیعہ کا فرق بیان کردیا تو اسے فتنہ پرور، فرقہ پرست اور ناپسندیدہ آدمی قرار دے دیا گیا اور آئندہ کیلئے داخلہ بند کردیا گیا۔جب کہ ادھر شیعہ ذاکر آیا تو سُنی شیعہ سبھی اس مجلس عزا میں موجود ہیں۔عورتیں، مرد بچے، بوڑھے سب یکساں و یک جاں رو دھو کر امام حسین کو نذرانہ عقیدت پیش کررہے ہیں۔یہاں بھی نام ہی نام......امام کا پیغام اور کام نہ یہاں نہ وہاں۔

البتہ رافضیوں نے اپنے عقائد ونظریات اس قدر عام کر لئے کہ اس ضلع کے دیہاتوں کی سُنی اکثریت سرمایہ داروں، جاگیرداروں کے ڈیروں پر ان کے حقہ پانی بھرنے، انکے اسلحہ اور سواری کی صفائی اور کھریرا کرنے والے، ان کے کتوں کو دودھ مکھن تیار کرکے کھلانے والے ملازمین! مذہب سے اس قدر بیگانہ ہوگئے کہ ایمان تو گیا ہی تھا ......غیرت بھی جاتی رہی۔عزت لٹتی......تب بھی سید کے سین کو سلام اور شاہ جی ڈاھڈے (طاقتور) بندے نیں......کہہ کر خاموشی اختیار کرلی۔اتنے واقعات وشواہد ہیں اگر لکھیں پوری کتاب بن جائے۔کس کس کا بیان کیا جائے۔

ایک مرتبہ جھنگ کے ایک جاگیردار نے ایک دوسری برادری کی سرکشی کی یوں سزادی کہ انکی جواں سال لڑکیوں کو مادرزاد ننگا کرکے ان کے مردوں کے سامنے چوک میں نچوایا اور پھر معافی دیکر احسان دھرا۔جب غیرت اور عزت نفس کا یہ عالم ہو تو پھر ......دیگراں راچہ رسد

یہاں تک کہ خود مولانا کی برادری میں رفض وشیعت موجود تھی اور آپ کے ننھال میں بھی اور گرد و پیش میں بھی۔

باہمی رشتے ناطے کرنے کا عام رواج تھا، خاوند سنی ہے تو بیوی شیعہ اور بعض جگہ خاوند شیعہ ہے اور بیوی سنی الاصل ہے جو بچے ہوں گے آپ خود اندازہ کر لیں......

اس ماحول کو ایک واقعہ سے سمجھ لیں! جسے مولانا نے کئی مجالس میں خود بیان فرمایا کہ بچپن میں جب کہ مَیں چہارم کلاس میں تھا۔ ہمارے ہاں ایک شیعہ لڑکا کام کاج میں ہاتھ بٹاتا تھا اور فصل آنے پر اسے کچھ دے دیا جاتا۔ ایک مرتبہ وہ ہمارے بیل کو گھاس ڈال رہا تھا کہ بیل کے مڑتے ہوئے اسے دھکا لگا۔ اس نے جھٹ سے کہا ......او موذی، او مُعاویہ...... میرا ماتھا ٹھنکا! اتنا مجھے معلوم تھا کہ مُعاویہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول کا نام ہے مَیں نے اس سے پوچھا تو نے یہ کیا کہا؟ اس نے کہا یہ "ایلی مولا (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے دشمن کا نام ہے" مَیں نے بگڑ کر اس کو برا بھلا کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مَیں بڑا ہو کر اپنے مذہب کا مولوی بنوں گا.... پھر تم سے سمجھوں گا۔ ساتھ ہی والد صاحب سے اس نوجوان کی شکایت کی تو انہوں نے مار پیٹ کر اسے بھگا دیا اور بات آئی گئی ہو گئی مگر میرے دل سے آج تک محو نہیں ہو سکی۔ یہ اس ماحول کی ہلکی سی جھلک ہے...... آمدم برسرِ مطلب!

حضرت مولانا حق نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ماحول میں آنکھ کھولی اور اپنے بچپن کے دور میں جو دیکھا...... وہ انکے قلب صافی پر نقش رہا۔ میری آئندہ گزارشات کو سمجھنے میں اور حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کو پرکھنے میں ان امور کو پیشِ نظر رکھنا سودمند رہے گا۔ مولانا حق نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علم و بصیرت اور تحقیق و جستجو کے بعد جس چیز کو حق پایا...... اسے پورے طور پر بلا خوف لومة لائم برملا بیان کرنا شروع کر دیا۔

خانگی احوال

حضرت مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ جب جھنگ آئے اس وقت غیر شادی شدہ تھے۔ مارچ 1977ء کو آپ کی شادی ننھیال میں ہوئی۔اہلیہ ماموں زاد ہیں جنکی قوم (جھگڑ) کہلاتی ہے۔شادی والد صاحب اور دیگر برادری کی مرضی کے ساتھ سادہ اسلامی طریقے پر سرانجام پائی۔اہلیہ بھی پرائمری تک پڑھی ہوئی ہیں......اردو پڑھ، لکھ اور بول لیتی ہیں۔انکی اہلیہ کے بیان کے مطابق اولاً میں وہیں رہی۔تین ماہ بعد یہاں جھنگ لائی گئی۔یہاں اوّل اوّل مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ وقت گھر سے باہر کی سرگرمیوں کے باعث مَیں خاصی پریشان رہتی۔اگر چہ سُن رکھا تھا، لیکن حالات کا تجربہ نہ تھا۔بعد میں جلد ہی حالات سے سمجھوتہ کرلیا۔اس کے بعد جلد ہی مجھے اپنے گھر اور گردو پیش کی سمجھ آگئی اور ماحول کو سمجھنے میں کچھ زیادہ دیر نہ لگی۔معاملات میں وہ میرے لئے بہترین شوہر اور بچوں کیلئے نہایت شفیق باپ تھے۔ایک وضاحت پر بتلایا کہ بچوں میں سب سے چھوٹے مسرور نواز سے زیادہ پیار کرنے لگے تھے۔گھر آتے ہی میلا کچیلا جیسا ہوتا......اٹھالیتے، اسے پیار سے یا صاحبی السجن کہتے۔

نیز بتلاتی ہیں کہ جب انکی پیدائش ہوئی......اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ میانوالی جیل میں نہایت ہی کربناک تکالیف اور صعوبتیں برداشت کررہے تھے۔وہیں سے مسرور نواز نام تجویز کرکے بھیجا تھا۔یہ عجیب قدرت خداوندی کا ظہور تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں بچے جب پیدا ہوئے ہیں......آپ جیل میں ہوتے اور وہیں اطلاعات ملتی رہیں۔

پروگرام پہ جاتے ہوئے جہاں جانا ہوتا مجھے بتا کر جاتے، اجمالی سا نام لے دیتے۔

اسی طرح واپسی کا پروگرام بتا جاتے۔ اگر مزید رکنا پڑتا تو ٹیلی فون پر اپنے متعلقین کو اطلاع دیتے اور وہ مجھے بتا دیتے۔ (اس وقت گھروں میں عام طور پر فون نہ تھے....راقم)

خارجی امور میں میری رائے نہیں سنتے تھے۔ فوراً کہہ دیتے! توں نہیں سمجھ سکتی۔ یہ جن لوگوں کا کام ہے، وہی کر سکتے ہیں اور رائے بھی انہیں کی صحیح ہو سکتی ہے۔

ان کے کہنے کے مطابق مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خطرات سے مجھے کبھی آگاہ نہیں کیا۔ کبھی کوئی ایسی بات زبان پر آ جاتی تو کہہ دیتے "اللہ مالک ہے" ہاں! جب چنڈ (جھنگ) کے قریب آپ پر حملہ ہوا تو مجھے خاصی تشویش ہوئی۔ اس موقعے پر میں نے کہا! اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو ہم بدلہ لیں گے۔ اس پر ہنستے ہوئے کہنے لگے!" کملی ایں توں کیویں بدلہ لیسیں؟ انہاں دے ہتھ لمیرے ہن"۔

اپنی برادری اور علاقے کے مسائل بھی اب انہی کے پاس لائے جاتے......اور آپ کا فیصلہ بہ سر و چشم تسلیم کر لیا جاتا۔ اہلیہ کا بیان ہے! ہم دیہاتی لوگ ہیں ......موٹا جھوٹا کھانے کے عادی ہیں۔ ساگ پات، اچار، چٹنی اور لسی وغیرہ، مگر مولانا کو ہمارے ان کھانوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک مرتبہ میں نے پودینے کی اپنی بنائی ہوئی چٹنی آگے بڑھائی اور کہا! یہ چٹنی ہے۔ آپ نے انگلی سے چکھی اور پھر چاٹتے چاٹتے ختم کر دی۔ میں نے کہا یہ کیا؟ کہنے لگے! تم نے ہی تو کہا تھا چٹنی (چاٹنی ہے) میں نے تعمیل کی اور چاٹ لی۔

جب میں شکایت کرتی کہ آپ گھر میں بہت کم وقت دیتے ہیں تو فرماتے "توں وی کملی ایں" لوگ تو مجھے کچھ کچھ سمجھنے لگے ہیں مگر تُو سمجھ نہیں سکی۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ کو کوئی کام لینا ہے، میں تو اہم کام میں لگا ہوا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے دو شادیاں کیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سات بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ بڑے بھائی شیر محمد اور آپ سے چھوٹے بھائی کا نام شمس الحق ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا......والدہ ماجدہ شیر خوارگی میں وصال پا گئی تھیں اور والد صاحب نے 1976ء میں وصال پایا۔والد صاحب نے آٹھ ایکڑ زمین چھوڑی۔جس میں مذکورہ بالا بھائی بہن شریک ہیں ۔بڑے بھائی شیر محمد کھیتی باڑی ہی کرتے ہیں ۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی اس کی تقسیم یا کھیت دیکھنے میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔انہیں صرف اور صرف مشن کی دھن تھی اور بس۔

بوقت شہادت، تین بیٹے چھوڑے۔بڑے بیٹے اظہارالحق چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے"اور 16 مارچ کو لاہور مینار پاکستان کے جلسے میں اظہارِحق بھی کر چکے ہیں"۔ منجھلے بیٹے حسنین معاویہ دوئم میں اور چھوٹے مسرور نواز ہیں۔عمریں علی الترتیب گیارہ سال، آٹھ سال، ڈیڑھ سال تھیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد جہاں متعلقین نے دیگر مسائل پر غور کیا۔وہاں یہ مسئلہ بھی زیرِغور آیا کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیوی بچے کہاں رہیں؟ تو بالاتفاق یہی طے ہوا کہ اپنے اسی مکان میں قیام پذیر رہیں۔اور رافضیوں کی طرف سے انکی اہلیہ اور بچوں کو جو دھمکیاں دی جارہی ہیں......اس پر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل اور امید ہی کو سہارا بنایا جائے۔ البتہ احتیاط رکھی جائے گی۔اس سلسلہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے بھائی جو حافظ قرآن ہیں اور سرگودھا میں ایک جگہ مقیم تھے......کو یہاں بلا لیا گیا اور جامع مسجد حق نواز شہید میں امامت کے فرائض وہ سرانجام دیتے ہیں اور اپنی ہمشیرہ کے ہاں ہی مقیم ہیں۔(اب نہیں ہیں)

یہ گھرانہ اب چونکہ پوری قوم کی حسن عقیدت ومحبت کا مرکز بن گیا ہے اسلئے بظاہر اب کوئی تشویش نہیں ۔تاہم انکے بچے بھی انہی کا نقش ہیں ،وہ خود سارا منظر دیکھ سُن کر بحمدہٖ تعالیٰ بے خوف وخطر ہیں۔ فاللّٰه خیر حافظاً وھوارحم الراحمین

❁❁❁❁

منازل ارتقاء ورفتار ترقی

ضلع جھنگ میں چنیوٹ سے قریب ہی ربوہ کا مقام ہے۔ جہاں قادیانیت کا شجرۂ خبیثہ اپنے برگ و بر کے ساتھ موجود ہے۔ یہ علاقہ گویا کہ مرزائیت کا گڑھ ہے۔ چنیوٹ کی دوسری جانب رجوعہ وغیرہ بعض علاقے شیعہ آبادی پر مشتمل ہیں۔ اسکے علاوہ بھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ پورے ضلع میں تحصیل شورکوٹ تک اور اس سے آگے ایک پٹی کبیر والا تک شیعہ آبادی موجود ہے۔

جھنگ کے مذہبی عناصر ترکیبی بظاہر کچھ یوں بنتے ہیں............شہروں میں غالب اہلسنّت والجماعت (دیوبندی اور قدرے اہلحدیث)......دیہی آبادی میں گدی نشین (جن کے متبعین 'بریلوی' کہلاتے ہیں)......اور شیعہ اور مرزائی۔ بریلویہ کو ملا کر آبادی کے لحاظ سے اہلسنّت بہر حال غالب اکثریت میں ہیں......مگر باطل کے مقابلے میں دینی اقدار کی سربلندی کیلئے جانثاری، جان فروشی کیلئے میدان میں زیادہ تر "دیوبندی" ہی ہیں۔ اس لحاظ سے اہل حق ......قلّت کے باوجود اپنی معرکہ آرائیوں اور بے نظیر دینی حمیت اور اعلیٰ صلاحیتوں کو دینی محاذ پر صَرف کرتے رہنے کے باعث غالب محسوس ہوتے ہیں۔

چنیوٹ میں سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت مندانہ قیادت اور ختم نبوت کے محاذ پر وسیع ترین قومی وملی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ اور ایک زمانہ اس کا معترف! آپ عرب وعجم میں یکساں مقبول ہیں۔

چنانچہ جس وقت مولانا حق نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جھنگ آئے ......حضرت سفیر ختم نبوت مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ پر ابتلاء آزمائشوں اور جیلوں اور بیڑیوں کے دروازے کھلے تھے اور مرزائیت خاصی سَر چڑھی ہوئی تھی۔ مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ باصلاحیت، محقق اور

مضبوط قوت ارادی کے مالک اور فطرۃً بے خوف اور نڈر آدمی تھے۔ وہ بھی اسی محاذ میں کود پڑے اور قادیانیت کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ مسئلہ ختم نبوۃ پر مبرھن و مدلل تقاریر ہونے لگیں۔ عرصہ دراز تک آپ کی تقاریر کا موضوع...... اتباع سنت، احتراز عن البدعۃ، مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کا رَدرہا۔

اسی ثناء میں 29 مئی 1974ء کو ربوہ اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلم طلباء پر سفر پر جاتے ہوئے "مرزا قادیانی کی گستاخی اور ختم نبوت کے حق میں نعرے بلند کرنے کی پاداش میں" واپسی پر قادیانی گماشتوں نے انہیں اس کا مزہ چکھانے کیلئے ٹرین پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ قدرت کی کرشمہ سازی...... کہ اس غنڈہ گردی کے خلاف ملک بھر میں لام بندی ہو گئی اور سلسلہ احتجاجات کے بعد تحریک چل نکلی۔ چونکہ اس معرکہ حق و باطل میں پوری تحریک کا مرکز جھنگ تھا۔ اس لئے یہاں انتہائی جذباتی ماحول پیدا ہو گیا۔ اس مرحلہ پر مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علماء سے مل کر فوری اور مؤثر اقدامات کئے۔ 30 مئی کی شام "جامع مسجد مومن پورہ جھنگ صدر" میں ایک بہت بڑا جلسہ عام ہوا...... جس سے متعدد دیگر علماء شہر کے علاوہ نئے ابھرتے ہوئے خطیب مولانا حق نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا۔ اس خطیب کے جوش کے ساتھ ہوش میں زوردار دلائل سے مزین نہایت بلیغ انداز میں مؤثر خطاب نے لوگوں میں ہلچل مچادی...... نگاہیں اٹھیں...... دل ڈھل گئے ...... اور نوجوان پرعزم ہوئے۔

عوام و خواص کی توجہ اس شخص پر مرکوز ہو گئی۔ کچھ چہ مگوئیاں بھی ہونے لگیں کہ اب یہ باہر نہیں رہے گا۔ اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور پھر نا معلوم قائم رہ سکے یا نہیں؟

جہاں عوام میں داعیہ ابھرا تھا وہاں..... واقعی سرکاری، درباری حلقے اس باغی مقرر کے بیان سے پریشان ہو گئے تھے، چنانچہ تیسرے دن گرفتار کر لئے گئے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

فیلڈ میں آنے کے بعد پہلی گرفتاری تھی، جو ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری میں ہوئی۔

تحریک چلتی رہی......علماء وعوام کی گرفتاریوں کا سلسلہ چل نکلا، نتیجہ سے قارئین آگاہ ہیں۔ مگر اس نوجوان عالم دین کی خطابت اور اظہار مافی الضمیر پہ قدرت اور مخفی ملکات کے جوہر سے لیڈر اور علماء کے ساتھ ساتھ عوام کا طبقہ بھی آگاہ ہو گیا۔

ادھر اسکی قید اور گرفتاری نے اس کے عزم، جوانی اور حوصلے کو اور زیادہ جلا بخشی اور جب رہا ہوئے تو نئے ولولے اور جوان حوصلے کے ساتھ مچلتی آرزوئیں لئے ہوئے یہ رنگ اب اسکی تقریروں میں واضح اور زیادہ نکھر کر نظر آنے لگا۔

اب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد پیپلیاں والی (اب جامع مسجد حق نواز شہید ہے) میں صبح کو درس قرآن اور عشاء کے بعد درس مشکوٰۃ شریف کا معمول بنالیا تاکہ عوام کی اصلاح کے ساتھ ذہن سازی بھی ہو سکے۔ اس کے ساتھ وقتاً فوقتاً گردو پیش کے جلسوں، اجتماعات میں خطابات کیلئے مدعو ہونے لگے۔ عوام کا رجحان اس ابھرتے ہوئے "جوہر تابندہ" سے استفادے کی طرف مائل ہو گیا۔ اس طرح یہ سفر جاری ہو گیا......مسافر اپنی منزل کی طرف گامزن رہا اور چلتا ہی رہا۔ اب بعض مرتبہ اپنے ہم سفروں کو تھکا دیتا مگر خود نہ تھکتا، نہ رکتا وہ چلتا رہا اور جس وقت اس مسافر کے سفر کا اختتام ہوا تو وہ اپنے پیچھے ایک دنیا کو محو سفر چھوڑ کر گیا......

جس وقت وہ سفر آخرت پہ روانہ ہوئے۔ اس وقت وہی مولوی حق نواز ہر کہہ ومہہ کی زبان پر......شیر اسلام......شمشیر بے نیام......وکیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اب یہ عوام کے دلوں میں بستے تھے......وہ اب قوم کا فخر اور سُنیوں کا سرمایہ تھے......ملک کی عزت و آبرو تھے۔ اب وہ "حق ہے بھئی حق ہے......حق نواز حق ہے" "جیوے جیوے......حق نواز" "جیوے جیوے......جھنگوی جیوے" "جینے کا انداز، مرنے کا انداز

......حق نواز، حق نواز'' جیسے لامتناہی نعروں کا سلسلہ لئے ہوئے تھے۔قدرت کے اس شاہکار کی فکری ضیاپاشیوں سے ایک دنیا مستنیر ہوچکی تھی۔

؎ بڑے غور سے سُن رہا تھا زمانہ......ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

جب انکے پروگراموں کا سلسلہ جھنگ سے باہر نکلا تو ایک دنیا ان کے وعظ کی دلدادہ ہوگئی۔اب انکی تقاریر سننے کیلئے دیہاتوں، شہروں سے لوگ اُمڈے آنے لگے، حتیٰ کہ وہ وقت آن پہنچا کہ مسجد اور ملحقہ گلیاں اپنی تنگ دامنی کا گلہ کرنے لگیں۔پھر مسجد کی توسیع کی گئی اور وہ شہر کی بڑی اور خوبصورت مسجد بنی۔اسکی دوسری منزل بھی بنائی گئی، ڈبل سٹوری اور اس کے ساتھ تین منزلہ عمارت انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے دفتر کیلئے تیار ہوگئی۔گلیاں پختہ وصاف بنائی گئیں مگر شائقین وسامعین کا سیلاب پھر بھی قابو میں نہ لایا جاسکا تو اہل محلّہ بوقت ضرورت اپنے گھر خالی کرکر کے نماز جمعہ اور اجتماع کیلئے دیتے رہے۔کیوں نہ ایسا کرتے؟ یہ ان کیلئے باعث مسرت وفخر تھا۔اب انکے خطابات سننے اردگرد کے اضلاع وآبادیوں سے لوگ آنے لگے، ان کی تقاریر کی ریکارڈنگ اور پھر ترسیل واشاعت بھی ایک مستقل کاروبار بن گیا۔ان کی پورے ملک اور بیرون ملک مانگ شروع ہوگئی۔

اب وہ جھنگ سے باہر قدم رکھتے تو فوری ان کے گرد چاہنے والوں کا ایک ہالہ سا بن جاتا۔گزرتے تو نگاہیں ادباً بچھی ہوتیں اور جذباتِ محبت موجزن ہوتے۔

اب جو چمکے، تو چمکتے چلے گئے......بڑھے، تو بڑھتے چلے گئے......نکھرے، تو نکھرتے ہی گئے......ابھرے، تو ابھرتے چلے گئے......پھر یہ نعرہ فضاؤں میں گونجنے لگا ''قدم بڑھاؤ، شیر ہمارے......ہم تمھارے ساتھ ہیں''۔اور شیر جھنگ سے....شیر اسلام کہلانے لگے۔اب آپ پورے پاکستان کے افق پر نمودار ہوئے۔پہلے مدھم ستارہ سمجھے گئے......پھر روشن ستارہ......پھر جب بادل چھٹ گئے تو وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح

ٹھنڈی روشنی بکھیرتے ہوئے نکلے اور فضائے بسیط پہ ضوافگن ہونے لگے۔اب شیر اسلام ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح پھیل گئے اور وسیع وعریض علاقے کو سیراب کرنے لگے۔

اب بہاؤ اور چڑھاؤ کے دوران گرفتاریاں، رہائیاں، امتحانات اور دیگر علائق بھی قدم روکنے کیلئے آگے آتے رہے مگر قدم اس رفتار سے بڑھنے لگے کہ وقت کی رفتار اس کا ساتھ دینے سے قاصر رہنے لگی ۔ ہتھکڑیاں ، بیڑیاں ،قید تنہائی ،مار پیٹ ،زجرو تنبیہ، دھمکی، جیل وحوالات کوئی چیز بھی ان کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی جنبش پیدا نہ کرسکی۔وہ ہر چیز کو پائے حقارت سے ٹھوکر مارتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

وہ قوم کو اپنی انقلابی فکر سے گرماتے ،قوم کے دلوں میں خوف خدا، عشق مصطفیٰ ﷺ، حبِ اصحاب کبریاء، اتباع شریعت ایسا جاگزین کرتے گئے کہ آپ کے سفر میں پیر و جواں جو بھی شریک ہوا.....خم ٹھونک کر اس کارگاہ میں اترا۔انہیں بھی ہر چیز سے بے نیازی سکھادی اور یہ راہ بتلادی۔ ؎ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

اب اس باہمت سالارِ قافلہ نے اپنے قافلے کی جتھہ بندی کی ''جس کو ہم انجمن سپاہ صحابہ کہتے ہیں'' اور انہیں زندگی بسر کرنے کا ہنر سکھایا، جینے کے مقصد سے آشنا کیا، انہیں مسلمانوں کا سا زندہ رہنا اور حق آشناؤں جیسا مرنا سمجھایا۔(تفصیل آگے آئے گی)

بہرکیف زندگی ایک مسلسل سفر ہے......اس کو کیسے گزارنا چاہیے؟ یہ 'گر' اس مسافر آخرت اور عاشق صحابہ رضی اللہ عنہم نے قوم کو سکھانا شروع کیا اور اس خوبی سے ان کے رگ و پے میں اپنی نصائح جاگزیں کرڈالیں۔

اس سفر میں بے بہا قربانیوں، بادمخالف کے تندوتیز جھونکوں اور آلام وآزمائشوں کے طوفانوں سے نبردآزما ہوتے ہوئے ترقی وقبولیت کی اس منزلِ رفیع پر جا پہنچے کہ جس علاقے میں آپ کا تبلیغی پروگرام ہوتا تو اشتہار آنے کے ساتھ ہی اعلیٰ انتظامی حلقوں میں

سراسیمگی سی پھیل جاتی...... آپکا راستہ روکنے کی تدبیریں ہونے لگتیں...... ٹیلی فون وتار بجنے لگتے...... کارکنوں اور منتظمین جلسہ پر دباؤ ڈالا جاتا ''خدارا اِسے نہ بلاؤ خطرہ ہے''

علاقہ کے سرمایہ دار، وڈیرے بھی سر جوڑ کر تدبیریں کرنے لگتے۔ انتظامیہ پر رشوت اور اثر ورسوخ کا دباؤ استعمال کیا جاتا کہ حق نواز کو نہ آنے دو..... ورنہ۔ اس سب کچھ کے باوجود جب شیر اسلام جا پہنچتے تو بھونچال سا آجاتا، انتظامیہ کی پوری مشینری حرکت میں آجاتی۔ تمام خفیہ ایجنسیوں کا لاؤ لشکر اپنے پورے ساز وسامان کے ساتھ وہاں لنگر انداز ہو جاتا۔ لمحے لمحے کی رپورٹیں ارسال کی جارہی ہیں۔ وائرلیس پر حکام بالا سے رابطے قائم ہیں۔ گھڑی گھڑی کی اطلاعات بہم پہنچائی جارہی ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ادھر اللہ کے اس شیر نے اس علاقے کے مسائل واحوال سے واقفیت حاصل کی۔ پھر اس پر اپنی رائے قائم کی، رفقاء سے مشورہ کیا اور جب اسٹیج پر نمودار ہوئے تو ان تمام بے اعتدالیوں کا نوٹس لیا...... حکام کو متنبہ کیا...... انتظامیہ کو درستی احوال کا صائب مشورہ دیا مسائل کا تجزیہ پیش کیا...... سیاست وطن پر جلی تبصرہ ہوا...... اور دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے لئے، سُنیوں کو جگایا اور گرمایا، زندگی کے مقصد حیات سے بے خبر آوارہ منش نوجوانوں کو جینے کا حوصلہ دیا، مقصد حیات کی لگن پیدا کی اور نسل نو میں ایک نئی روح پھونکتے رہے۔ ان کی اپنے ساتھ وابستگی کو صحیح سمت مہمیز کیا۔

❀❀❀❀

لباس

ابتداء میں نہایت ہلکے پھلکے، اکہرے بدن کے مالک تھے۔ بعد میں بدن کچھ بھرا بھرا سا لگتا تھا۔ قمیض وتہبند، قمیض وشلوار اور دو پلی ٹوپی پہلے پہلے لباس رہا۔ آہستہ آہستہ تبدیلی آتی رہی۔ سر پر ہمیشہ بال رہے، زلفیں (پٹے) ہر وقت بہار لاتی تھیں۔ گھر سے باہر قیمتی قراقلی ٹوپی پہننے لگے تو چھوٹے قد میں درازی محسوس ہونے لگی۔ (ہم نے طنز کیا ......دراز قامتی کے اظہار کیلئے نمائش ہے) پھر وہ ترک کردی۔ اور جالی دار ٹوپی زیب سر کرنے لگے۔

دراز کرتہ اور سفید شلوار، کندھے پہ بھلا سا رومال، پاؤں میں قیمتی کھسہ نہایت سجتا تھا۔ پہلے پہل ہاتھ میں کلہاڑی رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد پستول حمائل رکھنے لگے {حالات نے پلٹا کھایا...... کچھ موزونیت (شہرت وقبول) اور کچھ ناموزونیت (عداوتیں) نے وہاں لا کھڑا کیا کہ اب ہر وقت آپ کے ساتھ مسلح گارڈ رہنے لگا۔

عام سواری سے سفر بھی ترک کرنا پڑا، مگر خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی کوئی پروانہ ہوتی کسی تکلیف پر انتظام کا خیال تک نہیں لاتے تھے۔ ہم نے بہ تقاضا مجبور کیا اور لڑ جھگڑ کے آمادہ کیا تو اس کا بھی خیال رکھنے لگے اور پھر یہ اشیاء لازمہ سفر بن گئیں۔}

بوقت شہادت بالکل نیا سوٹ زیب تن تھا۔ نیا کھسہ، نئی واسکٹ زیب تن کر کے نکلے اور پھر آگے ہی لمبے سفر پہ چلے گئے۔

جن دنوں انتظامیہ سے اوجھل رہنا ہوتا یا گرفتاری دینے کا ارادہ نہ ہوتا تو پروگرام بھگتانے یوں نکلتے، جیسے کوئی کسان اپنی کھیتی کو پانی دینے نکلا ہو۔ سر پہ کھدری چادر کا

ٹاٹھا، اوپر چادر اوڑھے ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روپوشی میں آپ کا ہلکا پھلکا بدن بڑا معاون ثابت ہوتا تھا۔پاس کھڑے ہوئے سپاہی نہ پہچان پاتے۔ ایک مرتبہ ہمارے ہاں (سیٹلائٹ ٹاؤن میں) قیام تھا۔تین دن یہاں رہے اور وقتاً فوقتاً باجماعت نماز (پچھلی صفوں میں) ادا کی۔ کسی نے نہیں پہچانا۔ جب سی آئی ڈی کے حاضر باشوں کو بھنک پڑی اور ہمارے گرد منڈلانے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے درمیان سے گذار کر لے جایا گیا۔ خود فرمایا! ایک مرتبہ میرے گرفتاری کے وارنٹ تھے۔ مَیں نے چکر چلایا اور وہ چل گیا...... بھیس بدل کر جلسہ کی طرف جا نکلا اور بڑی معصومیت سے خود ہی ایک پولیس مین سے پوچھا! کیا آج یہاں مولانا حق نواز صاحب کی تقریر ہوگی؟ اس نے مجھے ڈانٹتے ہوئے اپنی لاٹھی کا جھوکا دیا اور کہا، جا صوفی اپنا کام کر...... چنانچہ صوفی صاحب نے اپنا کام کر دکھایا...... یہ علیحدہ بات ہے کہ صوفی صاحب کو ڈانٹ پلانے والے بعد میں کس قدر سٹپٹائے، مگر باز اُڑ چکا تھا۔

قد چونکہ دراز نہ تھا، اسلئے اگر ننگے پاؤں ایک ہلکی سی سادہ کپڑے کی چادر وغیرہ اوپر لے لیتے اور میلے کپڑے پہن لیتے تو چھوٹا سا بچہ لگتے اور شناخت نہ ہو سکتی۔ آنکھیں بھر کر دیکھتے تو رعب دار لگتے، مگر چشمہ کثرت سے استعمال کرنے لگے تھے اسلئے یہ وضع آخر میں متروک ہوگئی تھی۔

ہاتھ میں آخری ایام میں صرف ڈائری ہوتی یاوہ بھی نہیں۔ یوں سمجھئے کہ آپ کے تمام روپ حسب ضرورت ہوتے رہے۔ جب شہرت کے بام عروج پہ پہنچے، تو پھر یہ تبدیلیاں ممکن نہ رہی تھیں۔اس وقت جالی دار ہلکی پھلکی ٹوپی سر پہ، بھاری رنگین رومال کندھے پر، پاؤں میں کُھسہ اور بھورے رنگ کا یا سفید کرتہ شلوار بس یہی لباس رہنے لگا تھا۔

❀❀❀❀

تواضع وانکساری

شیر اسلام، مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو شخص اسٹیج پر شعلہ نوئی کرتے، گرجتے برستے دلائل و براہین کے انبار لگاتے، شرک و بدعات و اہل باطل، خصوصاً شیعہ کے عقائد باطلہ و خبث ظاہر پر حوالے پہ حوالہ دیتے اور رفض کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیرتے، خرمن سبائیت پر نشتر زنی کرتے ہوئے ...... یا انتظامیہ کے کل پرزوں کو ان کی غلط روش پر جھنجھوڑتے، کوستے ہوئے، ایسے ہی صدر مملکت، وزیر اعظم و وزیر اعلیٰ پر بھی تنقید کے تیر برساتے ہوئے اور واشگاف الفاظ میں تنبیہ کرتے ہو دیکھتا، سنتا۔ تو ایسے آدمی کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاثر عجیب سا ہوتا اور سوچتا کہ کتنا مغرور و سرکش آدمی ہے۔

کئی حضرات سے ہم نے خود سنا۔ "بڑا مغرور اور نخوت زدہ ہے اس کی تو نظر ہی کسی پر نہیں جچتی"، بعض لوگ غلط الفاظ بھی چسپاں کر دیتے۔ کیونکہ ادھر آپ کی بے نیازی اور خودداری بھی حد سے زیادہ تھی اور بعض مقررین کی طرح جلسوں کا وقت دیتے ہوئے سوداگری یا فیس چکانے پر سخت ترین جرح کرتے اور اسے ضمیر فروشی قرار دیتے تھے۔ فیس کا نام لینے سے برہم ہو جاتے۔ فرماتے! میں کوئی اس بازار کی...... ہوں؟ یہ دین ہے جو آپ کی ہی نہیں، بلکہ میری آپ سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ قرب و جوار والے اور اپنے کچھ دینا بھی چاہتے تو فرماتے! یہاں میرا کونسا کرایہ یا خرچ ہوا ہے۔ کھانے کے لئے ایک مہمان کا حق ہوتا ہے، وہ آپ نے کھلا دیا ہے یا میں گھر سے کھا کر آیا تھا، اسلئے پیسے کیسے؟ ہم نے بارہا دیکھا ...... کہ زبردستی جیب میں ٹھونسے گئے تو ناراض ہو گئے۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے فکری، بے نیازی اور حد سے زیادہ خودداری

اور بے باکی سے لوگ آپ کے بارے میں بعض مرتبہ غلط اندازہ لگا لیتے ۔حالانکہ آپ ﷫ میں تواضع وانکساری بھی حد سے زیادہ تھی ۔چنانچہ جو رفقاء واحباب اور قریب بیٹھنے والے احباب تھے انہیں بخوبی معلوم ہے کہ ان میں نخوت یا تکبر نام کی کوئی چیز سرے سے ہے ہی نہ تھی۔

ہر شخص کے مرتبہ ومقام کے مطابق برتاؤ کرتے ، بلکہ ہم جیسے چھوٹے اور غیر معروف ساتھیوں سے بھی اس احترام سے کھڑے ہو کر گلے لگا کر ملتے "حضرت تشریف رکھیں" جیسے الفاظ سے پیش آتے اور ملتے ملاتے ۔بعض مرتبہ اتار رکھ رکھاؤ ہوتا ، جیسے اپنے استاد اور محسن سے کیا جاتا ہے ۔کارکن بعض دفعہ الجھ جاتے تو پیار سے سمجھاتے ۔خود ہم نے کئی مرتبہ تنقید کی اور برہم ہوئے ، جیسے ڈانٹا جاتا ہے ۔مگر برداشت کر لیتے اور دلائل سے قائل کرتے ۔

اکابر ورفقاء، برابر کے علماء واہل علم سے ہمیشہ کھڑے ہو کر ملتے ، دونوں ہاتھ پھیلا لیتے اور معانقہ کرتے ،نشست پر بٹھاتے ، چائے پانی پلاتے ، حال احوال پوچھتے ۔اگر ملاقات کے علاوہ کوئی کام ہوتا تو فوری اس کے سلسلہ میں مشورہ دیتے یا کام کرواتے یا کروانے کا عہد اور ٹائم دے دیتے ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک سرگزشت ذکر کر دوں ، جو اسی اخلاقی جرأت سے متعلق ہے۔

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب 1987ء میں آپ ﷫ جامع مسجد قاضیانوالی محلّہ ذکبراں کے جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر کے ساتھیوں سمیت فیصل آباد جیل میں ٹھونس دیے گئے ۔(اس واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی)اس ظلم وجور کے خلاف ہماری بھرپور تحریک چل رہی تھی اور متحدہ سُنی کونسل کے نام سے مشترکہ پلیٹ فارم سے جلسے ، جلوس اور اقدامات کئے

جارہے تھے اور مثالی اتحاد کے ساتھ مظاہروں کا اہتمام ہوتا رہتا تھا۔

اسی سلسلے میں متحدہ سُنی کونسل کے فیصلے کے مطابق ہمارے ہاں سیٹلائٹ ٹاؤن میں جلسہ ہونا قرار پایا۔ ہم نے اشتہارات، بینرز اور دیگر انتظامات مکمل کر رکھے تھے کہ اس اثناء میں مذاکرات کے بعد تمام گرفتاروں کی رہائی کا مژدہ سننے میں آیا۔ کونسل نے فیصلہ کیا کہ نامعلوم گورنمنٹ کی نیت کیا ہو؟ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کوئی چکر چلے گا، اسی لئے ہمارا جلسہ ضرور ہونا چاہئے۔ کینسل نہیں کرنا۔ اگر رہائی واقعی ہوگئی تو اسے احتجاج کی بجائے ہم شکریے کا اور استقبالیے کا جلسہ قرار دے لیں گے۔ بہر حال قافلہ ادھر سے ہی آئے گا اور چونکہ سیٹلائٹ ٹاؤن راستے میں ہی آتا ہے ...... پہلے وہیں مولانا کو پہنچائیں گے اور جھنگ صدر بعد میں لے جائیں گے۔

مگر ہوا ایسے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی رات کو بڑی تاخیر سے عمل میں آئی اور خوشی کے ترنگ میں جلوس سیدھا جھنگ صدر چلا گیا۔ پیپلیانوالہ ان کی مسجد میں ہی جلسہ اور استقبالیہ تقاریر ہوئیں۔ ہمارا سارا کیا دھرا پڑا رہ گیا۔ مجھے بڑا صدمہ ہوا کہ خود ہی ہمارے اخراجات کروائے اور انتظار میں ڈالا اور اب مجھے مخالفین کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔

(ہمارے مدرسہ و مسجد کے علاوہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں بیشتر غالیوں کا قبضہ ہے) [1]

مَیں ناراض ہوگیا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے بھی نہ گیا۔ کئی دنوں کے بعد مولانا نے میرا پوچھا! وہ کہاں ہیں؟...... تندرست ہیں؟...... کہیں پیچھے وطن گئے ہوئے ہیں؟...... ملنے نہیں آئے۔ ساتھیوں نے تفصیلات بتائیں اور میری ناراضگی کا ذکر کیا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا! جو لوگ ہمارے محسن ہیں، ہمارے لئے جان و مال صرف کر رہے ہیں اور وہ مخالفین میں بھی گھرے ہوئے ہیں۔ آپ لوگوں نے ان کی توہین کی ہے۔ وہ ناراضگی میں

[1] اب الحمدللہ مدرسہ عثمانیہ کو سیٹلائٹ ٹاؤن کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ اور اپنے پرائے سب یہاں سے فیض پا رہے ہیں۔

حق بجانب ہیں۔ہم ادھر سے آجاتے تو کیا فرق پڑتا۔

مولانا ﷫ کی طرف سے معذرتیں آئیں۔عدیم الفرصت ہونے کے باعث فون اور دیگر احباب کے ذریعہ سے رابطہ کی کوشش کی، مگر مَیں نہ مانا اور روٹھا رہا۔اس اثناء میں عید آگئی۔عید کے دوسرے دن گھر فون کیا، جو میرے بیٹے حافظ عثمان احمد نے اٹھایا۔پوچھا ابو گھر ہیں؟ ان کا فوری کہیں جانے کا پروگرام تو نہیں؟ جب تسلی کر لی تو اس سے کہا...... مَیں انہیں عید ملنے اور معافی مانگنے آرہا ہوں۔تاہم تم ان سے ابھی کچھ نہ کہنا۔بتلانا نہیں کہ وہ آرہا ہے۔عثمان نے مجھے بتلا دیا کہ میرے کسی دوست کا نہیں...... حضرت مولانا حق نواز صاحب کا فون تھا اور وہ یہاں آرہے ہیں۔

تھوڑی دیر میں ہی حضرت مولانا ﷫ ایک فلائنگ کوچ میں اپنے ساتھیوں اور سپاہ صحابہ کے بعض عہدے داروں سمیت آپہنچے۔اب جن الفاظ، تواضع وانکساری سے وہ معذرت خواہ ہوئے۔ان کے لکھنے کی مَیں اب مجال نہیں رکھتا......

ع وہ جب گلے مل گئے سارا گلہ جاتا رہا

جب تک میرے منہ سے واضح الفاظ میں یہ نہ کہلا لیا کہ مَیں نے دل سے آپ کو اور کارکنوں کو معاف کر دیا...... ٹلے نہیں۔بعد میں بڑی دیر قیام پذیر رہے اور جیل کے احوال کہے سنے۔(جو آگے مرقوم ہیں)

سیلائٹ ٹاؤن سپاہ صحابہ کے سیکرٹری عزیزم محمد عارف زاہد...... مخلص، جانثار اور فدائی ہیں۔مگر تنقید وجرح اور الجھنے سے باز نہیں آتے تھے۔مولانا ﷫ بھی سمجھتے تھے اور وہ تجربہ میں پورے اتر چکے تھے۔تو کئی دفعہ فرماتے!''نویں شہر (سیلائٹ ٹاؤن) والے میرے نال لڑدے ہی رہندے ہن'' اگر کوئی کارکن اس پر کچھ کہتا تو فرماتے! بھائی تم چپ رہو، تم ان لوگوں کو نہیں جانتے...... مَیں جانتا ہوں یہ کیسے لوگ ہیں۔

حکام اور انتظامیہ سے جن دنوں روپوش ہو جاتے، گرفتاری نہ دینی ہوتی تو اکثر و بیشتر ہمارے ہاں قیام ہوتا۔ ہمارا ظاہری لیبل ذرا ان کے سیاسی رخ سے مخالف تھا اسلئے باہمی اختلافات کے پردے میں یہاں بے فکری رہتی اور شہر کے امور کی نگرانی اور قریب سے مشورہ اور ہدایات میں آسانی رہتی اور میں ان سے معلومات حاصل کرتا رہتا۔ جو آج قارئین کی امانت کے طور پر نذر کی جارہی ہے۔

ان ایام میں بندہ نے ان کے سوزِ دروں کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ایک اور واقعہ کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا۔

جب جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس و کنونشن کا انعقاد ہونا قرار پا گیا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ و ولولہ قابل دید تھا۔خود مولانا نے ایک ایک عالم و فاضل، اکابر تو اکابر ...... مسلکی اختلاف رائے والے اصاغر کی بھی اس بے نفسی اور تواضع سے منتیں کیں اور شرکت کی درخواستیں کیں کہ وہ صاحب سرے سے یہ سوچنا ہی بھول جاتے کہ میرا ان سے مسلکی یا نظریاتی اختلاف رائے ہے یا میں انہیں اپنی تقاریر میں ہدف تنقید بناتا رہا ہوں۔ اب انکی دعوت پہ اس کانفرنس میں کیسے شرکت کروں گا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر ہاتھ جوڑ دیتے کہ صرف اور صرف عزت و ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خاطر، آبروئے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے تحفظ کیلئے آپ تشریف لائیں۔ چنانچہ اس عجز و انکساری سے پر خلوص دعوت کو کوئی بھی ٹھکرا نہ سکا۔جنہیں کوئی عذر ہوا نمائندہ بھی بھیجا اور معذرت بھی لکھ بھیجی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کانفرنس میں علماء اہلسنّت کی ریکارڈ شرکت تھی۔اس قدر شہرت و قبول عامہ رکھنے والا شخص اس تواضع سے پیش آئے ...... یہ صرف مقصد کی لگن اور سچے خلوص سے ہی ہو سکتا ہے۔بہر حال آپ رحمۃ اللہ علیہ میں انکساری بہت تھی۔مگر التکبر مع المتکبرین عبادۃ والا معاملہ بہر حال تھا۔

عادات وخصائل

مولانا رحمۃ اللہ علیہ بظاہر جلسوں میں اور مسائل اور گفتگو میں جس قدر حاضر دماغ اور چست و چالاک نظر آتے تھے...... اتنی ہی مزاج میں سُستی ، لا ابالی پن اور غفلت بھی انتہا کی تھی اور کئی مرتبہ اس قدر بے پروائی برتتے کہ ہم جیسے ان کے شیدائی اور فدا کار بھی تنگ آ جاتے اور الجھ پڑتے ۔ مگر کیا مجال برا منائیں ۔ بس اعتراف کر لیا اور پھر وہی ڈھاک کے تین پات...... روایتی سُستی جاری رہتی ۔

مسواک کرنے بیٹھتے تو کیا مجال آدھ پونے گھنٹے سے قبل فارغ ہو جائیں ۔ نہانے کیلئے غسل خانے میں گئے تو بلا مبالغہ ایک گھنٹہ صَرف کر دیا، خواہ باہر کوئی آدمی انتظار میں ہے یا کسی اہم کام کا حرج ہو رہا ہے یا سفر میں تاخیر ہو رہی ہے، ساتھی انتظار کر رہے ہیں ۔

کھانا کھانے بیٹھتے تو بمشکل ڈیڑھ روٹی کھاتے، مگر مجلس میں ابتداء اِن سے ہوتی اور انتہا بھی...... اب بیٹھے ہیں، لقمہ لیا پھر اسے انگلیوں میں دبایا، اب مَلتے رہے، اب گولا سا بنایا، پھر سالن میں دو یا تین مرتبہ آہستہ آہستہ ڈبویا، پھر آہستگی سے منہ میں رکھا ۔ اب چبانے کا مرحلہ ہے، باتیں بھی ہو رہی ہیں اور چبایا بھی جا رہا ہے، پھر ادھر ادھر ساتھیوں کا جائزہ لیا پھر دوسرے لقمے کی باری آئی، اسی طرح آدھ پون گھنٹہ گُل ہو گیا اور بعض مرتبہ پورا گھنٹہ نکل گیا ۔ (خاص طور پر سیاسی جدوجہد میں یہ مرحلہ بہت ہی گراں گزرتا تھا) ۔

کسی کام کا نو بجے صبح ٹائم دیا ہے تو بارہ بجے کے بعد کہیں کھینچ تان کر پورا کیا، البتہ جس کام کیلئے آمادہ ہو گئے تو پھر ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے ۔ یہ ان کی سرشت میں نہیں تھا کہ ہار مان جائیں...... کام کر کے چھوڑنا ہے، خواہ کچھ ہو جائے ۔

سفر میں چند منٹ ستانے کیلئے رکے، کپ دو کپ چائے پی، نمازِ سفر ادا کی۔ یہ سب امور دس پندرہ منٹ کے ہوتے، مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ وہیں باتوں میں لگ گئے اور پورا گھنٹہ گذر گیا۔ توجہ دلائی جاتی تو کہتے! ہاں چلتے ہیں، بس چلتے ہیں، اچھا چلتے ہیں.....

اور ایسے ہی مجلس میں کسی نے کوئی بات چھیڑ دی، تو باتیں چل نکلیں، آپ نے تبصرہ شروع کر دیا تو یہ دھیان مفقود ہے کہ آگے پروگرام دیا ہوا ہے۔ وہ خراب ہو جائے گا۔ اسی لئے اِن کے مزاج شناس ساتھی اب اِن کے ساتھ چمٹے رہتے تھے اور وہ خود انہیں چلاتے اور اِن سے ڈیوٹی بھگتواتے تھے۔

افسران بالا میں سے کسی سے ٹائم لیا ہوا ہو، تو انہیں بھی انتظار کی کوفت میں ڈال دیتے۔ اب آفیسر صاحب اس پوزیشن میں ہیں نہیں کہ وقت ہی نہ دیں یا بگڑ کر ڈانٹ پلا دیں، لامحالہ گلہ شکوہ کیا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑی انکساری سے معذرت خواہ ہو جاتے اور جب گفتگو کا مرحلہ آتا تو سارا گلہ شکوہ جاتا رہتا...... انہیں اس طرح قائل کر دیتے

مذاکرات کے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ تھے، متعدد میٹنگوں میں ہم نے آپ کے مذاکراتی جوہر دیکھے۔ مجالس اور معاملات کی تو آپ جان تھے۔

بات اس قدر مدلل اور وزنی کرتے کہ سننے والے کو اپیل کر جاتی اور وہ لاجواب ہو جاتا۔ گفتگو میں ربط، شستگی اور تاثیر بلا کی تھی۔ ہم نے یہاں تک سنا کہ بھائی اس کی غلط بھی صحیح ہوتی ہے...... ہماری مَت مار دیتا ہے۔ مجلس میں شگفتہ باتیں، واقعات و امثال چلتی رہتی تھیں، مگر فحش گوئی سے سخت پرہیز کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں بھی طنز و مزاح بہت کم تھا، جن حضرات نے آپ کی تقاریر سنی ہیں یا اب ٹیپ شدہ سن رہے ہیں، ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ خوش الحان مطلقاً نہ تھے، بلکہ تقریر کی ابتداء میں تو آواز کرخت ہوتی۔ جو شخص پہلی مرتبہ

آپ ﷫ کی شہرت سن کر تقریر سننے آتا...... وہ ابتداء میں ڈھیلے ڈھالے الفاظ اور آواز کی کرختگی سے عجیب مخمصے میں پڑ جاتا کہ آیا یہی وہ شخص ہے، جس کا اتنا شہرہ ہے...... یہاں تو کچھ بھی نہیں۔

مگر جوں ہی بات کھلنے لگتی اور مضمون کی بندش میں جولانی آتی تو آواز کے زیر و بم میں بھی تلاطم آنا شروع ہو جاتا، پھر مد و جذر اس حد تک چلا جاتا کہ دریا کی روانی، سمندر کی طغیانی، بادِ صرصر کے تھپیڑے، ہواؤں کا دباؤ، وادیوں کی وسعت، پہاڑوں کی بلندی ......سب ہیچ نظر آنے لگتیں۔

قارئین کرام! کیا یہ عجیب بات نہیں؟ کہ ایک شخص جس کے پاس نہ الحان، نہ بلند قامتی، نہ حسن کی رعنایاں، نہ جدید دور کی اعلیٰ تعلیم، نہ ظاہری وسائل کی فراوانی مگر...... جب تقریر شروع کرتے تو ان کے الفاظ اور معانی کی موتیوں کی لڑی سے چننے والوں کی جھولیاں بھر جاتیں، پھر نہ تمسخر نہ تضحیک و تذلیل نہ سوقیانہ باتیں۔ دشمنوں کو بھی اپیل کر جاتے۔

بارہا فرماتے! آؤ میرے دلائل و براہین سنو، ان کو غلط ثابت کرو۔ تم اگر میرے دلائل و حجج کو غلط ثابت کر دو تو جو چور کی سزا وہ میری۔ جوشِ خطابت میں بارہا فرمایا! مجھے قتل کی دھمکیاں نہ دو...... یہ قید یہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہمارا زیور، ہمارا گہنا ہیں۔ ہم ان سے، تم نے دیکھ ہی لیا کہ نہیں ڈرتے۔ راہِ حق میں جان دے دینا ہمارے لئے اسی طرح آسان ہے جس طرح تمہارے لئے سینہ کوبی اور پٹکا...... شیعو! مجھے دھمکیاں نہ دو، میرے دلائل کا رَد کرو۔ مجھے سمجھا دَیا مجھ سے سمجھ لو......

فرماتے! شیعت یہودیت کا چربہ ہے، یہ مذہب نہیں یہ اسلام سے متضاد چیز ہے یہ عبداللہ ابن سبا یہودی کی روحانی اولاد ہیں، یہ صیہونی سازش کا تسلسل ہیں، مذہب حقہ

اسلام کے ساتھ ان کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ہم نے شیعت کو نہ سمجھا، نہ پرکھا، نہ پڑھا، نہ اس کے حقیقی خدو خال دیکھے، یہ کالے لباس میں اندر سے اس سے بھی زیادہ کالے ہیں۔ لوگوں میں جوان کیلئے اصطلاح ''کھٹل'' مشہور ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔

لوگوں کے جائز حد تک کام کاج میں ہر وقت مصروف رہتے۔ کسی سرکاری ملازم کو کسی افسر سے شکایت ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہو جاتا، مولانا ٹیلیفون فرما دیتے یا رقعہ لکھ دیتے۔ بے روزگاری کے مارے ضرورت مند ہر وقت آپ کے گرد منڈلاتے رہتے اور آپ خندہ پیشانی سے سفارشیں کرتے۔ ساتھی بھیج دیتے، اپنے دور نزدیک کے احباب کو دستی رقعہ لکھ دیتے، پیغام ارسال کرتے، کوئی نہ کوئی حل ضرور سوچتے۔ مایوس کسی کو نہ کرتے۔ کچہری، دفاتر کے چکر کاٹتے، ساتھ ہی ساتھ اپنے اوپر مقدمات کے طومار سے بھی نپٹتے رہتے۔ میٹنگیں، جلسے جلوس، اکابرین سے ملاقاتیں تمام امور پر بقدر امکان پورا اُترنے کی سعی کرتے۔

انتھک آدمی تھے، جھنگ سے باہر سفر میں آپ کے ہم سفر تلملا اٹھتے کہ یہ ہر وقت ہجوم اور شور وشغب و بے آرامی۔ بے پناہ رش میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ہم اکتا جاتے ہیں۔ کئی دفعہ مولانا مصروف کار اور ساتھی سو رہے ہیں...... اِن کی بے آرامی اور اُن کا آرام برابر۔

قارئین یہ بھی اندازہ کر سکتے...... جو شخص اس طرح سیاسی و مذہبی قد و کاٹھ کا مالک ہو، وہ نازنیں بن جاتا ہے۔ مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور زیادہ سخت جان ہو گئے تھے۔ پورے ملک کی سپاہ صحابہ کے امور بھی ساتھ ساتھ چلتے رہتے تھے، اسے کنٹرول کرتے۔ یاداشت اتنی عمدہ اور قابل رشک تھی کہ کراچی کے ساحل سے کاغان کی چوٹیوں تک کے دوست واحباب، سپاہ صحابہ کے عہدیداران کے نام اور کام ذہن میں ہیں۔ بیک وقت ایک صاحب شمالی

طرف سے آئے ہوئے ہیں ...... ان کے احوال پوچھ رہے ہیں تو معاً دوسرے صاحب آ گئے ...... ان سے ان کے احوال و مشکلات پر بات ہو رہی ہے، تیسرے صاحب سے ان کی سرگزشت پر مشورہ دیا جا رہا ہے۔ مجال ہے خلط ملط ہو جائے اور گڈمڈ کر دیں یا کسی صاحب کو کئی دفعہ دیکھا پرکھا ہو اور پہچان نہ لیں۔ عرصہ کے بعد آ جائے تو پہچان اور پوری نشان دہی کر دیتے۔ حکام اور افسران بالا سے لیکر ایک ادنیٰ کارکن تک سے شناسائی تھی۔ ایک واقعہ پر اس مضمون کو سمیٹتے ہیں۔

بابا غلام محمد جھنگ کے ڈی سی صاحب کے اہلکار ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مشہور و معروف عالم دین اور با اثر شخصیت ہونے کی وجہ سے مَیں مولانا مرحوم کا بڑا عقیدت مند تھا جب مولانا صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب یا یہاں کسی صاحب سے ملنے آتے تو مَیں آپ کو بٹھاتا اور واپسی پر چند قدم تک ان کے ساتھ احتراماً چلتا ہوا وداع کرتا۔ عرصہ دراز تک ان کا میرا معاملہ اسی سطح کی شناسائی تک رہا۔ بعد میں وہ از راہِ محبت پہلے سلام کر دیتے اور مجھ سے پوچھتے! چچا میرے لائق کوئی خدمت؟ میرا جواب ہوتا ...... بڑی مہربانی، بس آپ کی دعا چاہئے۔ اسے حسن اتفاق کہئے، شہادت سے چند دن قبل وہ کچہری آئے، حسب معمول مَیں نے اسی طرح مشایعت کی ...... آپ نے بھی وہی بات دہرائی، چچا غلام محمد میرے لائق کوئی خدمت؟ مَیں نے عرض کی ...... آپ کے ہاتھ پرنت نئی قیمتی گھڑی ہوتی ہے اور قیمتی رومال کندھے پر، مجھے بھی کوئی گھڑی دے دیں تا کہ وقت دیکھ سکوں اور نماز کی ادائیگی میں بھی آسانی ہو......

فرمایا بہت اچھا...... اور اپنے ساتھی سے کہا کہ یاد رکھنا یا لکھ لو کہ پرسوں جب ہم کچہری آئیں گے تو چچا غلام محمد کیلئے گھڑی لیکر آنی ہے۔ مَیں نے بات ٹالنے کی کوشش کی کہ مَیں تو ویسے ہی خوش طبعی کر رہا تھا...... معاف رکھنا۔ انہوں نے کہا! نہیں چچا یہ بھی

کوئی بات ہے؟...... مدتوں بعد میرے سوال کا جواب آیا ہے، انشاءاللہ ضرور پورا کریں گے
دوسرے یا تیسرے دن جب مولانا ؒ کا کچہری آنا ہوا تو بات ذہن میں نہیں رہی تھی۔ جوں ہی مجھ پر نظر پڑی، فوراً اپنے ساتھی سے کہا! وہ گھڑی والی بات تو بھول ہی گئی۔ فوراً سیکرٹری کو رکشہ پر کچھ سمجھا کر بھیجا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک قیمتی خوبصورت سی گھڑی لے آیا، وہ مولانا ؒ نے مجھے تھمادی۔ میں نے ٹالنے کی کوشش کی تو بڑی لجاجت سے محبت بھرے انداز میں مجھے پہنادی۔ بابا غلام محمد نے رندھی ہوئی آواز میں بیان کیا کہ شہادت سے صرف تین دن قبل یہ تحفہ مجھے دیا۔

اور پھر وہ نہ آئے......اور نہ کبھی آئیں گے ہی، بقا صرف اللہ تعالیٰ کو ہے......

(طبعی کمزوریاں)

ہر آدمی میں بعض کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ تمام خوبیاں اور کمالات ایک شخص میں سمٹ آئیں اور اس میں کوتاہی ذرا برابر بھی نہ ہو۔ پھر مصنف کیلئے یہ درست نہیں کہ ان کمزوریوں کو چھپا دے اور بیان ہی نہ کرے، میرے خیال میں یہ خیانت ہوگی۔

مولانا ؒ کے مزاج میں غیرت وحمیت کے ساتھ جذباتیت بیحد تھی، جس کی وجہ سے بعض دفعہ قدرتی طور پر معاملات الجھ جاتے......اس سلسلہ میں بے جانہ ہوگا اگر بیان کر دیا جائے کہ 1986ء کے سیاسی جدوجہد میں الیکشن کا جمعیت علماء اسلام نے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ مگر مولانا ؒ نے ایک شیعہ امیدوار کے بلا مقابلہ کامیاب ہو جانے کے خدشہ کے پیش نظر مقابلہ میں امیدوار کھڑا کیا اور اس کیلئے مہم میں خم ٹھونک کے میدان میں اترے اور ضلع کے دیہاتوں میں وسیع ورک کیا۔ مگر خود جھنگ صدر سے توجہ ہٹ گئی۔

چنانچہ یہاں سے ایک ہیروئن فروش رافضی کامیاب ہوگیا۔جس کا مولانا ﷫ کو بڑا دھچکا لگا۔اور زبردست برہمی کا مظاہرہ کرنے لگے اور اپنی جماعت کے علماء کے خلاف سخت زبان استعمال کرنی شروع کر دی کہ بائیکاٹ کے بہانے تم نے یہ لچکدار رویہ کیوں اختیار کیا؟ خاص طور پر جھنگ کے مولانا مفتی عبدالحلیم پانی پتی مرحوم ﷫ کے کردار کو زبردست تنقید کا نشانہ بنائے رکھا۔جس سے شہر میں کشیدگی کی فضاء پیدا ہوئی اور علماء میں اختلافات نے لوگوں میں بدظنی پیدا کی۔خود راقم الحروف سے بھی اس انداز کی وجہ سے ٹھن رہی تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کے مرتبہ عالیہ سے ہم کنار کر کے اپنی بارگاہِ عفو و کرم سے ایسے نوازا کہ ان کی کوتاہیوں کو بھی نیکیوں میں بدل ڈالا اور وہ سرفراز ہو گے......اور ہم یوں ہی منہ تکتے رہ گئے۔

ہمارے خیال میں انہی کمزوریوں میں سے وہ مناظرہ بھی ہے، جو آپ ﷫ نے سازشی عناصر کی چال سمجھے بغیر سرکاری انتظام میں کر ڈالا۔جس کے منفی اثرات دیر تک موجود رہے۔

مناظرہ جھنگ

آپ ﷫ کے جھنگ کے ابتدائی دور کی ہی بات ہے کہ پڑوسی مسجد پرانی عیدگاہ کے خطیب صاحب سے مذہبی چپقلش چل رہی تھی۔وقتاً فوقتاً بیان بازی جاری رہتی۔اس اثناء میں مولانا شہید ﷫ نے رضاخانیوں کے ایک دریدہ دہن مصنف کی ایک عبارت پر اعتراض اٹھایا کہ یہ ہمیں بے ادب کہتے پھرتے ہیں۔اس عبارت میں فداہ ابی و امی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی گستاخی کی گئی ہے۔جس پر مدمقابل نے جیسا کہ ان کا شب و روز کا شغل ہے، اکابرین اہلسنّت (دیوبند) اور خانوادۂ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ﷫ پر گستاخی کے الزامات کے طومار باندھ دیئے۔اِدھر سے جواب...... پھر جواب الجواب سے تلخی بڑھی اور مناظرے کی چیلنج بازی شروع ہوگئی۔بالآخر بریلوی، دیوبندی

مناظرہ طے ہوا۔اکابرین کوعلم ہواتو ناپسندیدگی کا اظہار کیااور روکنے کی کوشش کی گئی کہ ان دنوں خاکی نوری سیاسی سفر میں ہم سفر تھے......اور خاک کا پتلا حضرت مفتی محمود ؒ قیادت کر رہا تھا۔مگر بات رکی نہیں اور فریقین اَڑ گئے ۔ادھر سرکاری حلقے یہاں بھی مولانا حق نواز ؒ کو گرانے کیلئے اپنا کردار ادا کرنے لگے۔چنانچہ مقررہ تاریخ 27 اگست 1979ء کو جھنگ صدر سے مشرقی جانب گوجرہ روڈ پر بنگلہ نول والہ میں سرکاری انتظامات کے تحت سرکاری بنگلہ میں مابین شیر اسلام حضرت مولانا حق نواز جھنگوی ؒ ......اورسیال شریف کے شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی مناظرہ ہونا قرار پایا۔ فقیر کے خیال میں یہ بات بھی طرفین کیلئے باعث ندامت ہونی چاہئے تھی کہ موضوع مناظرہ یہ قرار پایا (منصفین کے الفاظ)

''دیوبندی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علماء بریلی کی عبارات جوانکی کتب معتبرہ میں موجود ہیں ۔گستاخانہ اور توہین انبیاء علیہم السلام پرمبنی ہیں ۔جب کہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علماء دیوبند کی عبارات جوانکی کتب معتبرہ میں موجود ہیں ۔گستاخی اور توہین انبیاء علیہم السلام پرمبنی ہیں''۔

ایسے موضوع کاانتخاب ہی جانبین کیلئے سوءِادب تھا۔مگرتعصبات نے جانبین کو اس راہ پر ڈال دیا تھا۔چنانچہ مذکورہ بالا جگہ میں یہ مناظرہ ہوا۔راقم اس کی تفصیل بیان کرنے سے قاصر ہے۔دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ منصفین کا فیصلہ لفظ بہ لفظ نقل کر کے قارئین پر معاملہ چھوڑ دیا جائے۔

بہر حال اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ مولانا ؒ نوجوان اور ناتجربہ کار تھے اور مد مقابل شاطر تھے۔پھران کا سیال شریف کی شیخ الحدیثی کی نسبت سے منصفین پر مذہبی اور نفسیاتی دباؤ موجود تھا۔علاوہ ازیں منصفین اور ججز کا چناؤ اور قبول بھی عجوبہ تھا۔

ججز کا تعارف یوں ہے:

1- جناب تقی الدین صاحب انجم، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ
(پہلے شیعہ تھے پھر بریلوی مسلک اختیار کیا، لیکن بیوی شیعہ رہی)

2- منظور خان ایڈووکیٹ .... غالی شیعہ وکیل

3- ماسٹر غلام باری صاحب .... متعصب بریلوی مولوی

ذرا ثالثوں پر نظر کریں...... ان میں سے ایک بھی غیر جانبدار جج نہ تھا۔ تمام کے تمام فریق مخالف کے مسلک کے حامی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے۔

منصفین (ثالثوں) نے یوں انصاف کر دکھایا کہ فریقین کا موقف درست قرار دے کر دونوں کے اکابرین کو گستاخ قرار دے دیا۔ البتہ مناظرہ میں نسبتاً وزنی دلائل قرار دے کر سیالوی صاحب کو کامیاب لکھا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ تسلیم نہ کیا اور سیالوی صاحب نے قبول کر کے دستخط کر دیے، گویا کہ اپنے آپ کو چھوٹا گستاخ مان لیا اور جھنگوی صاحب نے نہ مانا ...... ہمارے خیال میں یہ موقع بڑا ناگوار تھا، تاہم اس کے اثرات نے مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ میں تبدیلی پیدا کر دی اور یہ تبدیلی نہایت خوشگوار ثابت ہوئی۔ البتہ دوسرا فریق اب بھی اسی ڈگر پر چل رہا ہے...... شاید کہ وہ قبر تک اسے سنبھالنے کی کوشش کرے گا۔ کیوں کہ آثار یہی بتلا رہے ہیں۔

☆☆☆☆

(منصفین کا فیصلہ)

نوٹ: نقل برطابق اصل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج مورخہ 79-8-27 کو بمقام بنگلہ نول والہ تحصیل جھنگ، مولانا حق نواز صاحب عالم دیوبندی اور مولانا اشرف صاحب سیالوی عالم بریلوی کے مابین مناظرہ منعقد ہوا۔ جس کا موضوع یہ تھا۔

''دیوبندی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علماء بریلی کی عبارات جو انکی کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔ گستاخانہ اور توہین انبیاء علیہم السلام پر مبنی ہیں۔ جب کہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علماء دیوبند کی عبارات جو انکی کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔ گستاخی اور توہین انبیاء علیہم السلام پر مبنی ہیں''۔

مناظرہ مذکورہ میں دیوبندی مکتب فکر کی جانب سے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ......اور بریلوی مکتب فکر کی جانب سے مولانا عبدالرشید صاحب نے صدر مناظر کے فرائض انجام دیئے۔

ہم منصفین بالاتفاق فیصلہ کرتے ہیں اور اس مناظرہ میں مولانا اشرف صاحب سیالوی بریلوی مناظر کو ان کے نسبتاً وزنی دلائل کی بناء پر کامیاب قرار دیتے ہیں۔

غلام باری ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ریل بازار جھنگ صدر

پروفیسر تقی الدین انجم

محمد منظور خان ایڈووکیٹ

فیصلہ کی عبارت پڑھ کر ہی منصفین کی صلاحیتوں اور پرواز خیال کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اب قارئین خود غور کریں......

محمد الیاس بالاکوٹی عفی عنہ

شب جائے کہ من بودم

سوانح نگار کیلئے کسی شخصیت کی سیرت کی مکمل اور صحیح عکاسی نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ آدمی کے احوال مختلف ہوتے ہیں اور طبائع میں بھی تنوع ہوتا ہے۔بعض نہایت مضبوط قوت ارادی کے مالک...... پھر رزم میں...... بزم میں...... عوام میں...... خواص میں ......ایوان ہائے اقتدار کے زلف گرہ گیر کے اسیروں کے ساتھ معاملات اور رویے ......آزادخیال لوگوں سے واسطہ پڑنے میں وغیرہ وغیرہ۔

تو ایک ہمہ جہتی زندگی گزارنے والے کی سیرت کے یہ سارے رخ اور زاویے پیش نظر رکھنے پڑتے ہیں۔حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ مرد جری و بے باک لیڈر تھے، مذہبی و دینی راہنما بھی تھے۔چنانچہ آپ کی سیرت کا خلاصہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ میں تھا۔

ہو محفل یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
معرکہ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

مولانا رحمۃ اللہ علیہ دوستوں میں اور دیگر ملاقاتیوں میں شیریں زبان، نرم گفتار، ملنسار، بڑوں کیلئے مؤدب، ہر ایک کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھنے والے تھے۔جس طرح فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے! انزلوا الناس منازلھم (الحدیث) ہر ایک کے مقام و مرتبہ کا پاس لحاظ ضروری ہے۔

حقیقت میں امیرِ عزیمت رحمۃ اللہ علیہ انقلابی فکر کے متحرک آدمی تھے۔غیرت وحمیت دینی ...... ہر باطل کے مقابلے میں ڈٹ جانا...... حق وصداقت کی محض لفظی حمایت نہیں، عملاً پاسداری اور اس کیلئے اپنی جان لڑا دینا اور راہ حق کے کانٹوں کو بھی پھولوں سے زیادہ

عزیز سمجھنا...... ہر حال میں صبر و رضا کے مقام پر فائز رہنا...... اِن کا طرۂ امتیاز تھا۔

ہم جیسے عافیت کوش بعض مرتبہ حیرت زدہ ہو جاتے۔ خواہ کچھ ہو جائے، جسے حق سمجھنا اسے برملا کہہ دینا، بیان کر دینا اور عواقب و انجام کار سے بے نیازی ان کی خاصیت تھی۔ جرأت و دلیری میں وہ ضرب المثل بن گئے تھے۔ آخری سالوں میں ان کو کھانے، پینے، سونے ستانے کی بھی فرصت نہ ملتی تھی۔ جب دیکھئے فلاں جگہ فلاں مصروفیت میں۔ چنانچہ عوام میں ہر وقت گھرے رہتے تھے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلسہ کے آخری مقرر ہوتے تھے۔ اس لئے بارہ ایک بجے کے بعد آپ کی تقریر شروع ہوتی، اس سے قبل یا سفر میں ہیں یا مجلس میں مقامی مسائل کے انبوہ میں دبے ہوئے۔ اب جو تقریر شروع ہوئی تو...... خطابت کے جوہر دکھا رہے ہیں...... دلائل کے انبار لگا رہے ہیں...... الفاظ و معانی کے موتی لٹا رہے ہیں...... رفض و تشیع کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ اس نعرہ ہائے رست و خیز میں رات بیت جاتی کبھی تین کبھی چار بج جاتے...... پھر وہی ہجوم عاشقاں ہے اور آپ ہیں۔ اذان فجر ہوئی نماز کے بعد رخت سفر باندھا اور نئے پروگرام پہ نکل گئے۔ گاڑی میں ہی اونگھ لیا، ستالیا یا کہیں ساتھیوں کے کہنے پر آدھ گھنٹہ خلوت مل گئی تو آرام کرلیا۔

اس راہِ نوردی میں کیا کیا مصائب سہے...... وہ الگ داستان ہے۔ جس کے ذکر سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اپنی ہڈیاں تڑوائیں، زخم کھائے، ساتھی شہید ہو گئے، جیل میں بیڑیاں پہنائی جاتیں، بھوکا پیاسا رکھا جاتا رہا، الٹا لٹکایا گیا۔

ابتدائی دور میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و مقبولیت اس قدر نہ تھی تو گرفتاری کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس قدر ظلم ڈھائے گئے کہ قلم کو لکھنے کا یارا نہیں ہے۔ مگر کیا مجال کہ کسی جلسہ یا اجتماع میں اس کی تفصیل کا ذکر آئے یا نمود و نمائش کا ذریعہ اسے بنائیں۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

ہم اگر قصہ چھیڑ دیتے تو طرح دے جاتے یا چُپ رہتے۔ کوئی بات بتلانے پر آمادہ نہ ہوتے۔ ؏ تری اک خاموشی سب کے جواب میں

کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی دل سوختہ نے اظہار افسوس کے طور پر کہہ دیا! حضرت آپ پر بڑا تشدد ہوا، ظلم ہوا، سنا ہے ایسے ایسے تکالیف دی گئیں...... تو برجستہ جواب دیتے۔

اجی میاں! حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پھر بھی کم مار پڑی ہے۔ کبھی کہتے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے تو کم ہی مار کھائی ہے۔ بعض دفعہ فرماتے! برادرم جس طرح حق بیان کرنا اور حق کی حمایت ونصرت ہمارا ورثہ ہے۔ اسی طرح خدا کی راہ میں مار کھانا بھی ہمارا ہی ترکہ ہے۔ اگر وہ ہوگا تو یہ بھی ساتھ ہی ہوگا۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ برملا حق بیان ہو اور تم حق وصداقت کا علم اٹھائے پھرو اور لوگ تم پر پھول برساتے رہیں۔ آخر پتھر کھانے کی سنت کون پوری کرے گا؟ ہم چُوری کھانے والے مجنوں نہیں ...... خون دینے والے ہیں۔

فرماتے! ہم نے جو راستہ اپنایا ہے پوری طرح سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ محض وقتی جوش وجذبہ، فنکارانہ نمود ونمائش کیلئے نہیں آئے۔ اس راہ کی مشکلات کا اندازہ کر کے پھر خوب غور کر کے آئے ہیں۔ ہم نے جہاں دیگر مسائل کی تحقیق کی ہے۔ وہاں یہ حقائق بھی نظر سے گزرے ہیں کہ یہ راستہ کٹھن اور کانٹوں سے بھرا ہے۔ اس لئے ہم علیٰ وجہ البصیرۃ کہتے ہیں۔ حادثاتی نہیں۔ ہماری راہ اَن جانی نہیں، سوچی سمجھی اور اختیاری ہے۔

مجھے یاد ہے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تین محرم الحرام کو ملتان سے رہا کیا گیا تو دوسرے

ہی دن گرفتار کر کے (تفصیل دوسری جگہ موجود ہے) ملک کے مختلف جیل خانوں سے گزار کر آخر میں پاکستان کے کالے پانی "میانوالی جیل" میں رکھا گیا۔ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات پر زبردست پابندی تھی اور ملک میں آپ کی ذات کو ہوّا بنا کر پیش کیا جارہا تھا۔ہم چند احباب بڑی دقت سے ہوم سیکرٹری پنجاب، پھر ڈپٹی کمشنر جھنگ، پھر ایس ایس پی صاحب بہادر کی نوازشات سے اجازت پا کر میانوالی جیل میں ملاقات کیلئے گئے۔رفقاء سفر میں سے بندہ ہی رقیق القلب واقع ہوا تھا۔پھر ہم جس قدر جھکڑ بندیوں اور تلاشیوں وغیرہ کے مراحل سے گزر کر پہنچے تھے،اس سے ہماری سابقہ تشویش کو تقویت ملی تھی کہ ان پر کس قدر تشدد ہوا ہوگا جبکہ ان سے صرف ملاقات کیلئے ان جاں گسل راہوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

بہر حال جیل کے بڑے گیٹ کے اندر سے ایک طرف کمرے میں جہاں ہر چہار طرف بڑی بڑی لکڑی کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کروائی گئی۔مَیں بغل گیر ہوتے ہوئے آبدیدہ ہوگیا تو بڑے تعجب سے یوں گویا ہوئے، جیسے کچھ بھی تو ہوا نہیں...... یہ کیا...... آپ بالاکوٹی ہوکر...... مولانا! شہداء بالاکوٹ کے صحیح وارث بننے کیلئے آج کے دور میں یہ سب کچھ لابدی ہے۔اور وارث ہم ہی ہیں۔

انسپکٹر پولیس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا! یہ سب ہمارے برادر اور نیاز مند ہیں۔ باہر اخبارات میں جو تاثر دیا جاتا ہے یا زبانی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔وہ صحیح نہیں،ہم یہاں آرام سے ہیں۔

بھائی یہاں تو ہم ہی ہم ہیں۔ماشاءاللہ...... پھر دوسری گفتگو شروع ہوگئی۔اس دوران پولیس افسران اور دیگر سپاہیوں کے رویہ سے ایسے ہی مترشح ہوتا تھا،واقعی خدمت گزار ہوں۔بلکہ خود ملزم اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ افسر ہوں۔

بعد میں یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت ہوئی کہ جیل میں بھی شیر اسلام کی گونج سنی جا رہی ہے اور جیل کے کئی عادی مجرم اور بعض تمام عمر یا کم و بیش سزا یافتہ آپ کے ہاتھوں گناہوں سے تائب ہو چکے ہیں۔

اور کئی غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں، متعدد نے صحیح عقیدہ سمجھا اور سیکھا اور اب راسخ العقیدہ ہو کر باعمل زندگی گزارنے کا عہد کئے ہوئے ہیں۔ جبکہ تمام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام سمجھ لیا ہے اور اب باہر کی زندگی سنی العقیدہ بن کر نیکی میں گزاریں گے۔

❀❀❀❀

حضرت عائشہؓ.....جھنگویؒ کی امّی

عائشہؓ! کون عائشہ؟ سورہ نور کی مصداق عائشہؓ.....عائشہؓ! کون عائشہ؟ پیغمبر کی ردا عائشہؓ عائشہؓ! کون عائشہ؟ پیغمبر کی آبرو عائشہؓ.....عائشہؓ! کون عائشہ؟ جس کی تصویر جبریلؑ ریشمی رومال میں لپیٹ کر نبوت کو پیش کرے.....عائشہؓ! کون عائشہ؟ جس کے ہار کی تلاش میں صحابہؓ کی جماعت رکے اور تیمم کی آیت نازل ہو.....عائشہؓ! کون عائشہ؟ جس کو جبریلؑ خالق کا سلام پہنچائے.....

عائشہؓ! کون عائشہ؟ جس کا چبایا ہوا مسواک پیغمبرؐ استعمال کریں.....عائشہؓ! کون عائشہ؟ مقدسہ عائشہؓ پاکیزہ عائشہؓ، منزہ عائشہؓ.....کون عائشہ؟ امّی عائشہؓ۔

ہائے امّی! مَیں زندہ.....تیرا دشمن زندہ ہو؟ ہائے امّی! مَیں زندہ.....اور تیرا دشمن تجھ پر تبراء کرے تجھے گالی دے۔ امّی سُن! تیرا بیٹا کٹ جائے گا، مر جائے گا، بچے برباد کر دے گا۔ لیکن تیری عظمت کا پھریرا پاکستان کے چپے چپے پہ لہرا چھوڑے گا اور تیرے دشمن کے کفر کا اعلان گلی گلی جان پہ کھیل کے کر چھوڑے گا۔

ادارہ جامعہ محمودیہ

اسلامی مدارس دینی اقدار کی بقاء کے ضامن، مذہب کے قلعے اور اسلامی افواج کی چھاؤنیاں اور علماء سازی کی فیکٹریاں ہوتے ہیں۔ یہاں کی یکسوئی اور ماحول کی پراگندگی سے بچ کر مذہبی تعلیم میں انہماک اسلامی زندگی کی صحیح سوچ اور فکر پیدا کرتی ہے۔

مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ اسی راہ سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے۔اس لئے ان کی نظر میں اس کام کی پوری پوری اہمیت تھی۔مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ جس محاذ پر کام کر رہے تھے، اس پر وقتاً فوقتاً حکومت سے پنجہ آزمائی کی نوبت آتی رہتی تھی،اس لئے ان کے خیال میں جھنگ میں ایک ایسے دینی ادارے کی ضرورت تھی جو ان کی اپنی سوچ اور فکر کے تحت ایک مکمل تعلیمی ادارہ ہو اور وہ خودداری سے کام کرے۔حکومتی امداد یا عمل دخل اس میں قطعاً نہ ہو ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کی سرگرمیاں عوامی سطح کی ہیں اور آئے دن گرفتاریاں، مصائب و آلام اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، پھر عقیدت کیش اور بہی خواہ ان کی رہائی کیلئے اپنے جذبات کا اظہار، جلسے جلوس، میٹنگوں اور دیگر اجتماعات کے ذریعے کرتے ہیں۔لہذا مدرسہ جہاں بھی ہو، وہ ان سب امور سے الگ تھلگ ہو......تاکہ تعلیم و تربیت کا مقصد پوری لگن اور دلجمعی سے پورا ہو سکے۔

(سنگِ بنیاد)

فروری 1982ء میں ان کی یہ خواہش پوری ہونے کا سامان ہوا۔ایک معاون کے تعاون سے تقریباً سات کینال رقبہ محلہ پیپلیانوالہ سے تین میل کے فاصلہ پر برلب سڑک، سیٹلائٹ ٹاؤن سے مشرقی جانب پرفضاء مقام پر حاصل کیا گیا۔

مگر بعد میں یہ رقبہ سیٹلائٹ ٹاؤن سے جنوبی سمت کے ایک رقبہ سے بدل کر نسبتاً شہر کے قریب لے لیا گیا۔ (جہاں اب جامعہ محمودیہ کے نام سے ادارہ قائم ہے) چنانچہ 17 ستمبر 1982ء کو باقاعدہ طور پر مولانا کی استدعا پر آپ کے اساتذہ حدیث...... جامعہ خیرالمدارس کے مشائخ مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

(وجہ تسمیہ)

چونکہ سیاسی، مذہبی اور قومی سطح پر اس وقت مفکر اسلام، حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بولتا تھا اور پوری ملکی سیاست پر ان کی چھاپ موجود تھی۔ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ان کی عظیم قائدانہ صلاحیتوں کی بناء پر حسنِ عقیدت کی گہری چھاپ تھی۔

لہذا آپ نے حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اپنے اس ادارے کا نام ''جامعہ محمودیہ'' تجویز فرمایا۔ جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء نے پسند کیا۔

نوٹ!...... دلچسپ امر یہ ہے کہ اس عظیم مقصد کیلئے پیش رفت کے وقت جو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امیدوں کا مرکز بنا تھا...... عین سنگ بنیاد کے وقت آپ قریب ہی گوجرہ جیل میں پابند سلاسل تھے۔ مقررہ تاریخ سے تین دن پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرلیا گیا تھا، گویا کہ یوں تھا

ع ہم یہاں بیٹھے ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

ایسے ہی حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی نظر بند تھے۔ انہوں نے بھی شرکت نہیں کی تھی۔

رفتہ رفتہ عمارات تعمیر ہونا شروع ہوئیں۔ جیسا کہ مضمون بالا میں ذکر ہوا کہ مولانا

نے تین باتوں کا مدرسے میں ہمیشہ ہی پاس لحاظ رکھا......

1- سرکاری امداد یا عمل دخل سے آزادی

2- سیاسی اور خصوصاً موجودہ آزاد بلکہ دل آزار اخلاق باختہ، مذہب بیزار سیاست سے دوری۔

3- اپنی ذات کیلئے مدرسے سے کوئی مفاد نہ اُٹھانا، مثلاً تنخواہ یا کوئی رہائش یا رورعایت جیسے اپنی گرفتاری، رہائی مقدمات میں گویا مدرسے کی انتظامیہ کا کوئی عمل دخل نہیں۔

ضلعی انتظامیہ اور سی آئی ڈی کے سرگرم کارکنوں نے بھی جامعہ محمودیہ سے کبھی کچھ نہیں پایا۔ اگر چہ وہ بارہا ادارے کے گرد منڈلاتے پائے جاتے۔ چھاپے مارنے کی نوبت بھی آئی۔ البتہ مغالطہ انگیزی کیلئے ہماری جانب سے کبھی کوئی ایسا شوشہ چھوڑ دیا جاتا، ورنہ خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایسے مواقع پر مدرسہ سے کوسوں دور رہتے۔ مدرسے کے کارپردازوں کو آپ کی سرگرمیوں سے پیشتر بے خبری رہتی۔

جامعہ محمودیہ کی جوجگہ اس وقت خریدی گئی......اس کا دو ہزار روپے فی مرلہ سودا کیا گیا تھا اور مستقبل قریب میں ادائیگی کی یقین دہانی کرائی گئی۔ مگر بعد کے حالات نے آپ کیلئے وہ دشواریاں پیدا کیں کہ تادم رحلت اسی رقبے کا قرض موجود تھا۔ اور ایسے ہی زمین کا انتقال یا ادارے کے نام وقف کی تکمیل بھی نہ ہو سکی اور حسبِ خواہش عمارات بھی نہ بن سکیں۔ اس سلسلے میں اب سلسلۂ جنبانی ہو رہی ہے۔ [1]

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایک دینی ادارے کا قیام نہ تھا، بلکہ اعلیٰ پیمانے پر دینی، روحانی تربیت گاہ بنانا چاہتے تھے اور اسے یونیورسٹی تک پہنچانا چاہتے تھے۔ فرماتے! اسے ایک مثالی درسگاہ بنا کے چھوڑوں گا......مگر ع اے بسا آرزوئے کہ خاک شدہ

[1] اب رجسٹری اور ادائیگی ہو گئی ہے۔......(بالاکوٹی)

تاہم مدرسہ محمودیہ اس وقت مروجہ دینی مدارس کے ہم پلہ ادارہ ہے۔ مگر دورہ کا اجراء یا دینوی تعلیم کا الحاق، جیسا کہ آپ کے منصوبے میں شامل تھا۔ تا حال نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ کرے ان کے شیدائی آپ کی اس خواہش کی تکمیل کر سکیں۔[1]

جامعہ محمودیہ کا اسٹاف مولانا کی شہادت کے وقت نو افراد پر مشتمل تھا۔ ناظم ادارہ مولانا عبدالخالق صاحب، چار مدرسین درجہ کتب کے، 2 قاری صاحبان حفظ و ناظرہ قرآن مجید کیلئے، اسکے علاوہ باورچی اور خادم وغیرہ۔

(محلِ وقوع)

دس کمرے ایک لائن میں ہیں۔ 4 شمالی طرف، مشرقی جانب دارالحدیث کیلئے جگہ مختص ہے [2] درمیان میں کھلی جگہ پڑی ہے۔ مدرسے کی جنوبی سائیڈ میں مسجد کیلئے جگہ مختص ہے۔ اور اسی طرف کو طہارت خانے اور وضو کی جگہ ہے۔ اور بالکل جنوبی کونے میں جہاں سب سے پہلے ایک کچے کمرے کی بنیاد رکھی تھی، جسے اسٹور کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اس کے سامنے...... بانی مدرسہ، شیر اسلام، حضرت امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ محو استراحت ہیں۔

نوٹ!...... آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد تدفین کے سلسلہ میں احباب کی ایک مختصر سی میٹنگ ہوئی۔ مختلف تجاویز و آراء سامنے آئیں۔ عام قبرستان...... جائے ولادت موضع چیلہ رجانہ...... یا مکان کے سامنے جگہ احرار پارک۔ مگر کثرت رائے سے یہ طے ہوا کہ مولانا کو جامعہ محمودیہ میں ہی دفن کیا جائے۔ تا کہ قرآنی علوم و معارف اور اذان و قرآنی غلغلوں میں یہ انتھک، ہمہ وقت مصروف، ہمہ تن متحرک، ولولوں اور جذبوں میں ڈوبا ہوا، تھکا ماندہ مسافر سکون سے رہ سکے۔

---

[1] طباعت چہارم کے وقت ان تمام منصوبہ جات کی تکمیل ہو چکی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مزید کام ہو رہا ہے۔

[2] طباعت ہذا کے وقت درمیان میں موجود کھلی جگہ پر دارالحدیث کی پر شکوہ عمارت زیر تعمیر ہے۔

لطافت !...... مدرسہ جامعہ محمودیہ کے ناظم صاحب کا بیان ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب بھی مدرسہ میں تشریف لاتے تو وضوٹونٹیوں پر یا دوسری جگہ کرنے کی بجائے لوٹے میں پانی لیتے اور اس جگہ وضو کرتے ...... جہاں آپ مدفون ہیں۔ جب بھی آپ سے پوچھا جاتا کہ ایسے کیوں کرتے ہیں؟ تو فرماتے !''اینجیں ای'' (یعنی ایسے ہی) کبھی کہتے !''تساں نئیں سمجھ دے'' (یعنی تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی)۔ واللہ اعلم ......اس جگہ میں کوئی کشش محسوس کرتے یا کوئی لذت وفرحت؟ بہر حال جس جگہ کو آپ آبِ وضو سے سیراب کرتے رہے۔ اب وہیں مدفون ہیں۔ اور خونِ شہادت سے اب سیراب ہو رہی ہے۔

چوں رسی بکوئے دلبر بہ سپار جان مضطر
مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

❁❁❁❁

تحفظ ناموس صحابہؓ کمیٹی جھنگ

1983ء کے شروع میں شیعہ سنی اختلافات عروج پر تھے اور شہر میں شیعہ جارحیت نے بڑی کشیدگی پیدا کر دی تھی۔ ان دنوں اہلسنّت کے تمام مکاتب فکر کے مسائل کے حل اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے کیلئے مشترکہ اجلاس ہوتے تھے۔ بالآخر ایک بھرپور نمائندہ اجلاس میں ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز پاس ہوئی تاکہ بار بار کے تمام حضرات کو بلانے اور پھر ایک جگہ سب کے موجود ہونے کی مشکلات سے نجات ہو سکے۔ حسب مشورہ ہر مکتبہ فکر کے دو دو نمائندے لئے گئے۔

اور ''تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی'' نام تجویز ہوا اور تمام امور متعلقہ...... مثل جلسہ جلوس، ہڑتال کی اپیل یا انتظامیہ سے مذاکرات وغیرہ اس کمیٹی کے فیصلہ سے سرانجام پانے لگے۔ جس سے مسائل کے حل میں بڑی آسانی پیدا ہو گئی۔ اس کمیٹی نے بڑا نام پیدا کیا اور کام بھی خوب کیا۔ اہلحدیث کی طرف سے معروف عالم دین مولانا عبدالعلیم یزدانی اور مولانا بہادر علی سیف تھے۔ دیوبندیہ کے مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم مدرسۃ العلوم الشریعہ) اور بریلویہ کی طرف سے مولانا محمد انور چیمہ صاحب اور قاری محمد طیب نمائندہ منتخب ہوئے۔

کمیٹی کے زیرِ اہتمام جلسوں اور جلوسوں میں حاضری مثالی ہوتی تھی اور عوام کے مسائل بھی بطریق احسن حل ہو جاتے رہے۔ یہ اتحاد بڑا خوش آئند اور مفید تھا اور اس کے اثرات بڑے دُوررَس مرتب ہوئے۔

اس کمیٹی نے اہلسنّت والجماعت کے حقوق کی پاسداری میں اہم موقعوں پر بڑا

اہم کردارادا کیا۔ ماتمی جلوسوں اور امام بارگاہوں میں سب بازی یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین سے رافضیہ زبردست محتاط ہو گئے اوران پر رعب سا چھا گیا تھا۔

تقریباً اڑھائی سال تک اس کمیٹی نے کام کیا۔ پھر بریلویہ کے مؤخرالذکر صاحب اپنی سرشت سے مجبور ہو کر غلط ڈگر پر چل نکلے۔ تفہیم کی کوشش کے باوجود اپنے پس منظر کے دباؤ سے مجبور رہے اور عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ ان کے ٹوٹنے کے باوجود یہ پانچ رکنی کمیٹی اس نام سے کچھ عرصہ چلی اور پھر ''شیعہ سنی بھائی بھائی...... وہابی قوم کیتھوں آئی'' کے نعرے میں دب گئی۔

البتہ اہلحدیث جماعت[1] کا کردار قائم رہا بلکہ تاحال برادرانہ تعلقات موجود ہیں۔ مسلک اپنا اپنا ہے اور ہر ایک کو مخلصانہ اور مثبت طور پر بیان کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس پر قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔

اس کمیٹی کے معطل ہونے کے بعد بھی حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اتحاد کے داعی اور کوشاں رہے مگر تاحین حیات دوسری طرف سے منفی رویہ جاری رہا۔ جسکی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

❁❁❁❁

[1] دوران سیاست میں یہ جماعت بھی حکومت کا دباؤ برداشت نہ کر سکی اور اپنا مثبت کردار مسخ کر لیا۔ گو کہ عوام ان کے بھی اہل حق کیساتھ رہے اور قائم ہیں۔

صبح روشن

کی طرف

چمن کی شیرازہ بندی

بزم امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے سپاہ صحابہ تک

پاکستان میں مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کے مطابق دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کا فریضہ ادا کرنے والی تحریکی ذہن کے نوجوانوں کی ملک گیر تنظیم **"سپاہ صحابہ"** کی

تشکیل ۔۔۔۔۔ پس منظر ۔۔۔۔۔ رفتار ترقی

ہیئت ترکیبی اور آئندہ کیلئے اہداف و مقاصد

اجتماعی زندگی ......بزم امیر شریعتؒ

مولانا ؒ فعال اورتحریکی ذہن وفکر کے مالک آدمی تھے۔طالب علمی کے دور سے ہی آپ علماء حقہ اہل سنت کی ملک گیر تنظیم ''جمعیت علماء اسلام پاکستان'' سے منسلک رہے اور جیسا کہ بیان ہوگا......قربانیاں بھی دیتے رہے۔

جھنگ میں جب کام کی وسعت ہوئی اور حسب خواہش میدان میسر آگیا تو آپ ؒ کیلئے صرف خطابت وامامت یا درس دے لینا کافی نہ تھا۔چنانچہ آپ ؒ نے کام کومنضبط ومربوط اجتماعی شکل دینے کیلئے......جن نوجوانوں پہ اثرات مرتب ہوئے تھے۔ان کی ایک چھوٹی سی تنظیم تشکیل دی۔جس کا نام حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہٗ سے منسوب کر کے''بزم امیر شریعت''رکھا۔مولانا ؒ اس کے امیر منتخب ہوئے اور ایک فعال نوجوان''جناب چوہدری محمد ایوب صاحب''اس کے جنرل سیکرٹری (بعد میں بلدیہ کونسلر) مقرر ہوئے۔اب مقامی جلسے اور اجتماعات کا پروگرام اس بزم کے تحت ترتیب پانے لگا۔بزم امیر شریعت کے تحت سیرت کانفرنسیں ،دفاع صحابہ کانفرنسیں اوراحرار پارک کا معروف سالانہ جلسہ وغیرہ ہوتا رہا۔اس بزم نے عوام میں شعورو بیداری پیدا کرنے میں خاصہ کردارادا کیا۔

مگر مولانا ؒ کے ارادوں کی وسعت کواس انجمن کے محدود مقاصد اور محدود دائرہ کارنا کافی تھا اس لئے دواڑھائی سال تک یہ چلتی رہی۔اس اثناء میں نوجوانوں میں آپ کی قوت گویائی وطلاقت لسانی کا شہرہ ہو چکا تھا اور دیگر نوجوانوں کوبھی مربوط ومنظم کرنا ضروری تھا۔اس لئے اب اس جماعت کی تشکیل نو ہونی ضروری قرار پائی۔کیونکہ اس

دوران بہت سے لوگ آپ کے قریب آ چکے تھے اور ملکی حالات میں روز افزوں تبدیلی اور بیرون ملک سے ملک میں مداخلت اور گردوپیش کے انقلابات نے مولانا کو اور بھی حساس کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں، ضلع جھنگ میں آپ کا اصلی کردار ابھی تک تشنۂ تکمیل تھا۔ اس لئے اس بزم کی توسیع ایک اور انداز میں ہونی ضروری قرار پائی۔

پس منظر......وجوہات

شیعیت بحیثیت شیعیت ہمیشہ امت مسلمہ کیلئے خطرناک ناسور رہا ہے۔ یہ سازشی، تخریب کار، اور قومی غدار ٹولہ جب سے وجود میں آیا......تب سے اسلام اور مسلمانوں کیلئے اس کی ریشہ دوانیاں سوہانِ روح رہی ہیں۔ ہر مشکل موڑ پر اسلام اور مسلمانوں کے غداروں کے ڈانڈے اس گروہ نامراد سے جا ملتے ہیں۔ مگر پاکستان میں شیعوں کو پوری قوت کے ساتھ ملک اور اسلام کے خلاف کام کرنے کا داعیہ اس وقت ملا...... جب ایران میں خمینی صاحب براجمان ہوئے۔

11 فروری 1979ء کو ایرانی لیڈر خمینی صاحب کے برپا کردہ شیعہ انقلاب کے بعد سے ایران کی طرف سے دنیا بھر میں بارہ زبانوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ شروع ہوا کہ اسلام......اصل میں شیعہ امامیہ عقائد ونظریات کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی حکومت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آئمہ اہل بیت کے ادوار کا نام ہے اور قرآن میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے تحریف کر دی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو العیاذ باللہ دل سے مسلمان ہی نہ ہوئے تھے اور باقی بھی آپ کی وفات کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب لوگ مرتد ہو گئے۔......(نعوذ باللہ)

یہ پروپیگنڈہ اس زوردار طریقے سے کیا گیا کہ دنیا بھر میں اس کی صدائے بازگشت سنی گئی۔ایرانی تیل کی 30 فیصد آمدنی اسی پروپیگنڈے پر خرچ ہونے لگی۔ایرانی ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات نے اسلام کی چودہ سو سالہ مسلّمہ تاریخ اور مستند عقائد کے خلاف ایسا محاذ کھولا کہ پورا عالم اسلام سکتے میں رہ گیا۔بڑے بڑے اسلامی ادارے حیران وششدر رہ گئے۔شیعہ کی رسوائے زمانہ تقیہ کے زاویے میں دبی ہوئی کئی پرانی کتابوں کو جب مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کر شائع کر کے دنیا بھر کی یونیورسٹیوں، کالجوں، اسکولوں اور علماء کے پاس مفت بھیجا گیا تو ایسے معلوم ہوا کہ خمینی صاحب دنیا بھر میں شیعہ انقلاب برپا کر کے اسلام کی پوری تاریخ اور مسلمانوں کی جدید نسل کو کفر والحاد کے گرداب میں دھکیلنے کیلئے سب کچھ تج دینا چاہتے ہیں۔

ابتدا میں پاکستان کی کئی جماعتیں بھی آیت اللہ، روح اللہ خمینی صاحب کے پروپیگنڈے کا شکار ہوئیں۔ان کے قائدین نے ایران کے بڑی چاہت سے سرکاری دورے کیے۔خمینی صاحب کے مذہبی انقلاب کو سابق بدنصیب قزاق......رضاہ شاہ پہلوی کے پس منظر میں دیکھنے کی وجہ سے خمینی آیت اللہ صاحب کو بڑے اونچے القابات سے نوازنے لگے۔ملت اسلامیہ کی راہنمائی اور پیشوائی کے تاج ان کے سر پر سجانے کے قصے چھڑے۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار گردانا جانے لگا۔

رفتہ رفتہ ان پر بھی اب شیعہ انقلاب کے عزائم آشکارا ہوئے تو انہوں نے بھی واضح طور پر یہ اعتراف کیا کہ......ایرانی انقلاب کو کسی طرح بھی اسلامی انقلاب قرار نہیں دیا جاسکتا۔یہ محض شیعہ تحریک ہے۔

تاہم ایرانی انقلاب کے اثرات دوسرے ملکوں کی نسبت پاکستان میں زیادہ نمایاں سامنے آنے لگے۔ہمسایہ ملک ہونے اور ہمارے حکمرانوں کی عدم دلچسپی کے باعث

پاکستان میں اسلام آباد، لاہور، ملتان، راولپنڈی اور کراچی میں خانہ فرہنگ ہائے ایران کی طرف سے کھلے عام شیعہ پروری شروع ہوئی۔ کروڑوں روپے شیعہ مدارس، معابد اور امام باڑوں کو دیے گئے۔ مختلف قسم کا لٹریچر تقسیم ہونے لگا۔ نتیجتاً شیعہ اپنی تقیہ بازی چھوڑ چھاڑ کر صاف، ننگے اور بڑے بے باک ہو گئے۔ کھلے عام اپنی مجالس عزاء اور تحریروں اور کتابچوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرنے لگے۔ جس کے بعد کراچی، پارہ چنار، بھکر، لیہ، گڑھ مہارا جہ فاضل پور، احمد پور شرقیہ، کوئٹہ وغیرہ میں شیعہ کی طرف سے قرآن کریم نذر آتش کیا گیا۔ مسجدیں شہید کی گئیں۔ سینکڑوں بے گناہ مسلمانوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ کوئٹہ میں ظلم و بربریت کی تو انتہاء کر دی گئی۔ سُنیوں کی نعشیں ...... نیزوں اور تیروں پر آویزاں کر کے عام نمائش لگائی گئی۔

کوئٹہ میں براہ راست سینکڑوں ایرانی پکڑے بھی گئے۔ جنہیں باعزت طور پر گاڑی (ٹرین) میں بٹھا کر سرحد پار (تفتان) بھیج دیا گیا۔ اب حال یہ ہو گیا کہ جگہ جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اور خصوصاً ازواج مطہرات کے خلاف زہر آلود زبان استعمال ہونے لگی۔ شیعہ نے پاکستانی حکومت پر بھی اپنا دباؤ بڑھا لیا۔ ایک مرتبہ تو پورا اسلام آباد اپنے نرغے میں لے لیا تھا۔

ایسے حالات میں لازمی امر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر سالہا سال سے کام کرنے والی جماعتیں میدان میں نکلتیں اور ٹکر لیتیں۔ لیکن عافیت کوشی، مصلحت براری، امن عامہ کے سنہرے خوابوں اور فرقہ واریت کے خوف کے عفریت کا سہارا لیکر جب بڑے بڑے لوگ اور اس میدان کے شاہسوار آسودۂ خواب ہو گئے تو......

بالاخر رحمت حق جوش میں آئی...... اور اسی نوجوان کو جسے ''حق نواز جھنگوی'' کے نام سے اس میدان میں شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ خداوند قدوس نے ولولہ تازہ اور

گرمی نفس دے کر اس محاذ پر کھڑا کر دیا۔ گو کہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ روز اول سے ہی خمینی تحریک کو رافضی ہڑبونگ اور 1917ء کی بالشویک کمیونسٹ انقلاب کی طرح لینن کا دوسرا انقلاب قرار دینے لگے تھے۔ مگر ان کی سوچ کو یار لوگوں نے محض ذہنی اختراع و واہمہ خیال کیا۔ اور فکری خلشیں قرار دے دیا تھا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات کو صرف شعلہ نوائی اور زورِ بیاں تصور کرتے رہے تھے۔

مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فکرِ رسا نے اس کے مضمرات کو پوری طرح بھانپ لیا تھا۔ آپ خَم ٹھونک کر میدان میں اترے اور اس تحریک کو پاکستان میں درآمد کرنے کی باتوں کا سختی سے نوٹس لیا اور ملک میں اپنی شعلہ نوائی سے اس کے تارو پود بکھیرنے شروع کر دیے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انتہائی جاں گھسل اور پُر عزیمت راستہ چُنا۔ جس میں اپنوں کی مخالفتوں اور اغیار کے طعنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جس میں راستے پہ کانٹے ہی کانٹے، جیل کی سلاخیں، دکھوں اور مصائب کے پہاڑ..... عفریت کی طرح آگے منہ کھولے کھڑے تھے۔

بہر حال چونکہ مقابلے میں منظم، مربوط، ملک گیر اور سرمایہ و اثر و رسوخ سے لیس مسلح قوتیں کام کر رہی تھیں۔ لہٰذا مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مقابلے میں اپنی کوششوں کو ایک ملک گیر تنظیم میں پرونے کی ٹھان لی۔

☆☆☆☆

سپاہ صحابہؓ کی تشکیل

۲۰ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ / بمطابق 6 ستمبر 1985ء کی ایک شام کو جامع مسجد پیپلیانوالی جھنگ صدر کے صحن میں تیس پینتیس نوجوانوں کے ایک مختصر گروپ میں (جو پہلے سے آپ سے مخلصانہ طور پر وابستہ تھے اور آپ کے کارکن تھے) سپاہ صحابہ کی تشکیل ہوئی۔

"تنظیم سپاہ صحابہ" اولاً نام تجویز ہوا۔ جو جلد ہی سپاہ صحابہ پاکستان میں ڈھل گیا اور یہی نام مقبول و معروف ہو گیا۔ (اور اس نام سے جماعت باقاعدہ سرکاری طور پر رجسٹرڈ کرائی گئی، جسکی نقل کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سرپرست اعلیٰ کے عہدے پر متمکن ہوئے۔ شیخ حاکم علی صاحب ......صدر۔ جناب محمد نسیم صدیقی صاحب ......جنرل سیکرٹری۔ افتخار شیخ صاحب ......اطلاعات و نشریات اور شیخ محمد اشفاق صاحب...... معتمد خصوصی اور آفس سیکرٹری وغیرہ اس طرح گاڑی چل نکلی تاہم جیلوں، پابندیوں، سی آئی ڈی کے مسلسل سائے اور تعاقب اور پریشر سے اکتا کر کچھ عرصہ بعد نسیم صدیقی اپنے عہدے سے ہٹ گئے تھے۔ مگر جب تک رہے جرأت سے رہے۔ ع کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکل ہا

اب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اسکول و کالج کے زمانے سے اسٹوڈنٹ لیڈر اور انجمن سازی کا تجربہ رکھنے والا نوجوان مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عقابی نظریں ڈھونڈ چکی تھیں۔ وہ بھی ملازمت کو خیر باد کہہ کر ذمہ داری سنبھالنے کیلئے آمادہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ بعد میں جو حتمی تشکیل طے پائی اور حضرت کے وقتِ شہادت جو تشکیل تھی، وہ تین سال کیلئے تھی۔ مگر حضرت کی سرپرستی سے محرومی کے بعد آل پاکستان انجمن سپاہ صحابہ کی مرکزی قیادت یوں تشکیل پائی

1- سرپرست اعلیٰ......(یہ سب سے بڑا عہدہ ہے) حضرت مولانا حق نواز جھنگوی ﷫ کی شہادت کے بعد 6 مارچ 1990ء کو ایک جنرل الیکشن میں سابق نائب سرپرست اور قائم مقام، مؤرخ اسلام، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی کو سرپرست اعلیٰ مقرر کیا گیا اب پورے ملک میں سپاہ صحابہ کی قیادت کر رہے ہیں۔

بقیہ اہم عہدے درج ذیل ہیں۔

2- صدر...... جناب شیخ حاکم علی صاحب جھنگ

3- نائب صدر...... جناب بشیر الحق صاحب آف پشاور

4- نائب صدر دوم...... قاری انوار الحق صاحب آف کوئٹہ

5- جنرل سیکرٹری...... جناب محمد یوسف مجاھد صاحب جھنگ

6- ڈپٹی سیکرٹری جنرل...... مولانا محمد اعظم طارق صاحب آف کراچی

7- مرکزی خازن...... ایم۔ آئی صدیقی صاحب

8- مرکزی قانونی مشیر...... جناب محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ صاحب

9- مرکزی ناظم دفتر ونگران...... جناب شیخ محمد اشفاق صاحب جھنگ

10- مولانا ایثار القاسمی صاحب آل پاکستان سپاہ صحابہ کی رابطہ مہم کے انچارج اور جھنگوی شہید کی جامع مسجد کے نائب خطیب تھے۔

سپاہ صحابہؓ کے مقاصد و اہداف

سپاہ صحابہ کی تشکیل کا پس منظر اور وجوہات آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسلئے سپاہ صحابہ کے اہداف و مقاصد اور مطالبات کا اندازہ لگانا آپ کیلئے کوئی مشکل نہیں۔ پھر بھی سرسری طور پر ایک جائزہ پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ قارئین ایک نظر سمجھ سکیں کہ سپاہ صحابہ کیا چاہتی ہے......

1-(شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا)

ملک میں قرآن وسنت کے منکرین......قرآن مقدس کو فرسودہ وتحریف شدہ یا ابوبکر وعمر صاحبان رضی اللہ عنہم کی تبدیل کردہ ایک غیر معتبر کتاب قرار دینے والے......ختم نبوت کے منکرین......اپنے بارہ آئمہ کو نبیوں علیہم السلام کے اوصاف کے حامل، بلکہ بعض انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل وبرتر ماننے والے......صحابہ کرام و اہلبیت رضی اللہ عنہم کو سبّ بازی کرنے والے......متعہ، تقیہ، بداء، تبراء جیسی قبیح باتوں کا اسلام کے مقدس دامن پر دھبہ ڈالنے والے......غالی فرقہ کو قانونی، آئینی کافر قرار دلوانا (مزید تفصیل دوسری جگہ مضمون میں موجود ہے)۔

2-(نظام خلافت راشدہ کا احیاء)

چالیس سال قوموں کو اپنی قسمت کی تبدیلی کیلئے بڑی مہلت ہوتی ہے۔ مگر اس قوم نے اپنی اساس سے غفلت برت کر ملک کی قسمت بنانے کی بجائے بگاڑنے کے طور طریقے اپنائے رکھے۔

اسلام کا نعرہ دے کر......جس قوم کو بنائے پاکستان میں خون پیش کرنے، اپنی تباہیاں وبربادیاں دیکھنے، لٹنے پٹنے، اپنی بنی بنائی املاک چھوڑنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ اسکی ایک عظیم اکثریت اسلامی نظام کی منتظر ترستی جاچکی ہے اور باقی ماندہ مایوسی کے دوراہے پر کھڑی ہے۔ جب کہ نئی نسل کو اور ہی قسم کی طفل تسلیاں دی جارہی ہیں۔ کبھی اسلامی نظریاتی کونسل، کبھی مشاورتی کمیٹیاں......تو کبھی اسلام کا بالکل نیا ایڈیشن نکال کر ایک اور فتنہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ فضل الرحمٰن نامی ایک مذہب دشمن کو قوم پر مسلط کیا گیا......غلام احمد پرویز کے نرالے نظریات کو اصلی اسلام قرار دینے کی سعی کی گئی۔

حکمرانوں نے اسلام، قرآن، عشق رسول کے دعوؤں اور اخباری اور دیگر ذرائع

ابلاغ ریڈیو، ٹی وی کے تبصروں کے ذریعے اس چالیس سال کے عرصہ میں اسلام کے ساتھ مذاق کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خصوصی رحم و کرم نہ ہوتا اور اہل حق علماء، صلحاء اور مبلغین کی کاوشیں سدِ راہ نہ ہوتیں تو شائد...... پاکستان میں حقیقی اسلام کی شکل بھی مسخ ہو چکی ہوتی اور "خاکم بدہن" ہم عذاب الٰہی کے حق دار قرار پاتے۔

بہر حال مقصد یہ ہے کہ اگر پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام عدل "جس کے عملی نفاذ کی شکل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے سنہری ادوار میں ہے" کو نشان منزل قرار دیا جاتا اور مخلصانہ نفاذ کی کوشش کی جاتی تو جو صورت حال اب ہے۔ ایسی ہر گز نہ ہوتی، مگر یہاں تو کھیل ہی عجیب طرح کے کھیلے گئے...... جن میں منشیات خصوصاً ہیروئین اور دیگر حرام ذرائع کو فروغ ملا بلکہ یہاں شراب خانے، قحبہ خانے، جیل خانے، عقوبت خانے اور اسلحہ خانے تعمیر ہوتے رہے۔

اب بھی جب تک پورے خلوص سے نظام خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم، جسے...... نظام شریعت...... حکومت الٰہیہ...... نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے ...... نافذ نہ کیا گیا تو ملک کی جو حالت ہے۔ اس میں خیر و برکت اور امن و امان کی امید محض واہمہ ہوگی۔ سپاہ صحابہ کا یہ مطالبہ ملک کی بقاء کا مطالبہ ہے۔ اور یہ سپاہ صحابہ ہی کا نہیں۔ سب مسلمانوں کا نصب العین ہونا چاہئے۔

3-(پاکستان کو سُنی اسٹیٹ قرار دیا جائے)

اس موضوع پر بھی ہم نے کتاب میں مفصل بحث کی ہے۔ غور کیجئے! برطانیہ میں اس وقت عیسائیوں کے دو فرقے پروٹسٹنٹ اور کیتھولک موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کے چھوٹے چھوٹے فرقے ہیں۔ لیکن اکثریتی فرقہ پروٹسٹنٹ ہے۔ لہذا پورے برطانیہ میں اصول کے مطابق ان کا پبلک لاء اسی گروہ کے عقائد کے مطابق ہے۔ حالانکہ

برطانویوں کی مذہبیت بھی آج کے دور میں برائے نام سی ہے۔ چنانچہ خود ملکہ الزبتھ کیتھولک فرقہ سے ہے مگر وہ اکثریتی آبادی کے قانون کی پابند ہیں۔

اسی طرح ایران میں اکثریتی آبادی شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ وہاں اہلسنّت کی واضح آبادی ہے۔ جو تیس سے چالیس فیصد کے لگ بھگ ہے......ان کو پبلک لاء میں تو بھلا کیا حیثیت حاصل ہوگی، انہیں تو اپنی عبادت کیلئے مساجد و مکاتب تعمیر کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ انہیں تعصب کی چکی میں پیسا جاتا ہے۔

وہاں خالصتاً شیعہ عقائد کے مطابق نظام وضع کیا گیا ہے۔ غرض یہ کہ کوئی ملک مذہبی آزادی کے نام سے یہ احمقانہ حرکت کرنے پر تیار نہیں کہ ملک میں دو پبلک لاء نافذ کرے۔ اگر ایسا کیا بھی جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ مذہبی آزادی کا مفہوم تو پرسنل لاء میں آزادی ہی ہوسکتا ہے۔ سوچئے! کہ ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے اہلسنّت والجماعت کی 95 فیصد آبادی کے عقائد و طرز زندگی کو فقہ حنفی کے نفاذ سے کس طرح نظر انداز کئے رکھا۔ اور یہاں کس طرح بھانت بھانت کی بولیاں اور رنگ رنگ کے راگ الاپے گئے فرقہ پرستی کے بھوت......جس کا خوف ہر ایک حساس آدمی پر سوار ہے، اس کا معقول حل اس کے سوا کیا ہے؟ کہ مسلم اکثریت کو مطمئن کرنے کیلئے ان کا پبلک لاء نافذ کیا جائے۔ اور دوسروں کے حقوق کا تحفظ قائم رکھا جائے۔

اس کا منطقی نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ پاکستان کے صدر......وزیراعظم......قومی اسمبلی کے اسپیکر...... سینٹ آف پاکستان (ایوان بالا) کے چیئر مین......چیف جسٹس......اور تینوں مسلح افواج کے سربراہان......سُنی ہوں گے۔ اور یوں ہونا بھی چاہئے۔

☆☆☆☆

4-(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام سرکاری سطح پر منائے جانے چاہئیں۔ قومیں اپنے محسنوں، مُربّیوں، اور قومی، مذہبی، ملی شخصیات کے ایام سرکاری طور پر منا کر ان کے کارناموں کو اجاگر کرنے کا سامان کرتی ہیں۔ جس سے ان کے کارنامے بھی زندہ رہتے ہیں اور اپنی بقاء بھی اسی میں مضمر ہے۔ خلافت راشدہ کا دور اس کائنات کا نبوی دور کے بعد درخشندہ ترین دور ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرز حکومت نبوی دور کا ہی نمونہ ہے۔ جو سادگی، رعایا پروری کی بالیدگی، سکون و چین کی بہاروں کا عظیم شاہکار دور ہے۔ خلفاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیاں دنیا کے حکمرانوں کے لئے نمونہ حیات کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کی تعلیمات اور بساط زندگی کی عطر بیزی سے ایک زمانہ منور و معطر ہے۔

ان کی پاکیزہ حیات کے شب و روز انتہائی قابل فخر اور قابل تقلید ہیں۔ ان کی بیشتر اصطلاحات سے غیر مسلموں نے بھی وافر حصہ پایا۔ ان کے کارناموں کو اقوام عالم کی تاریخ میں بڑا اِمتیازی مقام حاصل ہے۔ غیر مسلموں نے بھی کھلے دل سے ان کے کردار کی عظمتوں کے گُن گائے ہیں۔

پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں سوائے عاشورۂ محرم (جب کہ اسے بھی غلط رنگ دے کر اور اس میں کئی آمیزشیں کر کے سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت طور پر منایا جارہا ہے) باقی تمام خلفائے کرام کے ایام "جیسے وہ ہمارے ورثہ ہی نہیں"...... نظر انداز ہیں۔

سپاہ صحابہ کا یہ مقصد ہے کہ ان کے سنہرے دور کے کارناموں سے قوم کو آشنا کرنے کیلئے ان کے ایام سرکاری طور پر پوری ذمہ داری سے منائے جائیں۔

☆☆☆☆

خلفائے اسلام کے ایام وفات و شہادت

☆......حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲/جمادی الثانیہ/۱۳ ہجری
☆......حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	یکم محرم الحرام/۲۳ ہجری
☆......حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۱۸/ذی الحجہ/۳۵ ہجری
☆......حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ	۲۱/رمضان المبارک/۴۰ ہجری
☆......حضرت سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہ	۵/ربیع الاول/۵۱ ہجری
☆......حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۲۲/رجب المرجب/۶۰ ہجری

5-(ماتمی جلوسوں پر پابندی)

شیعہ کے ماتمی جلوسوں پر پابندی ہونی چاہئے۔اس وقت ایران،شام،عراق اور لبنان کے بعض صوبوں میں آبادی کے لحاظ سے پچپن سے ساٹھ فیصد تک کا مذہب شیعہ ہے ان تمام ممالک میں عاشورہ محرم میں ماتمی جلوسوں کی کہیں بھی روایت نہیں۔حالانکہ یہ ممالک شیعیت کے گڑھ تصور کئے جاتے ہیں۔پھر خود شیعہ میں عزئی داری کیلئے جلوسوں اور پیٹنے پٹانے کا تصور سرے سے موجود ہی نہیں۔نا معلوم یہ غلط رسم اور فتنہ سامانیوں کی آماجگاہ یہاں کیسے اس مذہب کا اہم حصہ اور جزو لاینفک بن گئی؟ شیعہ کے ماتمی جلوس ہر سال مرکزی اور صوبائی حکومتوں کیلئے ہولناک مسائل و مصائب کا پلندہ لیکر آتے ہیں اور جو پشتارہ چھوڑ جاتے ہیں اس سے حکومت اور عوام ابھی تک سبکدوش نہیں ہو پاتی کہ نیا محرم ایک نئی لہر لے کر آجاتا ہے۔

ان خنجر بردار آتش بپا مسلح جلوسوں میں اسلام کی مقدس ہستیوں پر تبراء بازی کی جاتی ہے،مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔خون آشام دن اور بلاخیز راتیں آلام کا ایک پہاڑ گراتی چلی جاتی ہیں۔

حکومت اگر فرقہ واریت اور نفرتوں کے بیج اکھاڑنا چاہے......تو ان جلوسوں کو ''جن کا مذہب، اخلاق، قانون، شرافت سے کوئی تعلق نہیں'' فوری بند کردے۔ایک سروے کے مطابق 1947ء سے لیکر اب تک محرم الحرام کے دوران نکلنے والے مسلح ماتمی جلوسوں کی وجہ سے جو شیعہ سنی فسادات ہوئے ہیں یا جو لوگ اس قسم کی آویزش کی نذر ہو کر ہلاک ہوئے ان کی تعداد تقریباً بیس ہزار سے زائد ہے، اور اسی طرح ستر ہزار سے زائد زخمی ہوئے۔اس کے علاوہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوتا رہا۔مقدمات میں تین لاکھ سے زائد افراد کی گرفتاریاں ہوئیں اور کروڑوں روپے کی جائدادیں واملاک تباہ ہوئیں۔جب کہ یہ جلوس فقہ جعفریہ کی نظر میں بھی عبادت نہیں......شرارت ہیں۔

سپاہ صحابہ کا موقف یہ ہے کہ انہیں بند کردیا جائے......تاکہ خس کم جہاں پاک۔ ورنہ انہیں انکی عبادت گاہوں تک محدود کردیا جائے۔

6-(غیر ملکی مداخلت اور مذہبی جانبداری ختم کرنا)

پاکستان کی تاریخ میں آزادی کے باوجود غیروں کی مذہبی، تمدنی، اخلاقی اثر پذیری نے ہمیشہ ڈیرے جمائے رکھے۔ہندوؤں سے آزادی کے باوصف ہندوانہ رسوم ابھی تک موجود ہیں......وہی ہولی، دیوالی وغیرہ کی نقل، سہرا، گاہنا، پتنگ بازی، مہندی وغیرہ۔انگریز کی نقالی......حجامت، لباس، وضع قطع، اور رہن سہن میں۔

ـ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود...... یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ملک میں کسی دوسرے ملک کے سفارت خانے کی مداخلت بے جا میں، ایرانی سفارت خانہ سب سے بازی لے گیا ہے۔

ایرانی سفارت خانہ ثقافتی پروگراموں کی آڑ میں رافضی تہذیب کو عام کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔فارسی زبان کی ترویج کے عنوان سے ''خانہ فرہنگ ہائے ایران'' نے

پشاور، کراچی، لاہور، راولپنڈی، ملتان، بہاولپور، حیدرآباد میں بڑے بڑے مراکز کھول رکھے ہیں۔ مگر حقیقی مقصد "جو... اَب کچھ مخفی نہیں رہا" ...... ایرانی اسلحہ پہنچانا اور قابل اعتراض سرگرمیوں پر پردہ پوشی اور نا قابل برداشت قسم کے لٹریچر کی تقسیم ہے۔

لاکھوں روپیہ شیعہ ذاکرین، مکاتب، مدارس اور اداروں کو دیا جاتا ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایرانی تخریب کاروں کی سرگرمیوں کی خبریں آئے دن اخبارات میں آتی رہتی ہیں، جو ہمارے ان خیالات کا بین ثبوت ہیں۔

لہٰذا انجمن سپاہ صحابہ کا یہ جائز مطالبہ ہے کہ کسی بھی ملک کو اپنے نظریات قوم پر ان کی قومی، مذہبی تقاضوں کے علی الرغم مسلط کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ چنانچہ ایرانی سفارت خانے کی قابل اعتراض سرگرمیوں کو سفارتی آداب کا پابند کیا جائے۔

7-(انبیاء، صحابہ کرام، اہل بیت عظام کے گستاخ کو موت کی سزا ہونی چاہیے)

یہ انتا بدیہی و مسلمہ اخلاقی و عقلی اور مذہبی اصول ہے، جس کا کوئی بھی انسان انکار نہیں کرسکتا۔ کہ "جو ذوات مقدسہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اور جن پر ہمارے مذہبی تشخص کا مدار ہے" ان کی حیثیت کا سرے سے ہی انکار کر دیا جائے ...... یا انہیں گالی بکی جائے ...... ان کے ایمان ہی کا انکار کر دیا جائے ...... انہیں برا بھلا کہنا نہ یہ کہ جائز بلکہ الٹا ثواب اور اول درجے کی نیکی تصور کیا جائے"۔ اس قسم کے نقطہ نظر کے گھناؤنے پن پر بھلا کسی کو شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہے۔

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام و اہل بیت اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات قدسیہ کی عزت وحرمت بلا کسی امتیاز وترتیب کے قانوناً محفوظ قرار دی جائے۔ اور دریدہ دہن، سنی اور گستاخ کیلئے سزائے موت یا عمر قید تجویز کی جائے، اور اس میں کسی رُو رعایت کی گنجائش نہ رکھی جائے۔

8-(قومی اعزازات......اعیان امت کے نام معنون ہونے چاہئیں)

اس موضوع پر بھی ہماری مفصل بحث کتاب میں موجود ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن اتنا کہہ دینا بے محل نہ ہوگا کہ کیا مقام تأسف نہیں؟ کہ ملک میں بہادری وجرأت صرف سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تک محدود کردی جائے ۔کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ،سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ،سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ،سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ،سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما،سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یا بعد کے موسیٰ ابن نصیر رحمۃ اللہ علیہ،طارق ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ،محمد ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں سمجھا جاسکتا؟ کیا یہ ہمارے ہیروز نہیں ہیں؟ ان کے کارناموں کو نظرانداز کرنے کی وجہ کیا ہے؟ فوجی نہیں تو سول اعزازات کو ان حضرات کے ناموں سے نسبت دی جاسکتی ہے۔

اس لئے یہاں بھی سپاہ صحابہ کا مؤقف یہ ہوگا کہ تمام امتیازی اوصاف کے تمغہ جات واعزازات نبی کریم کے اقرباء واصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کرکے اہلسنّت کی حق رسی کی جائے اور ہمارے مذہبی تشخص مٹانے کی روش ترک کی جائے۔

ہیئت ترکیبی

چونکہ سپاہ صحابہ ایک ملک گیر اور اہلسنّت نوجوانوں کی مقبول ترین تنظیم ہے۔اس لئے اسکی ہیئت ترکیبی کیلئے اور جماعتی نظم ونسق پر باقاعدہ دستور ہے۔اور جماعت کا اپنا پرچم ہے جو سبز، سرخ، سیاہ اور سفید رنگوں پر مشتمل ہے۔پرچم میں ایک ہلال اور پانچ ستارے ہیں چاند میں حدیث پاک **اصحابی کاالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** مرقوم ہے۔جب کہ ستاروں میں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ پانچویں ستارے میں حسنین ومعاویہ رضی اللہ عنہم کے نام ہیں۔اور ان ستاروں کے درمیانی دائرہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے۔ پرچم پانچ سیاہ اور چار سفید پٹیوں پر مشتمل ہے۔لمبائی اس کی چوڑائی سے ڈیڑھ گنا ہے۔سبز

حصہ مربع شکل، باقی حصہ میں مساوی چوڑائی کی پانچ سیاہ اور چار سفید پٹیاں ہیں۔

ملک میں بحمد ہ تعالیٰ یہ پرچم جا بجا لہرا کر بہاریں دے رہے ہیں۔

سپاہ صحابہ کے مقامی یونٹ سے لیکر شہری تنظیم، تحصیل و ضلع، صوبائی و مرکزی تنظیم کیلئے اصول و ضوابط ہیں۔

ضابطے کے مطابق جہاں کم از کم بیس ہم خیال مسلمان نوجوان ہوں، وہ اپنی تشکیل خود کر سکتے ہیں۔ہاں جتنے زیادہ ہوں اتنے بہتر۔

بنیادی عہدے

مندرجہ ذیل بنیادی عہدے ہوں گے۔

علماء حق میں سے کسی صاحب الرائے بزرگ عالم دین کو اپنا سر پرست بنالیا جائے ۔ان کے تجربات اور ہدایات سے استفادہ کرتے رہیں ۔اجلاسوں میں ان کی شرکت کوئی ضروری نہیں ۔جتنا وہ وقت دے دیں......فبہا "نوجوان اپنے آپ کو عقل کل اور بے مہار نہ بنائیں اسلئے یہ عہدہ ضروری ہے"۔دیگر عہدوں میں سے صدر.....سیکرٹری جنرل ڈپٹی سیکرٹری......خزانچی کے عہدے ضروری ہیں۔دیگر عہدہ جات جس طرح چاہیں، حسب ضرورت کم وبیش کر سکتے ہیں۔تمام جماعتوں کی مجالس عاملہ، مجالس شوریٰ اور ان کے ضوابط ہوں گے اور مشنری کے تحت متحد ہو کر چلنا ہوگا۔

(تفصیلات کیلئے دستور کی کاپی دیکھی جا سکتی ہے۔یہاں تفصیل نہیں لکھی جا سکتی)

☆......مندرجہ بالا میں ہم نے سپاہ صحابہ کے چند ایک بنیادی مقاصد کی طرف ایک سرسری اشارہ دیا ہے۔تفصیلات کیلئے ہمارا دوسرا لٹریچر ملاحظہ کیا جائے۔خاص کر قائد سپاہ صحابہ حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کی کتابیں......

☆......پاکستان کے با فخر سائنسدان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب اپنی شاہکار ایجادات اور کاوشوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماثورات سے نسبت دیتے ہیں۔جو ہمیں ہمارا مدعا ہیں۔

ہدایات......سپاہ صحابہؓ کیلئے
(عام قارئین سے معذرت کے ساتھ)

1- ہر مسلمان جو توحید وسنت کا قائل اور اسلام کے بنیادی عقائد اور اعمال کا اقراری ہو اور وہ سپاہ صحابہ کے نصب العین سے بھی مکمل اتفاق رکھتا ہو۔ رفض وبدعت کی سرکوبی کیلئے کوشاں ہونے کا متمنی ہو۔ وہ سپاہ صحابہ کا ممبر بن سکتا ہے۔

2- سپاہ صحابہ کے ہر کارکن پر لازمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید، عقیدہ ختم نبوت، اور اہلسنّت کے عقائد پر یقین کے بعد اسلام کے ارکان کی پابندی کرے۔ حقیقی معنوں میں وہی اصل سپاہ صحابہ کا...رُکن ہے جو نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ جیسے فرائض کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حقوق میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھے۔

3- سپاہ صحابہ ایسے عالمگیر پیغام کی حامل ہے۔ جس کے تحت اس کا ہر رکن معاشرے کی برائیوں کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ اس کا مقصد نیکی کی دعوت ہے۔ عدل وانصاف کی پاسداری ہے۔ لہٰذا انجمن سپاہ صحابہ کے کارکن کو اعلیٰ کردار کا حامل ہونا چاہئے۔ وہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اعیان امت کے معارف کا علمبردار اور عقیدتوں کا امین ہے۔ انکی زندگیوں سے اسے درس ہدایت لینا ہے۔ کسی قسم کی بے حیائی، بداخلاقی اور معاشرتی عیب سپاہ صحابہ کے کارکن سے جوڑ نہیں کھاتا۔ اس پر خدا تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے۔

4- سپاہ صحابہ کے ارکان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ علاقے کے غریب، نادار محتاج اور پسے ہوئے ماندہ طبقہ کی حمایت ومدد کریں۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے جبر وتشدد کے خلاف

آواز بلند کریں۔ سپاہ صحابہ سربکف، بیدار مغز کارواں ہے۔ اسے اپنی ذمہ داری کا احساس ہمہ وقت رہنا چاہئے۔

5- سپاہ صحابہ کا ہر ممبر اپنی جگہ ایک مبلغ، پیغام رساں اور نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے دینی کاموں میں پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔ نہ ہی دوسروں کے سہارا کی تلاش میں رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقدس کی محافظت میں ازخود کمربستہ رہے۔ اسے حالات کی ناہمواری، مشکلات و مصائب میں تحمل و بردباری اور حوصلوں کا نمونہ بننا ہوگا اور کام سے غفلت فرض منصبی سے کوتاہی کے مترادف ہوگا۔

6- سپاہ صحابہ کیلئے جب انہوں نے اس کارواں میں قدم رکھ لیا ہے تو دیگر فرائض کی طرح اخلاقی طور پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں بھی نبھانی ہوں گی۔

(الف)...... اپنے اپنے حلقے میں سپاہ صحابہ کے یونٹوں کی تشکیل کیلئے بڑھ چڑھ کر کوشش کریں۔

(ب)...... خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام ہائے وفات پر جلسے، محفل مذاکرہ، مجالس ذکر ایصال ثواب کے انداز میں یا محافل نعت خوانی ومناقب کے ذریعے یادیں منائیں۔ تاکہ ان کے کارناموں کا ذکر عام ہو۔ محض حکومت سے مطالبات پر اکتفا نہ رہے۔

(ج)...... عوامی سطح سے آگے بڑھ کر کالجز، اسکولز، یونیورسٹیز اور مدارس عربیہ میں سپاہ صحابہ اسٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی جائیں۔

(د)...... مرکزی قیادت ملک بھر کی تنظیموں کی نگران اعلیٰ ہے۔ تو صوبائی قیادت ڈویژنل، ضلع، تحصیل اور محلہ...... اس طرح علی الترتیب مربوط رہیں گی

(ہ)...... سپاہ صحابہ کے دفاتر قائم کرنے اور ان پر پرچم لہرانے میں دلچسپی

لی جائے اور دفاتر کیلئے مین روڈز کو ترجیح دی جائے۔ کسی نہ کسی سطح کی تقریبات وہاں وقتاً فوقتاً منعقد ہوتی رہیں تاکہ زندگی کے آثار نظر آتے رہیں۔

(و)...... سپاہ صحابہ کے ارکان کو لازم ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی سے فیصلہ کرنے کی بجائے مل کر باہمی مشورے سے طے شدہ کام کریں اور دوسرے کو ترجیح دینے کی روش پیدا کریں۔ نیز اطاعت امیر کو شرعی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے شرعی اصول کی پاسداری کی جائے۔ ذاتی اغراض، جاہ وشہرت پرستی یا دوسروں کو نیچا دکھانے کا جذبہ نہایت گھٹیا پن ہے۔ حتی الوسع ان سے اجتناب کریں۔

-7 جب کسی علاقے میں سپاہ صحابہ کام شروع کرے گی تو مختلف اطراف سے مخالفت بھی سامنے آئے گی۔ ایسی مخالفانہ آوازوں میں کہیں کہیں آپ کے اپنے حلقے کی آوازیں بھی شامل ہوں گی۔ ان کی طرف قطعاً توجہ نہ دی جائے اور نہ ہی انہیں کبھی موضوع بحث بنایا جائے۔ بلکہ انہیں درخور اعتنا ہی نہ سمجھا جائے۔ ہاں واقعتاً کسی طرف سے کسی کوتاہی کی نشان دہی کی گئی ہو تو ان کے شکریے کے ساتھ اس کو قبول کر کے کوتاہی کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

-8 سپاہ صحابہ کے پروگرام میں معدودے چند باتیں نہیں ......دنیا کی ہر سامراجی طاقت کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔ امریکہ، روس، برطانیہ، جرمنی وغیرہ کوئی بھی مصنوعی طاقت بے اعتدالی کرے تو سپاہ صحابہ کا مرکز جب آواز اٹھائے تو پورا ملک ان کا ہمنوا ہو کر ایک متحدہ قوت کے ساتھ اس میں زور پیدا کرے۔ خاص طور پر رافضیت خمینی ازم کے مکروہ چہرے سے نقاب نوچنا اور اس کے فتنہ خیز

عزائم سے امت مسلمہ کو بچانا ہمارا نصب العین ہے۔

9- دفاتر کے قیام کے بعد سب سے اہم ذمہ داری ہر یونٹ پر یہ ہوگی کہ ایک الماری میں حضرات خلفاء راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وسوانح اور حالات پر مشتملہ کتب جمع رکھے اور ارکان ان کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں اور باہمی مکالمت اور تبادلہ خیال جاری رکھیں۔اس طرح ردِ رفض وتشیع پر کتب موجود رہنی چاہئے۔اسکے علاوہ سپاہ صحابہ کا لٹریچر، علماء کرام کی تقاریر کی کیسٹیں خصوصاً شہید ناموس صحابہ، حضرت مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، ان کی تقاریر کی کیسٹوں اور کتابچوں کو، کارکن عام کریں...... بے خبر کارکن بے جان دھڑ ہوتا ہے۔اس لئے اپنے مؤقف پر پوری بصیرت ہونی چاہئے۔اس سلسلے میں عدم واقفیت اور جہالت سپاہ صحابہ کے کاز سے جوڑ نہیں کھاتی۔

10- انجمن سپاہ صحابہ یہ تین لفظ ہیں۔اور ہم نے تینوں لفظوں کی پاس داری رکھنی ہے۔

1......(انجمن)

......اس کا مفہوم یکجہتی اور اجتماعیت ہے۔اس لئے جماعتی ساتھیوں میں اتحاد ویگانگت اور باہمی محبت اور الفت مکمل ہونی چاہئے[1]

2......(سپاہ)

......ظاہر ہے کوئی بھی اَن ٹرینڈ (غیر تربیت یافتہ) بے وردی سپاہی کب تک سپاہی رہے گا۔لہذا سپاہ صحابہ مجاہدانہ سیرت وصورت کے ساتھ اسلحہ کے استعمال کی صلاحیت سے بہرہ ور ہونی چاہئے۔اسے اپنے دفاع، ملکی ضرورت اور اسلامی تشخص کیلئے اسلحہ کا لائسنس بھی رکھنا چاہئے۔خصوصاً اہم عہدے داروں کیلئے......اور اپنی وردی بھی موجود رکھیں۔

[1] بعد ازاں چونکہ اس تحریک نے عالمگیر حیثیت اختیار کر لی، اس لئے پھر انجمن کا لفظ ختم کر کے "سپاہ صحابہ پاکستان (العالمی)" رکھ دیا گیا

3......(صحابہ رضی اللہ عنہم)

......یہ تیسرا لفظ ہے۔ دفاعِ صحابہ......سپاہِ صحابہ کا اصل نصب العین ہے، تو صحابہ کرام کے فضائل ومناقب کا گھر سے لیکر بازار تک اور دفتر سے صحنِ چمن تک دَور دَورہ ہونا چاہئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تقدس کے بارے میں ہر کارکن، صاحب مطالعہ اور علیٰ وجہ البصیرت ہو۔

میں ایرانی ایجنٹ ہوں......

سلمان رشدی کا اعتراف حقیقت (اقتباس)

اس سوال پر کہ کتاب ''شیطانی آیات'' لکھ کر ساری دنیا کے مسلمانوں کو تم نے اپنا دشمن بنالیا.... کبھی تاسف ہوا؟......رشدی بولا! تاسف کاہے کا؟ مَیں نے زندگی کی بہترین کتاب لکھی۔ لوگوں کے شدید ردِعمل سے مَیں اپنی کتاب کو کیوں برا بھلا کہنا شروع کر دیتا؟ یہاں تو لوگ اپنی ناجائز اولاد کو بھی برا نہیں کہتے، جب کہ میں نے ''اسٹینک ورسز'' پر بہت محنت کی ہے۔ ''مینگوئن'' نے اسے بڑی محنت اور کاوش سے شائع کیا۔

جس روز ایران کے ایک بڑے ملاّ نے میرے قتل کا فتویٰ جاری کیا....اس روز مجھے یکبارگی ڈر سا لگا اور دل میں ہلکا سا ایک لمحے کیلئے خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ لیکن پھر میرے دل نے تقویت پکڑ لی۔ یہ فتویٰ میرے فن اور میری تحریر کی عالمی پختگی کی عالمی قبولیت ہے۔ خمینی کے قاتلانہ فتوے کی اطلاع مجھے میرے ایک دوست طارق علی نے دی تو مجھے ایک لمحے کیلئے خوف کے ساتھ حیرت بھی ہوئی۔

حیرت اس لئے کہ اس فتویٰ سے چند ہفتے پہلے ہی میرے اس ناول ''اسٹینک ورسز'' کا فارسی ترجمہ ہوا تھا، اور مترجم کو موجودہ معروف ایرانی راہنما ''ہاشمی رفسنجانی'' نے انعام سے نوازا تھا اور اس کیلئے ایک تقریب بھی منعقد ہوئی تھی۔

پھر مَیں خود بھی شیعہ ہوں اور اس لئے شیعہ بھائی کو دوسرے شیعہ کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔

(رشدی کا برطانوی جریدے کو انٹرویو)......از، زندگی لاہور 25 تا 31 مئی 1990ء

رفتار ترقی

سچ تو یہ ہے کہ خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! مجھے سپاہ صحابہ کی ترقی کی اس قدر امید ہرگز نہ تھی۔ فرماتے! یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کی برکت ہے۔ مَیں تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندہ جاوید کرامت تصور کرتا ہوں کہ مَیں جس طرف رخ کرتا ہوں ......میری پذیرائی ہوتی ہے۔ جو لوگ مجھ سے کشیدہ تھے، وہ بھی محبت کرنے لگے ہیں اور ہر طرح ساتھ دینے پر آمادہ ہیں۔

سپاہ صحابہ کے قیام کے ساتھ ہی ایسا محسوس ہونے لگا کہ لوگوں کو کسی چیز کا انتظار تھا ......اب ان کے دل کی مراد بر آئی ہے۔ لوگوں کا اشتیاق وولولہ دیکھ کر مولانا نے سپاہ صحابہ کو پوری برق رفتاری سے "اپنے زورِ بیان کے بل بوتے پر" پورے ملک میں پھیلا دیا۔ جابجا یونٹ قائم ہونے شروع ہوئے۔ سپاہ صحابہ...... ضلعی ہیڈ کوارٹر سے تحصیلوں اور پھر قصبوں اور گاؤں تک جا پہنچی۔ یہاں تک کہ مرکزی دفتر پورا ریکارڈ رکھنے سے قاصر ہو گیا۔ ویسے بھی بعض جگہ کے کارکن، ناتجربہ کاری کے باعث مرکز کو اپنی تشکیل، کاروائی اور روئیداد سے مطلع نہیں کرتے۔ جب کہ کام بحمد اللہ بڑی خوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ ملک کے کونے کونے میں "سپاہ صحابہ" نوجوانوں کی محبوب ترین جماعت بن چکی ہے۔ یہ سب مشاہدے کی چیزیں ہیں، اس پر مزید کچھ لکھنا بلاضرورت ہے۔

مولانا نے کئی دفعہ فرمایا! کہ ہم نے تو سپاہ صحابہ صرف ضلع جھنگ کو پیش نظر رکھ کر تشکیل دی تھی۔ مگر اب اس کی وسعت، میرے خیال اور سوچ کی وسعتوں کو پھلانگ گئی ہے میرے رفقاء بھی کام کو سنبھالنے کیلئے مستعد ہو گئے ہیں۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جماعتیں پہلے ان کے...... بانی ،مبانی حضرات افرادی، مالی، سیاسی، قوت کو مجتمع کر کے اور حالات کو موزوں خیال کر کے، اپنی ترقی کی قطعی امید لگا کر، مضبوط بنیادوں پر قائم کرتے ہیں۔ایسی کوئی جماعت نہیں کہ حالات کی عدم مساعدت اور ناموزونی اور وسائل کے نہ ہونے اور سیاسی قوتوں کی مخالفت اور افرادی قوت کے بارے میں شک وشبہ کے باوصف قائم کی گئی ہو۔اور وہ پنپنے بھی، اور قائم بھی رہے۔ یہ سپاہ صحابہ ہی ہے، جو اپنے نام اور کام سے متعارف ومقبول ہوئی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قوت گویائی نے اسے وسعت دی۔

یہ بھی ایک عجیب اور نہایت ایمان افروز حقیقت سامنے آئی کہ دشمنوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زورِ خطابت کو ہی اصل قوت سمجھا...... اور سمجھے کہ ان کے قتل ہو جانے سے سب کچھ ملیامیٹ ہو جائے گا۔بس حق نواز جھنگوی کے جانے کے ساتھ ہی سپاہ صحابہ بھی چلتی بنے گی اور ہماری مکمل گلوخلاصی ہو جائے گی۔

مگر قدرت کی کرم گستری نے اس میں یہ رنگ بھرا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے ساتھ ہی جماعت پہلے سے زیادہ تیزی سے ابھری اور اب زیادہ محبت وعقیدت مندی کی نظروں سے دیکھی جانے لگی۔اپنوں کے قریب آنے کے علاوہ، جو حضرات دُور دُور سے سلام کرتے تھے وہ بھی قریب آگئے، بلکہ جماعت کے دست وبازو بن گئے۔

گویا کہ شیعہ جسے مٹانا چاہتے تھے...... اللہ تعالیٰ نے اسے مزید ابھارنا اور سر بلند کرنا چاہا ''وآنچہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ اب وطن عزیز میں جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔سوات وچترال کی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر سپاہ صحابہ کا نام اور اس کے نعرے لکھے نظر آرہے ہیں۔

دیواروں، راہوں، گزرگاہوں، شہروں، دیہاتوں، ہر جگہ ''سپاہ صحابہ'' کے بورڈ

آویزاں ہیں اور پرچم لہرارہے ہیں۔

یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ مولانا کی شہادت کے ساتھ ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ جماعت اپنے آپ کو بے سہارا سمجھنے لگی۔مگر اصل چیز تحریک تھی ......وہ الحمدللہ تھی اور ہے۔ بلکہ اس کی اب زیادہ گرم بازاری ہے۔

سپاہ صحابہ کی موجودہ قیادت نوآموز ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی ہر مرحلہ پر دست گیری فرماویں ۔ان پر اب مختلف طریقوں سے مختلف اطراف سے پیچیدہ پیچیدہ داؤ پیچ چلائے جائیں گے ۔اگر کھل کر کوئی گروپ یا جماعت ان کا سامنا نہ کر سکی تو بھی اپنی مخفی سازشوں سے باز نہیں رہے گی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سپاہ صحابہ کو سیاست وطن سے علیحدہ رکھنا چاہتے تھے۔خدا کرے جماعت مشن پر قائم رہے اور جماعت من حیث الجماعت الیکشنی سیاست کی نذر نہ ہو کر رہ جائے۔

سپاہ صحابہ کو متعارف ومقبول بنانے میں ''آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس جھنگ'' کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔جس کی تفصیلات آمدہ صفحات میں دی جارہی ہیں۔

☆☆☆☆

آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس

منعقدہ 7 /فروری 1986ء جھنگ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک دفاع صحابہ آگے بڑھی اور ملک میں اجتماعات، جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے حلقہ تعارف ابھرا، تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ جب تک اس تحریک کی پشت پر علماء کی متفقہ اور متحدہ فکری قوت نہ ہوگی۔ اس کی حیثیت انفرادی رائے یا گروہی کوشش سمجھی جائے گی یا طبقاتی جنگ میں دیوبندی مکتب فکر کے ایک مولوی کی دوڑ دھوپ قرار پائے گی۔ لوگ کتابیں یا فتوے نہیں پڑھتے ...... تقاریر، وعظ و مجلسیں سنتے ہیں۔ اور اس سے ان کی فکر سازی ہوتی ہے، اس لئے جب تک تمام سُنی مکاتب فکر کے علماء کی تائید میری پشت پر نہ ہوگی...... شیعہ گروپ میری کوششوں کو محض فرقہ بندی یا گروہ بندی کا شاخسانہ قرار دے کر بے وزن کر دے گا۔ کیوں نہ اس نہج پر کوئی کام ہو......

کچھ عرصہ تک اس سوچ میں غلطاں رہنے کے بعد دسمبر 1985 کے اواخر میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علمائے اسلام جھنگ کے ایک بھرپور اجلاس میں یہ تجویز پیش کی کہ ہمیں جھنگ میں ایک بہت بڑی ملک گیر سطح کی جامع کانفرنس منعقد کرنی چاہئے ...... جس میں اہل حق کے تمام مکاتب فکر کی مکمل نمائندگی موجود ہو ...... جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے علماء، مشائخ اور قومی راہنما اس فرقہ ضالہ کے بارے میں مشترکہ لائحہ عمل تیار کریں اور ملک میں شیعہ جارحیت کی بڑھتی رفتار اور ظلم و ستم اور سازشوں کے مکمل استحصال کیلئے کوئی جامع پروگرام ترتیب پائے۔ نیز شیعوں کے خلاف اجتماعی رائے اور فتاوٰی پھر سے منظر عام پر آئیں۔ اور مَیں (جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ) عوام کو اس حوالے سے اپنی مؤقف کی حقانیت باور

کراسکوں۔

ان احوال میں یہ تجویز بڑی معقول اور بروقت تھی۔ مگر اتنے بڑے پیمانے پر کانفرنس کا انعقاد، اسکے انتظامات اور اکابرین کے قیام وتحفظ کا انتظام بڑی مشکل ذمہ داری تھی اور جمعیت علمائے اسلام جیسی بے وسیلہ جماعت کیلئے نبھانا مشکل تر......

حضرت مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیشکش کی کہ علماء مکمل تعاون اور سرپرستی کی یقین دھانی کرائیں اور حسب استطاعت کام میں ساتھ دیں تو میری سپاہ صحابہ پاکستان اس کام کا بیڑا اُٹھائے گی۔ آپ منظوری دے دیں اور انتظامات ان کے سپرد کردیں۔ اخراجات مل کر پورے کریں گے۔ چونکہ نوجوان نوآموز، ناتجربہ کار ہیں۔ اس طرح علماء کے قریب بھی ہو جائیں گے اور میرے کاز کی قوت کو بھی اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔ قوتِ کار اِن میں موجود ہے، وہ اچھی جگہ استعمال ہو جائے گی۔ صرف آپ علماء مکمل سرپرستی کریں۔ چنانچہ متفقہ طور پر تجویز پاس ہوگئی اور سپاہ صحابہ جھنگ پر اس کانفرنس کے انعقاد کی ذمہ داری ڈال دی گئی اور سپاہ صحابہ نے اسے بخوشی قبول کرلیا۔

مشورے سے جھنگ صدر کے جنوبی طرف ایک مناسب گراؤنڈ (جس کے قرب و جوار میں اہلسنّت والجماعت کی معقول آبادی موجود ہے) مقام انعقاد مقرر ہوا۔ محلّہ چندانوالہ کا یہ وسیع وعریض گراؤنڈ موزوں جگہ تھی۔ اور جمعہ 7/فروری 1986ء تاریخ مقرر کر کے فوری تیاریاں شروع کردی گئیں۔

سپاہ صحابہ پاکستان کیلئے یہ اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ (ٹیسٹ کیس) تھا۔ نوجوانانِ سپاہ متحرک ہو گئے اور اپنے قائد کی نگرانی میں اس نہج پر زبردست تیاریاں شروع کردیں۔ دراصل یہ خاصا جاں گسل اور محنت طلب مسئلہ تھا۔ پورے ملک کے علماء ومشائخ سے رابطہ اور پھر ٹائم لینا۔ اشتہارات کا پورے ملک میں پہنچانا۔ عوام کو اعتماد میں لینا، قیام وطعام اور

حفاظت کے انتظامات کرنا۔ مگر ''ہمت مرداں ...... مدد خدا'' علماء سے رابطہ شروع کر دیا گیا۔

حسب عادت کچھ دنوں بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو گورنمنٹ نے کسی مقدمہ میں ملوث کر کے گرفتار کرلیا تاکہ یہ منصوبہ ناکام ہو جائے۔ حضرت مولانا نے تمام رفقاء واحباب کو تلقین کی کہ میری رہائی کی اتنی کوشش نہ کریں، واقعی ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' متعلقہ حضرات نے حسب ہدایت اپنا کام زور وشور سے جاری رکھا اور اس طرف توجہ نہ دی۔ جس سے حکام وانتظامیہ جھنگ کے ارادوں پر اوس پڑ گئی۔

چند دنوں بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی انتظامیہ کے ارادوں اور کوششوں کے علی الرغم ضمانت پر رہائی عمل میں آ گئی اور کام رواں دواں رہا۔

چنانچہ مقررہ تاریخ، 7 فروری 1986ء کو بمطابق فیصلہ واعلانات واشتہارات محلہ چندانوالہ کے وسیع پنڈال میں پورے تزک واحتشام کے ساتھ یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور اندازے اور تصور سے بھی زیادہ علماء ومشائخ، اہل علم وصفا، مذہبی اسکالرز اور کئی مذہبی تنظیموں کے نمائندگان اور اعیانِ امت نے شرکت کی۔

بڑے مثبت، پُرمغز بیانات ومقالات اور تجاویز سامنے آئیں۔ ایسے ہی علمی اور قانونی بحثیں ہوئیں اور دُوررس فیصلے کئے گئے۔

اس موقع پر مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت دل سوزی اور بلیغ انداز میں علماء کرام سے اتحاد کی اپیل کی اور علماء کو چونکا دینے والے انکشافات کئے۔ ملک میں بچھائے جانے والے دجل وتلبیس کے جال اور ہمارے بعض اکابر کی سادہ لوحی اور بے خبری کے نہایت عجیب وغریب واقعات بیان کئے۔ جس سے علماء کرام واکابر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ نیز اکابرین واصاغر کی مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رائے میں بھی سرسری شنید سے بڑھ کر وقعت پیدا ہوئی اور ملک بھر کے مشائخ کے سامنے آپ کے مشن اور تحریک کی اہمیت

واضح ہوگئی۔

نیز شیعہ فرقہ کے بارے میں تمام سُنی مکاتب فکر کی اجتماعی رائے سامنے آگئی اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مضمرات اور اس مہم کے عواقب وانجام کو سمجھنے اور آئے دن ملک میں شیعہ فرقہ کی کہیں نہ کہیں سازشوں کے انکشافات کے پس منظر کو سمجھنے، پرکھنے کیلئے یہ کانفرنس سنگِ میل ثابت ہوئی۔ نیز جب ایک نوجوان عالم دین اور اس کی نو زائیدہ نوجوانوں کی تنظیم نے ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے علاوہ علماء ومشائخ سے رابطہ پیدا کر کے ایک مربوط تاریخی کانفرنس کر کے اپنا موقف واضح کرلیا تو دوسروں کیلئے بھی یہ مہمیز ہوگئی اور مستقبل میں بھی ان کے کام کرگزرنے کی صلاحیت کا اظہار ہوگیا۔

دراصل قائد وراہنما کی صلاحیت کار اور تحریک سے ہی کارکنوں کی کارکردگی بنتی ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے والے خواہ خاندانی وجاہت اور عوام میں موروثی عقیدت کتنی ہی رکھتے ہوں اور دولت وثروت اور پروپیگنڈے کے زور پر کتنی 'شوبازی' کرلیں، مگر انقلابی کام اور نمایاں تبدیلی نہیں لا سکتے۔ ملک، قوم اور عوام کیلئے کچھ کر گزرنے کا داعیہ اور اس پر واقعی مثبت تبدیلی...... قربانی مانگتی ہے، محنت طلب کرتی ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں خداداد صلاحیتیں بھی تھیں اور ان کے انسانیت کیلئے استعمال کرنے کا ارادہ وداعیہ بھی...... اور بلاخوف لومۃ لائم آپ نے استعمال بھی کر دکھایا۔

کہتے ہیں! خربوزہ، خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے۔ اگر ایسے ہی ہے تو ایک مخلص اور صاحبِ سوز عاشق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رنگ کیوں نہ چڑھتا...... چنانچہ یہ رنگ چڑھا اور خوب چڑھا، بڑھا اور بڑھتا ہی گیا۔

اس کانفرنس نے شیعہ فرقہ کو ہلا کر رکھ دیا اور مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے بعد شیعہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔ ان کا لٹریچر ان پر کیچڑ اچھالنے لگا اور

انہی دنوں سے آپ کے خلاف منصوبے بنتے بگڑتے رہے تا آنکہ وہ مرحلہ آ گیا.....

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کانفرنس میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو سپاسنامہ پیش کیا وہ نقل کر دیا جائے۔ جس سے اس کانفرنس کے انعقاد کی غرض و غایت اور پس منظر اور ان احوال پہ روشنی پڑتی ہے، جو اس وقت درپیش تھے اور جنہوں نے ایسی اقدام پر مجبور کیا تھا اور آخر میں ان کے مفصل خطاب کا اقتباس بھی دیا جا رہا ہے۔

''کانفرنس کے دعوت نامے پر''...... جھنگ کے تمام چیدہ چیدہ علماء کے نام مندرج تھے۔ اس کے علاوہ سپاہ صحابہ کے مرکزی عہدیداران کے نام تھے۔ یہ صرف مولانا ممدوح کی طرف سے ہی دعوت نامہ نہ تھا۔

☆☆☆☆

خطبہ استقبالیہ

کل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس

(منعقدہ 7 /فروری 1986ء جمعۃ المبارک)

صدر گرامی قدر، حضرات مشائخ عظام، علماء کرام اور ملک بھر سے اس شدید سردی میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبات و احساسات لیکر کانفرنس میں شرکت کرنے والے لاکھوں غیور سُنی مسلمانو! علماءِ جھنگ اور سپاہ صحابہ کے نوجوان آپ کی تشریف آوری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔

میرے مخدوم علماء کرام، مشائخ عظام، وکلاء، اسکالرز، اور غیرت مند سُنی بھائیو!

......مختلف ممالک میں شیعہ جارحیت ایک تاریخی حقیقت ہے۔ جیسا کہ بیروت میں فلسطینی سُنی مجاہدین کا 'امل ملیشیا' کے شیعہ تخریب کاروں کا قتل عام کرنا۔ شام کی شیعہ حکومت کا ہلاکو خان، چنگیز اور ہٹلر کی ظلم بھری داستان اور تاریخی ریکارڈ کو توڑتے ہوئے تقریباً بیس ہزار

اہلسنّت علماء اور سینکڑوں سُنی عوام کو شہید کرنا اور سُنی مدارس و مکاتب و مساجد کو مسمار کرنا ......تاریخی درندگی کا کھلا مظاہرہ ہیں۔

ایران میں خمینی کے خونی انقلاب کے بعد سرزمین پاک، شیعہ جارحیت اور تخریب کاری کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ پارہ چنار، لیہ، کوئٹہ، ڈیرہ اسماعیل خان، کوٹ ادو، اور دیگر اضلاع کے واقعات اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی ہیں۔

مزید برآں یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ جھنگ کا ضلع شیعہ کی غلیظ سرگرمیوں کے لحاظ سے ثانی لکھنؤ شمار ہوتا ہے۔ جھنگ ہی وہ خطہ ہے، جس نے حضرت مولانا دوست محمد صاحب آف روڈو سلطان، مسئلہ باب عمر رضی اللہ عنہ پر پانچ افراد جن میں مولانا شیریں گل رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں اور لکی نو کے ایک حافظ قرآن اور دس محرم الحرام کو شہید ہونے والے محمد اکرم کا لہو دیکر پاکستانی سُنی قوم پر شیعہ غنڈہ گردی اور اپنی مظلومیت چمکتے ہوئے سورج کی طرح واضح کردی ہے۔

گڑھ مہاراجہ میں ایرانی گماشتوں کا ماتمی جلوس کی قیادت کر کے اہل سنت کی دوکانوں کو نذر آتش کرنا......اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو شرابیوں کی مقدس کتاب کہہ کر نذر آتش کرنا......سُنی خواتین کو زخمی کرنا...... مسجد میں ناپاک خون کے چھینٹے ڈالنا، علماء اور سپاہ صحابہ کے مرکزی راہنماؤں کے گھروں کو آگ لگانا......مدرسۃ العلوم الشرعیہ کی مکمل تباہی و بربادی کے علاوہ مدرسے کا ایک لاکھ پینسٹھ ہزار نقد روپیہ، پولیس کا بصورت ڈاکہ غبن کرنا وغیرہ...... جھنگ کے سُنیوں کی مظلومیت کی بین دلیلیں و شواہد ہیں۔ غضب یہ کہ یہ سب کچھ ماتمی جلوسوں کو غم حسین رضی اللہ عنہ کے اظہار کا نام دیکر کیا جاتا ہے۔

جب کہ ان ماتمی جلوسوں کا شیعہ مذہب کی معتبر کتب میں نام و نشان تک نہیں۔ ظلم کی انتہا ہو گئی کہ 'تعزیہ' جس کو شیعہ اپنا ایمان تصور کئے بیٹھے ہیں۔ اس کا بانی تیمور لنگ ہے۔

لطف یہ کہ اس حقیقت کا اعتراف شیعہ راہنما اسماعیل گوجروی نے بھی کیا۔ دیکھئے صداقت 5/جولائی 1956ء صفحہ نمبر 8...... ''جس دین کا بانی تیمور لنگ ہو اس دین کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بغاوت سمجھنے میں کسی ذی شعور کو شک وشبہ نہیں ہوسکتا''۔

مذکورہ بالا حالات وواقعات سے کہیں زیادہ سنگین جرم یہ کہ شیعہ کی قلم سے نہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات محفوظ رہی ہے، نہ ازواج مطہرات، نہ اصحاب رسول خدا اور نہ ہی جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اس سے بچ سکے۔ عرض گزار کے مذکورہ بالا دعوے کی تصدیق مطلوب ہو تو شیعہ کی معتبر کتاب حق الیقین میں امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام مہدی کے ہاتھ پر ان کے برہنہ ہونے کی صورت میں بیعت کرنا مذکور ہے۔

شیعہ کی کتاب جلاء العیون میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ملعونہ لکھا ہوا ہے۔ مذکورہ کتاب ہی میں مراد مصطفیٰ، خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر تک لکھا ہوا ملاحظہ کرلیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا وہ غلیظ نقشہ کھینچا ہے..... جس کی تفصیل لکھنے سے قلم لرزتا ہے اور شرم وحیاء محسوس ہوتی ہے۔

شیعہ ہی کے معروف مفسر 'قمی صاحب' کا اپنی تفسیر قمی کے پہلے پارے میں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو 'مچھر' قرار دینا دیکھا جاسکتا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج واولاد اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا اور نکلا کہ شیعہ کے اکابرین مجتہدین...... کتاب اللہ ''جس کی حفاظت کا ذمہ خود خالق کائنات نے لیا ہے'' کو محرف اور تبدیل شدہ کتاب کہتے ہیں۔

انہوں نے اصل قرآن کریم، مزعومہ امام مہدی کے حوالے کردیا ہے۔ اب قرآن بھی پورا اس وقت ظاہر ہوگا جب مہدی تشریف لائیں گے، جیسا کہ شیعہ کی زائد از دو ہزار روایات (جو کہ شیعہ کی کتب معتبرہ میں موجود ہیں) میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ حد یہ کہ شیعہ کے

معروف اور مسلمہ راہنما مقبول احمد دہلوی نے اپنے ترجمہ و تفسیر مقبول کے ضمیمہ میں اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو"شراب خور خلفاء کی خاطر تبدیل کی جانے والی کتاب" تک لکھ دیا اور کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ ہم امام کے حکم کے مجبور ہیں۔ امام مہدی کے آنے سے پہلے اس کو صحیح نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے..... (ترجمہ مقبول دہلوی پارہ ۱۲)

شیعہ کے ایک اور ذمہ دار راہنما نے ایک مستقل کتاب بنام "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" لکھ کر عذاب خداوندی کو دعوت دی۔

خدا تعالیٰ کی لاریب کتاب کے خلاف اردو، فارسی، عربی زبانوں میں لٹریچر بڑی وافر مقدار میں سرزمین پاک پر تقسیم ہو رہا ہے۔

(سرکاری روش حد درجہ افسوسناک ہے)

مندرجہ بالا حالات و واقعات کے باوجود اسلام کی بزعم خود علمبردار حکومت توجہ دلانے کے باوجود ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ بلکہ اہلسنّت' جو کہ ملک کا سوادِ اعظم ہیں' کو پوری قوت سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اہلسنّت کی پرامن سرگرمیوں کو بزدلی تصور کرتے ہوئے شیعہ اقلیت کی تخریبی سرگرمیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا، شیعہ اقلیت کے مذہبی مطالبے کو اخلاقی لحاظ سے رواداری کا نام دیا جاتا ہے۔

محترم حضرات! شیعوں کے مطالبہ پر انہیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینا..... نصاب تعلیم میں شیعہ دینیات کو الگ کر دینا..... فقہ جعفریہ کے مطالبے پر ایک کمیٹی کا تشکیل دینا ..... شیعہ کے تخریبی جلوسوں کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ ان کے بلا اجازت جلوسوں کی قتل و غارت گری پر مبنی کاروائی دیکھنے کے باوجود خاموش تماشائی بنے رہنا ..... مرکزی دارالحکومت کا شیعوں کی جانب سے گھیراؤ کرنے کے باوجود ان کے خلاف کوئی قابل ذکر کاروائی نہ کرنا..... کیا باعث تشویش اور حیرت انگیز نہیں ؟؟؟

(اہلسنّت کے حقوق کو خطرہ)

اہلسنّت کے مسلکی حقوق پہلے بھی وطن عزیز میں چنداں محفوظ نہیں ہیں۔مگر شیعہ فرقہ کے مطالبات اور خطرناک قسم کی موجودہ غیر قانونی مہم سے سُنی مفادات کو مزید خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ان احوال کے پیش نظر سُنی حقوق و مفادات کے تحفظ کی تدابیر وتجاویز پر غور و فکر اشد ضروری ہے۔اور اسی کیلئے آپ حضرات کو تکلیف دی گئی ہے۔

حضرات علماء کرام وراہنمایانِ اہلسنّت !ان مذکورہ اہم عنوانات پر سوچ و بچار اور نا قابل یقین حد تک ہم سے کی گئی ناانصافیوں پر غور و فکر اور ان کے ازالے کی تدابیر اور مؤثر تجاویز سوچنے کیلئے پہلے بھی کئی بار اجلاس ہوتے رہے ہیں،لیکن آج ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ یہاں سے کوئی نہ کوئی فیصلہ کن تجاویز و تدابیر طے کر کے اٹھیں ۔جن کی روشنی میں ہم اپنے عظیم مقاصد کی تکمیل کر سکیں۔

آخر میں ......میں (حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ)،علماء جھنگ ،سپاہ صحابہ کے نوجوان مجاہد آپ سب حضرات کے شکرگزار ہیں اور ممنون احسان ہیں کہ آپ حضرات نے دور دراز سے قدم رنجہ فرما کر ہمارے عزائم کو استقامت اور حوصلوں کو تقویت بخشی۔

جذا کم اللہ خیرا لجزاء............وما علیناالاالبلاغ

☆☆☆☆

اس موقع پر مولانا نے جو خطاب کیا، اس کا بھی تھوڑا سا اقتباس پڑھ لیں......ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

(دفاع صحابہ کانفرنس میں جھنگوی شہید کی تقریر کا اقتباس)

......میری عقل نہیں ماؤف ہوگئی، میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں، میرے عقل و خرد پر پردہ نہیں پڑا کہ مجھ پر بیسیوں مقدمات قائم ہیں، ہر ضلع میں پولیس میرا راستہ روکے کھڑی رہتی ہے، مَیں کئی کئی مقامات پر سارا سارا دن عدالتوں کے دروازے پر تاریخ پیشیوں کیلئے پریشان کھڑا رہتا ہوں۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود مَیں شیعہ کو کافر کہنے پر قائم ہوں۔ ہر جگہ ان کا دجل آشکارا کر رہا ہوں۔ جب کہ حکومت بھی سدِ راہ ہے اور کئی سیاستدان بھی مجھے روک رہے ہیں۔ کئی مصلحت پسند مجھے درسِ امن دے رہے ہیں۔

مَیں یہ سب کچھ صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ سُنی تُو برباد نہ ہو......تُو شیعہ کو مسلمان سمجھ کر اپنی لڑکی کا رشتہ اس کے حوالے کر کے ساری زندگی زنا کی وادی میں نہ دھکیل ان کے ساتھ بیٹھ کر، کھاپی کر، ان کے جنازوں میں شریک ہو کر، ان کے ساتھ قربانیوں میں شریک ہو کر......اپنے ایمان کا گلشن ویران نہ کر۔ لاعلمی یا مصلحت کی خاطر اپنے دین و مذہب سے عداوت نہ کر۔

مَیں تو اتمام حجت کر رہا ہوں۔ اپنا پیغام ایک مرتبہ ہر کوچے، ہر شہر، ہر علاقے اور ہر ہر ملک میں پہنچا کر رہوں گا۔ اس مشن پر اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔

شوق زیارت

حرمین شریفین سے کس مسلمان کو عقیدت و محبت نہ ہوگی اور کس کا دل زیارت کیلئے نہ تڑپتا ہوگا۔ ایمان والوں کے دل تو حرمین میں اٹکے ہوئے ہیں۔

حضرت امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ تو تھے ہی محافظ ناموس صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم اور پاسبانِ حرم...... آپ کی عقیدت کا کیا کہنا، خاص طور پر جب ایرانیوں نے حرم مکی پر جارحیت کا ارتکاب کیا تو آپ پر بڑی جذباتی کیفیت طاری ہوگئی اور اب کے ایران اور شیعہ کے خلاف لب ولہجہ میں اور تندی و تیزی آگئی...... روئیں روئیں سے عشق و مستی ٹپکتی تھی۔

مگر وسائل نہ ہونے کی وجہ سے نیز ہتھکڑیاں، بیڑیاں، رہائی پھر جیل، حوالات و مقدمات کے جھمیلے اور دارو گیر میں سرتاپا پھنسے رہنے کے باعث پہلے تو زیارت کا تصور ہی مشکل تھا۔ بعد میں ملکی سطح کی شہرت و مقبولیت کی وجہ سے اس شر کا زور ٹوٹا اور خیر کا راستہ ذرا ہموار ہوا تو بھی مذکورہ بالا وجوہات موجود تھیں۔ عقیدت کیشوں کی پیش کشیں اپنی خودداری اور عزت نفس کی وجہ سے بصد معذرت ٹال دیتے۔

1988ء کو انگلینڈ سے دورے کی دعوت آئی اور عمرے کیلئے بھی ایک عزیز نے ویزے اور ٹکٹ کا ذمہ لے لیا۔ چنانچہ آپ لندن جانے کیلئے تیار ہو گئے اور پاسپورٹ بنوایا۔ اس وقت ہمارے حلقے میں یہ بات آگئی تھی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ چند دنوں میں لندن روانہ ہو رہے ہیں۔ جہاں کچھ دن قیام کے بعد سعودیہ چلے جائیں گے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اشتیاق قابل دید تھا۔ مگر حکومت وقت نے آپ کا پاسپورٹ کینسل کر دیا اور آپ کو بیرون ملک جانے سے روک دیا، اور سارا کیا دھرا اسی طرح رہ گیا۔

درحقیقت، گورنمنٹ کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اشخاص ہمیشہ ناپسندیدہ رہے ہیں۔ حکومت کوتو ٹوڈی، خوشامدی، جی حضوریوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جواس کی ہرادا پر سردھنیں اور تعریفوں کے پُل باندھیں اور حکومت کی ہر جائز و ناجائز بات پر ساتھ دیں، ورنہ چپ سادھ لیں۔ مگر جو شخص ہر غلطی پر ٹوکے ہی نہیں تنقید بھی کرے اور پھر وہ اپنی حق گوئی و بے باکی میں بھی طاق مانا جاتا ہو، بھلا اسے حکومت جینے کا حق بھی دینے کیلئے تیار ہوسکتی ہے؟

حالانکہ مذکورہ صورت میں حکومت پر زرمبادلہ کا بار بھی نہیں پڑتا تھا۔ ہوسکتا ہے گورنمنٹ کو یہ خدشہ لاحق ہوگیا ہو کہ اسلام کا یہ بیباک سپاہی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس کا محافظ، یورپ میں بھی اپنی ساکھ نہ بنا لے، نیز سعودیہ میں بھی آپ کی شہرت موجود تھی۔ وہاں بھی جتھہ بندی ہوسکتی تھی۔

عین ممکن تھا کہ سعودی حکومت آپ کو اعزاز سے نوازتی تو ادھر حکومت پاکستان کو ایرانی گورنمنٹ کی طرف سے جھاڑ پڑتی کہ ہمارے گستاخ کو یہ موقع کیوں فراہم کیا گیا۔

ایرانی سفارت خانہ بھی آپ کی تمام حرکات وسکنات پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ایران ریڈیو بھی آپ کے خلاف بارہا زہر اگل چکا تھا، تو یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اسی کی ایماء پر سب کچھ ہوا ہو۔

بہرحال آپ عمرہ نہ کرسکے اور آپ کے دل کی یہ مراد بر نہ آسکی اور قلق ہی رہا۔ اس سلسلے میں حرم مکہ کے خطیب حضرت مولانا محمد مکی حجازی رحمۃ اللہ علیہ نے دفاع صحابہ کانفرنس لاہور (منعقدہ 16 مارچ) کے اجلاس میں یہ انکشاف فرمایا کہ:

''پچھلے دنوں مَیں نے مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آپ سعودیہ مکہ معظمہ میں تشریف لائیں تاکہ چند دن اکھٹے گزار سکیں''، تو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خط کے جواب میں لکھا ''ضرور حاضری دوں گا یہ میری سعادت ہوگی۔ لیکن مدینۃ الرسول علی صاحبہا السلام

میں حاضری دینے سے ڈر لگتا ہے کہ میں سرکار مدینہ اور ان کے ساتھیوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا جب کہ میں ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے کچھ نہیں کر سکا''......

اس عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی یہ کہتے ہیں کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

راہِ عمل

قدرت جو کام لینا چاہتی ہے تو ویسے ہی رجال کار بھی پیدا فرمادیتی ہے۔ یہ سنت اللہ چلی آ رہی ہے۔ گو کہ اس علاقہ میں رفض و تشیع کے خلاف بڑا کام ہوا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے مؤثر دفاع رہا۔ ایک مستقل تنظیم "تنظیم اہلسنّت والجماعت" اس محاذ پر کام کرتی رہی۔ جس میں شامل ہو کر چوٹی کے علماء (مثلاً امام اہلسنّت مولانا سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد شاہ چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ، مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ جامع محمدی شریف، وغیرہ) نے تحریری، تقریری اور مناظرانہ انداز میں شیعت کا رد کیا، بیسیوں مناظرے ہوئے، ہزاروں اوراق پر مشتمل لٹریچر شائع ہوا، متعدد چھوٹی بڑی علمی کتابیں لکھی گئیں۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، بستی بستی جلسے اجتماعات ہوئے تنظیموں کے علاوہ انفرادی طور پر علماء نے بہت کام کیا۔ کتنے علمائے کرام نے اسی راہ پر جام شہادت نوش کئے۔ مگر شیعت سے مکمل نفرت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسنِ عقیدت و محبت کا وہ جذبہ جو ان نفوس قدسیہ کا حق ہے...... پیدا نہ ہو سکا۔ بلکہ اگر یوں کہیں کہ شیعت مزید پھیلی اور بڑھی تو بے جا نہ ہوگا۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بیان ہوا کہ دھن و دولت اور جاگیرداری اثرات کے علاوہ دیگر پر کشش ذرائع سے رافضیت نے مزید پَر پُرزے نکالے اور ترقی پذیر رہی۔

تا آنکہ مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے آ کر ایک مضبوط بند باندھا۔ اس وقت حالات پُر آشوب تھے، مصائب کی گھٹائیں چہار سو منہ کھولے ہوئے تھیں، حالات کی باد سموم سے فضا مکدر تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت "جوامت کے ایمان کی اساس

ہیں ......اور نبوت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے عینی اور چشم دید گواہ ہیں...... یوں کہہ لیجئے کہ ناموس رسالت ﷺ کے اولین پاسبانوں کی ناموس" تبرائیوں کی تبراء بازی سے چھلنی تھی ۔عین اس وقت ملت کا یہ قابل فخر سپوت عصاءِ کلیمی لئے میدان کارزار میں اترا ...... جب کہ بظاہر صورت احوال انتہائی حوصلہ شکن تھی اور وسائل بالکل ناپید تھے۔

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مگر جی دار، جری، پرعزم، حوصلہ منداور استقلال کا پیکر...... علم وفضل اور مطالعہ مذاہب باطلہ کے دلائل سے مسلح تھا۔گوایسا اسلحہ اس کے علاوہ کئی حضرات کے پاس بھی تھا مگر جس سلیقے، طریقے اور ڈھب سے اس شخص نے اسے استعمال کیا...... وہ بانکپن اسی کو سجا اور یہ اسی کا حصہ تھا۔

......اس کی گھن گرج سے ایوانوں میں زلزلہ آیا۔میدانوں میں شورش بپا ہوئی، مچلتی ملگجی روشنیوں میں آوارہ منش اوباشوں نے جواڈے قائم کرر کھے تھے، جہاں پہلے جام کھنکتے تھے......اب دل دھڑکنے لگے، مرثیہ خانوں، ذاکروں کی محفل شبینہ میں کپکپی آئی...... وہ یوں گرجا، ایسا چمکا کہ ہر وڈیرے، جاگیردار اور ہیروئن فروش کے چہرے پر مردنی سی چھاگئی ڈیرا......اندھیرا محسوس ہونے لگا۔حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ان ہمت شکن فضاؤں میں اپنی تہلکہ بپا کر دینے والی آواز کے ساتھ گونجا، وہ ہر چٹان، ہر دریا، ہر روک ٹوک سے ٹکرایا۔ وہ اپنے راستے کی ہر آڑ کو راستے سے ہٹا کر اور صحیح سمت بڑھتے ہوئے ہر شے کو اپنا ہم نوا بناتا چلا گیا۔

جھنگوی ؒ کا امتیاز

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے کردار کا اگر بے لاگ تجزیہ کریں اور علماءِ عصر حاضر اور سابقین کے کام سے موازنہ کریں تو عقل حیرت واستعجاب میں ڈوب جاتی ہے کہ ایک ہلکے پھلکے بدن کا بے وسیلہ نوجوان مولوی "بغیر کسی تنظیم و جماعت یا دولت مندوں کی پشت پناہی کے" میدان میں کودتا ہے اور اپنی بے لوث ومخلصانہ ومجاہدانہ اور شبانہ روز محنت اور مقصد سے عشق کی حد تک لگن اور انتھک کوشش کی بنیاد پر چند سالوں میں ملک کے طول وعرض میں مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔

اس نے اہل حق کی محبت اپنی طرف کھینچ لی۔ پھر ہر چہار سو اس کا ڈنکا بجنے لگا۔ اور پھر صورت احوال کچھ یوں ہو گئی ...... جس طرف بڑھتے، خود بخود کارواں بنتا جاتا اور ان کے گرد ہر وقت ہجوم کار بھی، ہجوم افکار بھی اور ہجوم افراد واشخاص بھی ہوتا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ بے مثال صلاحیتوں سے تمام امور کو بااحسن طریق نمٹاتے چلے جاتے اور تمام محاذوں پر بڑی مستعدی سے نبرد آزما ہوتے رہے۔ انہوں نے سالوں کے فاصلے مہینوں اور دنوں میں طے کئے اور آگے بڑھ گئے۔

مولاناؒ کی انفرادیت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ امت کے اعیان وعلماء ...... دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس فریضے سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ یہ سوءِ ظن ہی نہیں، بڑا ظلم ہوگا ...... اگر اکابرین کے کارہائے نمایاں کی نفی کر دی جائے۔

مگر جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ......اگر یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صرف دفاع صحابہ کرام ہی نہیں، آگے بڑھ کر محاسبے کا فریضہ ذمے لیا۔انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفائی کا گواہ بننے سے زیادہ مجرموں کے جرائم سے پردہ اٹھایا۔ملت فروشوں اور غداروں کے تاریخی کردار کو بے نقاب کیا۔ایک ایک غدار کی غداری کی نوعیت اور اسکے اثرات کو بیان کیا۔اور تاریخی حوالوں سے مبرھن کیا۔

برصغیر میں سید العلماء حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور قریب و دور کے اکابرین نے ایک ذخیرہ اس موضوع پر چھوڑا تھا۔ادھر تاریخ امت میں بھی واضح نشان دہی موجود تھی۔مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے انتہائی جاں گسل راستہ یہ اختیار کیا کہ اس سارے ورثہ کو سنبھالا اور تمام اثاثے کو پڑھا اور سمجھا......پھر اسے اس سلیقے و طریقے سے قوم کے سامنے پیش کیا کہ قوم کے ذہن و فکر میں جاگزیں کر دیا۔صرف کتابوں تک نہ رہنے دیا بلکہ اسے پبلک میں بیان کرنا شروع کیا۔انہوں نے عوام کی سوچ کا دھارا بدلا، نوجوانوں کی فکر کی اصلاح کی، انہیں سنت کے مفہوم سے شناسا کیا، سُنی غیرت کو جگایا، ابھارا......اور دشمن کو للکارا۔

حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے چوکوں، چوراہوں، گزرگاہوں، بازاروں، شہروں، دیہاتوں، کنوؤں پر شیعت کا پردہ چاک کیا۔اسے للکارا، اس کے مکروفریب اور غداریوں کے حقائق تاریخی کتب سے نکال نکال کر سرعام بیان کئے۔رفض و تشیع ایک کفر ہے۔اسے کتابوں میں کفر لکھا گیا، کہا گیا تھا، پڑھا جاتا تھا، بیان بھی کیا جاتا رہا......مگر معذرت خواہانہ اور مدافعانہ انداز میں۔

جس کے مقابلے میں شیعت نے ظلم و جور، تعدی و جارحیت کی شکل میں اپنی روش

سے مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالے تھے۔ اندازہ کیجئے! کہ لکھنؤ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبراء بازی کرنے کا باقاعدہ قانونی استحقاق حاصل کیا گیا اور انگریز نے یہ تسلیم کیا کہ شیعوں کا یہ مذہب ہے اسلئے یہ آزادی سے اس حق کو استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اکابرین وقت نے تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم چلا کر کس طرح اس قانون کے تار و پود فضاءِ آسمانی میں بکھیر دیئے۔

بہر حال اکابرین سابقین دفاع کرتے رہے۔ لیکن علامہ جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ جان پر کھیل گئے مگر معذرت خواہانہ انداز کو اس دور میں خنثیٰ پن اور بزدلی گردانتے۔ اور کبھی تو جوش میں آ کر اپنے لئے بے غیرتی شمار کرتے۔ انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر شیعت کے خلاف دلائل دیئے، قوم کو قائل کیا اور اپنے مؤقف کو اس قدر مبرھن کر دیا کہ گلی گلی، کوچے کوچے، شہر شہر اور بستی بستی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور رافضیت کے کفر کے نعرے گونجنے لگے۔

بڑی جرأت کے ساتھ شیعہ کو یوں للکارتے......''شیعو! مجھے عدالت میں لے جاؤ، ہائی کورٹ میں کھینچو، میرے خلاف رٹ دائر کرو کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ شخص ہمیں پبلک میں کافر کہتا ہے۔ تم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو...... مَیں تمہارا کفر ثابت کروں گا۔ اگر مَیں تمہارا کفر ثابت نہ کر سکوں تو مجھے وہیں گولی ماردو۔ مَیں مجرم ....تم سعد...... میرا خون تمہیں معاف کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔''

مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ جب رافضیہ کے کفریات پر بحث کرتے تو ان کے مسحور کن دلائل و حجج سے بھرپور تقریر پورے مجمع کو ہمہ تن اپنی طرف متوجہ اور مستغرق کئے ہوتی، جسے نوجوانوں کے جذباتی نعرے وقفہ دیتے اور پھر اللہ کا یہ شیر گرجنے لگتا اور فضا میں ایک ارتعاش سا پیدا ہو جاتا۔ بلا مبالغہ پاکستان کی سرزمین پہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلسے بڑے بڑے جغادری لیڈروں اور اعلیٰ پیانہ کے مقررین کے اجتماعات کو مات کر گئے تھے۔

بعض جگہ صرف ان کے نام سے جلسوں کو رونق بخشی جاتی ،جس طرف آپ کا رخ ہوتا ......عوام کا ایک سیلاب امڈ آتا۔خصوصاً نوجوانوں کے آپ مقبول ترین مقرر تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں میں جذبہ ہی ایسا بھر دیا تھا کہ انہیں آپ کو سُنے بغیر چین نہ آتا۔ایک واقعے سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ لوگوں میں کتنی لگن تھی......

یہ الیکشن کے دنوں کی بات ہے۔"ان دنوں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں جلسوں سے خطاب کیا"...... الیکشن مہم (کمپین) اختتام پذیر تھی ،فیصلے کے مطابق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سیٹلائٹ ٹاؤن میں آخری جلسے سے عشاء کے بعد مفصل خطاب کیا،اس کے بعد جھنگ صدر کے جنوبی سائیڈ خطاب ہوا،پھر شمالی جانب ایک مبسوط تقریر کی ،ازاں بعد: پہلے سے اعلان شدہ پروگرام کے مطابق "کہ ہماری اس مہم کا بالکل آخری جلسہ جھنگ سٹی ،باب عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ہوگا" چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک بجے فارغ ہوکر وہاں پہنچے۔اب یہ ریکارڈ پر ہے کہ الیکشنی جلسہ ہے اور مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کا دو گھنٹے سے زائد خطاب ہوا ،وہ بھی رات کے دو بجے شروع ہوکر فجر کی اذانوں تک جاری رہا۔قارئین سوچیں گے!اس وقت رات گئے ،سننے والے کہاں سے دستیاب ہوئے ہوں گے تو یہ بھی ایک ریکارڈ ہے کہ اہالیان جھنگ سٹی پورے اشتیاق کے ساتھ شریک جلسہ تھے۔تمام اہلسنّت پنڈال میں موجود تھے۔تاحد نگاہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا اور چھتوں پر بھی سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ایسا بھی نہیں تھا کہ کرائے بھاڑے کے یا باہر سے لائے گئے ہوں یا کسی لالچ وغرض کے مارے ہوئے بادل نخواستہ پھنسے ہوئے ہوں اور باہر پولیس کا پہرہ ہو........... یہاں تو یہ عالم تھا کہ ووٹ......نوٹ......سپورٹ سب حق نواز پر قربان تھے۔

چنانچہ جھنگ سٹی کے باسیوں کو یہ فخر حاصل رہا کہ وہاں سے بھاری تعداد میں ووٹ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ملے۔اس سپاس تشکر کیلئے بعد میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جمعہ مستقل

جھنگ سٹی کو دے دیا تھا۔ (مہینے میں ایک جمعہ جھنگ سٹی پڑھاتے)

اور انکی شہادت کے بعد بھی جھنگ سٹی کے باشندوں کو ضلع بھر کا شیعہ اپنا ہدف سمجھتا ہے۔ تادمِ تحریر سات آدمی جام شہادت نوش کر چکے ہیں اور بیسیوں زخمی ہوئے اور[1] آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا......

سفر بعجلت

تاریخ میں اتنی چھوٹی عمر، مختصر وقت میں اور اتنا نام پیدا کر لینا اور اتنا کام بھی سر انجام دے لینا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہے۔ "برصغیر میں اسلام کی اشاعت کے پہلے علمبردار، مردِ مجاہد حضرت محمد ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تواریخ میں مرقوم ہے کہ وہ سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں سپہ سالارِ فوج بن کر آئے اور دیبل فتح کر کے راجہ داہر کے مظالم سے مسلمان قیدیوں کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام کو بھی نجات دلائی۔" اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ سال کی عمر میں شہرت پالی تھی اور بغداد کی جامع مسجد میں ہزاروں احادیث نبویہ حفظ سنا کر علماء اور محدثین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ہمارے قریب دور کے اکابرین میں سے حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ......صاحبِ تصانیف کثیرہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے 38 سال عمر پائی۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے 39 سال یا بروایت 41 سال عمر پائی۔

واللہ اعلم! مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی حیات دینوی صرف 38 سال بنتی ہے۔ اندازہ کیجئے کہ اپنی طلاقتِ لسانی، زورِ بیان، اخلاص اور مقصد سے لگن، پھر بے پناہ محنت، اس پر مسلسل

---

[1] اب نہ پوچھئے سلسلہ ظلم و جور کی طوالت کا۔ اور جھنگ سٹی کے باشندوں کے صبر و حوصلوں اور ضبط کا۔ اب کاغذوں کے اوراق اور تحریر کی زباں تفاصیل بیان کرنے سے قاصر ہے۔

قربانیاں اور بے باکی اور جرأت وبسالت کی بناء پر حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ملک اور بیرون وطن بڑی جلدی شہرت حاصل کرلی۔

وادی کاغان کی اس چوٹی سے لیکر کراچی کے ساحل تک اور بلوچستان کے اس پار......پسنی اور گوادر کی وادیوں میں حق نواز کی روشن کردہ شمع اسی کے حوالے سے روشن پائیں گے۔آپ ملک کے کسی حصے میں چلے جائیں!حق نواز کی آواز اور انجمن سپاہ صحابہ کو موجود پائیں گے۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ جولوگ پہلے ان کے نام وکام سے متعارف تک نہیں تھے۔ اب متعارف ہوگئے ہیں بلکہ اس راہ کے راہِ نورد بن گئے ہیں اور ان کے قافلہ سخت جان، سربکف کارواں کا حصہ ہیں۔

❁❁❁❁

علامہ جھنگویؒ کامؤقف

مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف کیا تھا؟ جب تک اس نقطے کو بغور سمجھ نہ لیا جائے......بات کی تہہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے! شیعہ مسلم فرقہ نہیں، اسے پاکستان میں قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا چاہئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست کا مقصد بھی یہی تھا اور تحریک کا بھی اور ملک میں مذہبی اتحاد "سُنی مجلس عمل" قائم کرنے کا داعیہ بھی یہی تھا۔ وہ صرف اور صرف سُنی اتحاد چاہتے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ جس طرح ایران میں سُنی آبادی 40 فیصد ہونے کے باوجود اقلیت اور ایک گونا مظلومیت کی زندگی بسر کر رہی ہے ...... یہاں کم از کم اتنا تو ہو کہ ہمیں اپنا جائز مقام حاصل ہو۔ "ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان فٹ پاتھ پر بے روزگاری کے ہاتھوں مارا مارا پھرتا ہے اور شیعہ کی سازشوں سے ان پڑھ شیعہ نوجوان بھی ملازمت کر رہا ہے۔ سُنیوں کے ساتھ یہ کھلی بے انصافی ہو رہی ہے اور وہ بھی اپنے وطن میں اور اپنی اکثریت کے باوصف!" جیسا کہ افریقہ میں گوری چمڑی والی اقلیت کالوں کی واضح اکثریت پر حکمرانی کر رہی ہے۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف تھا کہ پاکستان کو سُنی اسٹیٹ قرار دیا جانا چاہیے۔ جیسا کہ ایران کو شیعہ اسٹیٹ قرار دیا گیا ہے۔

نیز مردم شماری شیعہ سُنی کی بنیاد پر کروا کر شیعوں کے اس دعوے کی قلعی بھی کھول دی جائے کہ ہم پاکستان میں دو کروڑ ہیں......

فرماتے ا مَیں ملک کے طول و عرض میں گھوما پھرا ہوں۔ پاکستان کی 17 کروڑ آبادی

میں شیعہ کی آبادی مجموعی طور پر 80 لاکھ سے زیادہ نہیں (بشمول تمام فرقے .....اسماعیلیہ، آغا خانیہ، زیدیہ اور اثنا عشریہ وغیرہ) اس طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ اسمبلیوں اور اعلیٰ عہدوں پہ شیعوں کا کوٹہ مقرر کرنے کے خواہشمند تھے۔

سُنی ریاست (اسٹیٹ) قرار پانے کی صورت میں وزارت عظمیٰ و وزارت عالیہ، ہائی کورٹ کے جج، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور فوج کی سپریم کمان صرف سُنی کے پاس ہوگی۔ باقی اعلیٰ ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم......

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا کہ شیعہ کے ماتمی جلوس ان کی عبادت گاہوں اور امام باڑوں تک محدود ہونے چاہئیں۔ یہ تو ہماری سڑکوں، گلیوں، بازاروں میں تبراء کرتے پھریں اور ہمارا سُنی بھائی سرکاری دباؤ کے تحت یا ڈر کے مارے یا بے غیرتی سے اپنی دوکان اور کاروبار معطل کئے ہوئے ہو۔ اس پر بس نہیں...... بعض مقامات پر تعزیہ کے راستے پہ پانی چھڑکا کر اور سبیلیں لگا کر شیعہ کو مزید حوصلہ دیا جاتا ہے۔

فرماتے! اُف ہے اُن سُنی کہلانے والوں پر جو شیعہ کے تعزیے دیکھنے جاتے ہیں اور اُن کی مجالس کی رونق بڑھاتے ہیں۔ بعض اپنی جہالت اور نادانی کے باعث تعزیہ (بت خانہ) کو کندھا دیتے ہیں اور اس شرک کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے! یہ کیسی عبادت ہے؟" جو ہمارے دروازوں اور کوچہ و بازار میں ادا ہو رہی ہے۔ جس میں ہمارے ایمانوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی مقدس ہستیوں پر تبراء کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے۔"

فرماتے! ملک میں ہر سال محرم الحرام میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ملک کی انتظامی مشنری محرم کے دس بارہ دن تقریباً معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کا کام صرف شیعہ کے جلوس نکلوانا، ان کی حفاظت کرنا، بجلی کی تاریں ہٹانا، پانی چھڑکوانا وغیرہ ہو کر

رہ جاتا ہے۔

ایران کے دارالحکومت تہران میں سُنی مسلمانوں کو آج تک ایک مسجد کی بھی تعمیر کی اجازت نہیں دی گئی ۔وہاں سُنی مسلمان عیدین کی نمازیں اپنے سفارت خانوں کے لانوں میں ادا کرتے ہیں یا پھر سرے سے ادا ہی نہیں کر سکتے ۔

سُنیوں کی اتنی بڑی آبادی کے باوجود مجھے ایران میں اِن کے کسی احتجاجی جلوس و جلسہ یا کھلی تقریب منانے کا ثبوت مہیا نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالبہ تھا...... کہ ایمان کی اساس کلمہ طیبہ ہے اور قرآن کریم کی تحریف کا تصور، ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبراء بازی بدترین جرم ہے۔ اسے قانوناً سخت ترین جرم قرار دیا جائے اور اس سلسلہ میں آئے دن جو شیعہ کی کتابیں، پمفلٹ وغیرہ شائع ہورہے ہیں ۔ان پر پابندی لگائی جانی چاہیے، بصورت دیگر ضبط کر لی جائیں ۔اس سلسلہ میں قانون میں کسی قسم کی گنجائش یا لچک نہیں ہونی چاہیے۔

سوچئے تو! ہمارے ہاں قائداعظم ،لیاقت علی خان، علامہ اقبال یا پاکستان کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی موجود ہے، اور ایسی حرکت کے مرتکب کو ہر طرف سے لعن طعن ہوتی ہے۔ مگر...... مقدسین امت کی ذوات قدسیہ کے سلسلہ میں اتنا بھی نہیں؟

پاکستانی پرچم کیلئے کھڑے ہو کر احترام بجالانے کی روایت قائم ہے، مگر...... محمدی پرچم کی توہین ہوتی ہو، نبوی امانت 'قرآن کریم' کی توہین ہو، روضہ اقدس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشینوں کی توہین ہو، روضہ مکرم کو گرانے ،اکھاڑنے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے اجسادِ مطہرہ کو نکال پھینکنے (لافعل اللہ ذالك) کی تحریریں لکھی جائیں اور چھپیں ...... اس پر نہ ہمارا سُنی مسلمان اور نہ ہی حکمران ٹس سے مس ہو۔

جب کبھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا روئے سخن پولیس کی پکڑ دھکڑ اور دفعہ 144 کی خلاف

ورزی کی بناء پر اپنے کارکنوں یا غیور مسلمانوں پر مقدمات کی طرف ہوتا تو آپ ﷫ کا لب ولہجہ قدرتی طور پر سخت ہو جاتا اور غیظ وغضب کی بجلیاں گراتے۔فرماتے!تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری انگریز کی موروثی دفعہ 144 کا احترام کریں تمہارا حکم نامہ آئے ...... تعظیم بجا لائیں اور بلاچوں چراں تمہارے اشارے پر ناچیں، تھرکیں......

اس کے برعکس تمہاری آنکھوں کے سامنے امام باڑوں اور بازاروں میں امت کی مقدس ترین جماعت ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین'' کی توہین ہو، سب بازی کی جائے، بلوائیوں کے ہاتھوں ان کی قباءِ عظمت تار تار ہو۔نہ تمہاری دفعہ 144 حرکت میں آئے، نہ ہی تمہاری ایمانی غیرت جاگے۔

اور اگر میرے غیرت مند سُنی نوجوان کا احساس کسی اقدام پر آمادہ کردے تو تمہارے وہ سب قوانین اور اس کے علاوہ بھی دفعات حرکت میں آجاتی ہیں ......تمہاری باسی کڑہی میں ابال آجاتا ہے، کیوں؟

یہی وجہ ہے کہ مولانا جھنگوی ﷫ کے کسی علاقے کے دورے کی خبر سے ہی بد باطن انتظامیہ کا سانس پھول جاتا اور دم گھٹنے لگتا اور حواس باختہ ہو کر پابندیوں اور رکاوٹوں کی فکر میں لگ جاتے۔تاہم ان کی سراسیمگی کا علاج مولانا خود آکر تجویز فرماتے کہ تم اپنا رویہ درست کرلو میرا کچھ مطالبہ ہی نہیں ......تم ہمارے بھائی ہو، ہمارے حکمران ہو، ہمارے بڑے ہو۔ہم رعایا ہیں۔

فرماتے! مَیں نہیں کہتا کہ شیعہ نہ رہے، انہیں ختم کردو یا انہیں ہلاک کردو یا انہیں جلا وطن کردو یا کسی کا مکان، دوکان بھسم کردو۔نہیں مَیں تخریب کار نہیں ......سُنی مسلمان ہوں، گھیراؤ جلاؤ نہ میرا مذہب ہے نہ میری سیاست۔میرا ان میں سے ایک بھی مطالبہ نہیں۔ میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حق دار کو اس کا حق دو، ظلم کا ہاتھ روکو، شیعہ پر نوازشوں

کی روش اور شیعہ کی ناز برداریوں کا شیوہ چھوڑ دو، اگر تم میں مذہب کی حمیت وحمایت کا یارا نہیں تو انصاف وعدل کو تو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور اگر تم اپنی افسری کے زعم میں کوئی بات بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہو گے تو میری تم سے جنگ ہے اور یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم اپنا رویہ درست نہ کرلو۔ تم ہم سے اپنے احکامات منواؤ اور خود تم اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کی پروانہ کرو اور قانون، اخلاق اور رسمی اصولوں کے پابند بھی نہ ہو؟ گویا ہم انسان نہیں ...... چوپائے اور کیڑے مکوڑے ہیں کہ جس طرف چاہو ہانک لو، مار دو جو چاہو...... سو کرو۔

یہی وجہ ہے کہ قانون پسند شریف انتظامیہ کیلئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا کسی علاقے کا دورہ کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پورے ملک میں گئے...... آئے۔ مگر شیعہ جاگیرداروں کے ڈیروں پر عیاشی میں شریک ہونے والے یا رشوت اور مرغ مسلّم اور بھنے ہوئے بٹیر پہ ضمیر کا سودا کرنے والے یا ان کے سیاسی اثر ورسوخ سے دَب جانے والی نااہل انتظامیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے پہلے ہی بلبلا اٹھتی اور اپنی احمقانہ حرکتوں سے امن وامان کا مسئلہ پیدا کر لیتی اور اس کے بعد جو مسائل کا ایک لگاتار سلسلہ چل نکلتا۔ پھر ایسے نااہلوں کے بس میں ان کا تدارک نہیں ہوتا تھا۔

پھر وہ خود کردہ گناہ کا علاج عوام پر پابندیاں، دفعہ 144 اور کرفیو لگا کر کرتے۔ جو خود ایک بیمار ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ جس علاقے کے عوام سرکش تمن داروں، خوانین یا جاگیرداروں یا نااہل انتظامیہ سے حد سے زیادہ نالاں ہو جاتے تو ان کی زبردست خواہش ہوتی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں دورہ ہو اور کچھ اصلاح احوال ہو یا کم از کم ان کم بختوں کی گوشمالی ہو اور کوئی تو ان کو جھنجھوڑنے والا ہو۔

❁❁❁❁

وہ کیا چاہتے تھے؟

حق نواز شہید چاہتے تھے کہ.............

1- پاکستان سنی اسٹیٹ قرار پائے۔

2- پاکستان میں شیعہ سنی بنیاد پر مردم شماری کرائی جائے۔

3- توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئینی جرم قرار دی جائے اور وہ تمام لٹریچر جس میں توہین اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو نکلتا ہو۔ ضبط کیا جائے۔

4- دین اسلام اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو مکمل ضابطۂ حیات اور قرآن کریم کو اس کی اساس قرار دیا جائے۔ اور "تحریف قرآن" کا باطل نظریہ سخت ترین جرم قرار پائے۔

5- ایران میں سُنی اقلیت کو جو حقوق حاصل ہیں..... وہی شیعہ اقلیت کو پاکستان میں دیے جائیں۔

6- ہر فرقے کی عبادت ان کی عبادت گاہوں میں ہو۔ شیعہ کے ماتمی جلوس بھی ان کے امام باڑوں میں محدود کیے جائیں۔

7- شیعہ جب زکوٰۃ و عشر کا منکر ہے تو زکوٰۃ کمیٹیوں کا اسے ممبر نہ بنایا جائے، نہ ہی زکوٰۃ انہیں دی جائے۔ سُنیوں کی زکوٰۃ کی رقوم سُنیوں کے ہی فلاح و بہبود پر خرچ کی جائے۔

8- نصاب تعلیم میں جھوٹے اور لچر واقعات کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے اور سبق آموز واقعات لائے جائیں۔

9- پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز "تمغہ نشان حیدر" ہے۔ جب کہ یہ غیر حقیقی ہے مگر ہم حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس اعزاز کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے منسوب..... "تمغہ صدیقی" "تمغہ فاروقی" "تمغہ عثمانی" نہ جاری کر کے سُنی قوم کی سراسر حق تلفی کی گئی ہے۔

اس کی تلافی ہونی چاہیے۔

10- خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام سرکاری طور پر منائے جانے چاہئیں۔

11- سول اعزازات میں اور اہم عمارتوں، بلاکوں، شہروں کو ممتاز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے معنون کیا جانا چاہیے۔

سپاہ صحابہؓ کے نعرے

نعرہ تکبیر.....اللہ اکبر	شان رسالت.....محمد رسول اللہ یا زندہ باد
تاج و تخت ختم نبوت.....زندہ باد	

اس کے علاوہ سُنی حضرات اور خاص کر سپاہ صحابہؓ کے لئے درج ذیل نعرے جلسوں جلوسوں میں آنے چاہییں تا کہ ان کا تشخص واضح ہو۔

مشکل کشا حاجت روا.....صرف خدا صرف خدا	بزرگ تر بعد از خدا ..... مصطفیٰ مصطفیٰ
خلافت راشدہ....حق چار یار	ہمارا نعرہ برملا.....انقلاب مصطفیٰ
مصطفیٰ کے ہم سفر.....ابوبکرؓ ابوبکرؓ	دعائے نبی کا ہے اثر.....عمرؓ عمرؓ عمرؓ عمرؓ
گلی گلی نگر نگر.....عمرؓ عمرؓ عمرؓ عمرؓ	خلیفہ سوم شہید قرآن.....حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ
فاتح خیبر مرد جری.....حیدر صفدر علیؓ علیؓ	
روشنی کے ہیں مینار	پاک نبیؐ کے سارے یار

اس کے علاوہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے:

سیاست معاویہ.....تدبر معاویہ.....تفکر معاویہ رضی اللہ عنہ.....زندہ باد جیسے نعرے لگنے چاہئیں، تا کہ سُنی غیرت کو تاب مل سکے۔

اس کے علاوہ اہل سنت کو اپنے بچوں کے نام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک ناموں پہ رکھنے چاہئیں۔

سبائیت کا خمیر

مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کی اسلامیات وسیاسیات کی خوب قلعی کھولی۔ دجل وفریب کے ریشمی دھاگوں سے بنی ہوئی سبائیت کی قبا کے عام چوراہوں اور پبلک جلسوں میں تارو پود بکھیرے۔ جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے حق سے ایرانی پارلیمنٹ کے نہ ہلنے والے کنگرے ہل گئے اور گر گئے۔ وہاں سے اس ''خاکی پتلے نخیف الجسم مرد جری'' کے خلاف ریڈیو اور ٹی وی سے زہر افشانی ہونے لگی اور شیعوں کو حوصلہ دیا جاتا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اکسایا جاتا۔ مگر مداح صحابہ، بطل جلیل، امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے یا پیشانی پر مجال ہے...... جو ذراسی بھی شکن آئی ہو۔ وہ بڑھتے رہے اور کارواں چلتا رہا'' یہ پہلے عرض ہو چکا ہے کہ علامہ جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صرف صفائی کے گواہ بننے اور ان کی وکالت کرنے یا صرف ان کا دفاع کرنے پر اکتفا نہیں کیا'' بلکہ ایمانی جرأت کے ساتھ آگے بڑھ کر دشمنان اصحاب پیغمبر پر حملے کئے، ان پر کاری ضربیں لگائیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ برملا کہتے کہ جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمان نہیں سمجھتا! مَیں اسے کیسے مسلمان مان لوں؟ جو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ...... ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم پر لعنت کرنا کار ثواب جانے، جس کا مذہب ہی سَبِّ صحابہ (گالیاں بکنا) ہو اور وہ اس ناشائستہ حرکت کو باعث اجر وثواب سمجھتا ہو۔ مَیں اس پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔'' اس پر نعرے گونجنے لگتے''

فرماتے! جو قرآن کریم کو تحریف شدہ مانے...... مَیں اسے مسلمان مان لوں؟

فرماتے! شیعہ کا اور ہمارا کلمہ ایک نہیں، نماز ایک جیسی نہیں، روزہ ایک نہیں، عقیدہ

ساتھ نہیں ،نہ قبلہ......نہ کعبہ......نہ روضہ اقدس کی حرمت......نہ قرآن......نہ حدیث۔ کوئی چیز بھی تو وہ نہیں مانتے۔''آخر وہ کونسا اسلام ہے؟ جسے وہ مانتے ہیں اور مومن بھی ہیں'' مَیں انہیں مومنین مان لوں؟

مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ جب ایران کے آیت اللہ خمینی کی کتابوں کے حوالے پیش کرتے''جن میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر مغلظات لکھی گئی ہیں''تو عوام پر جوش نعرے بلند کرتے۔

فرماتے! جولوگ کائنات کی مقدس ترین اور اللہ رب العزت کی طرف سے صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منتخب ہستیوں کو معاف نہیں کرتے ......تو مَیں انہیں کیسے معاف کروں؟ میری ایمانی غیرت کو یہ گوارا نہیں۔ جن کے ایمان پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتماد ہے اور شیعوں کو اعتماد نہیں تو پھر مَیں شیعوں کے ایمان پر کیسے اعتبار کرلوں؟۔ جذباتی انداز میں فرماتے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اللہ تعالٰی نے بڑا معیاری کہا ہے اور خود اپنے دست قدرت سے ان کے دلوں پر ایمان''رجسٹرڈ'' کیا۔ اولئك كتب في قلوبهم الايمان......

شیعوں کی تبراء بازی پر بارہا فرمایا! اوسُنیو!!! غیرت کرو، بے غیرت مت بنو، مسلمان غیور ہوتا ہے......جوش خطابت میں یوں گویا ہوتے! یا تو توہین صحابہ رضی اللہ عنہم سننے والے کان نہیں رہنے چاہئیں یا بکواس بکنے والی گندی زبان گدی سے کھینچ لی جائے......بات ہے صاف۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے چوکوں، چوراہوں اور بھرے بازاروں میں ہزاروں کے مجمعے میں اس گندے مذہب کے بخیے ادھیڑے، اس کی غلاظتیں اور حیا سوز عبارتیں عوام میں سنا کر انہیں رسوا کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی گندی اور گلی سڑی بساند قوم کو سنگھا کر احساس

دلایا، انہوں نے اس طبقے کو سرعام رسوا کیا، ذلیل وخوار کیا، اس مرد قلندر نے اس فرقے کو جس طرح ننگا کیا اس طرح یہ کام پہلے کسی سے نہیں ہوا تھا۔ اور مختصر عرصے میں یہ کام کر دکھایا۔

مولانا جھنگوی ؒ اس فرقے کی غلیظ عبارات جب پبلک جلسوں اور عوامی اجتماعات میں پڑھ کر سناتے تو لوگ نفرین نفرین کرنے لگتے۔ بعض مرتبہ حوالہ جات کے بعد فرماتے ! اگر کوئی طبعی شریف شیعہ اپنے مذہب کی حقیقت سن لے تو وہ بھی اس گندے مذہب سے نفرت کرنے لگے...... یہ بھی بھلا کوئی مذہب ہے؟'' جہاں خواہش نفسانی پوری کرنے اور جنسی تعلق بذریعہ متعہ استوار کرنے کا ثواب یہ بتلایا گیا ہو کہ ایک مرتبہ متعہ کرنے سے آدمی سیدنا حسین ابن علی ؓ کا درجہ پالیتا ہے، دوسری مرتبہ اس بے حیائی کا مرتکب حسن ابن علی ؓ ور تیسری مرتبہ علی المرتضےٰ ؓ اور پھر نبی پاک ﷺ کا'' ......العیاذ باللہ

'' جہاں پانی کی نایابی کی صورت میں تھوک سے استنجا کرنا درست ہو مگر تیمم نہیں''۔

مولانا جھنگوی ؒ واقعی شیعہ کیلئے قابل گردن زدنی ہو گئے تھے۔ ان کے پوپ ذاکر، مجلسیے 'حجروں میں مجرے' بھول گئے تھے اور حواس باختہ ہو کر اب صرف جھنگوی ؒ کو گالی دینا، اس کے خلاف بد زبانی کرنا، افواہیں پھیلانا، تہمتیں لگانا ان کا کام رہ گیا تھا۔ شیعہ سرمایہ داروں نے اپنے مجتہدوں، علاّموں کی ایماء پر بعض ناہنجار ''ملاؤں'' کو بھی خریدا اور اسی کام پر لگایا کہ ہمارا نذرانہ قبول کر کے جھنگوی پر کیچڑ اچھالتے رہو۔ چنانچہ وہ ننگی گالیاں دیتے، جمعوں اور تقریروں میں اس قسم کے موضوعات لائے گئے مگر......

علامہ جھنگوی ؒ فرماتے ! مجھے کچھ کہہ لو، گالی دو، تہمت لگاؤ، چور بناؤ[1]، ڈکیتی کی رپٹ لکھواؤ...... میں برداشت کرلوں گا۔ تم سے تعرض نہیں کروں گا۔ ہاں اللہ کیلئے صحابہ

[1] یہ صرف لفاظی نہیں۔ واقعتاً حضرت شہید ؒ پر چوری، ڈکیتی، اور اغواء وغیرہ کے مقدمات بنائے گئے اور کئی مرتبہ جلسہ پر بلوانے والوں کو بھی حوالات کی ہوا کھانی پڑی۔

کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس واطہر دامن کیلئے میرے ساتھ تعاون کرو۔

دیکھو! میدان حشر میں انہیں کیا منہ دکھاؤ گے۔ فرماتے ! اس مشن کیلئے مَیں اپنی ٹوپی ان کے پاؤں میں رکھنے کیلئے تیار ہوں اور واقعتاً اپنے سر سے ٹوپی اتار کر آگے کی طرف بڑھاتے۔ فرماتے ! ساتھ نہیں دے سکتے تو نہ دو...... مخالفت تو نہ کرو۔

مجھ سے خوانخواہ عداوت نہ کرو۔ شیعہ بے ایمان کے ہاتھ تو مضبوط نہ کرو...... کل خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ بریلویہ کے مقتدر اور نمائندہ علماء بھی دل و جان سے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کے معترف ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں متحدہ سنی محاذ تشکیل پانے والا تھا اور حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں رابطے کئے ہوئے تھے کہ انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا اور سب آرزوئیں اور تمنائیں رہ گئیں۔

ماهي الشيعة؟

(شیعت کیا چیز ہے؟)

مذہب شیعہ اوائل میں زاویہ تقیہ میں چھپا رہا۔ تقیہ (فریب دہی) اس باطل مذہب کی دفاعی لائن ہے اور ایک اہم رکن۔ جب ضرورت پڑی...... جو دل میں آیا کہہ دیا۔ جو بہروپ بنانا چاہا...... بنالیا۔ جسے دھوکا دینا چاہا...... دے دیا۔ نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں بلکہ الٹا ثواب واجر بھی پالیا۔

عیسائیوں نے جیسے اپنے جرائم پہ پردہ ڈالنے کیلئے کفارے کا عقیدہ گھڑا تھا ...... اسی طرح شیعہ نے تقیہ کا سہارا لیا۔ تمام جرائم و غلط کاریاں ان عقائد کے پسِ پردہ مستور کر لی گئیں۔ اس تقیے کے پردے میں پوری ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے اور امت کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرنے کے گھناؤنے کردار ادا ہوئے۔ جو تاریخ اسلام کا

المناک پہلو ہیں۔

ہمارا یہ موضوع نہیں ...... یہاں صرف اتنا کہنا ہے کہ بعض اکابر نے شیعت کو کبھی غور سے نہ پڑھا، نہ سمجھا، نہ ہی ایسی کوشش کی۔ یا پڑھا تو تقیہ بازوں کی مغالطہ انگیزی کے شکار ہو گئے اور اپنی احتیاط وتثبت کے باعث فتوائے کفر لگانے میں متامّل رہے۔

مگر جن حضرات نے اسے بغور پڑھا اور اس مذہب کو سمجھا۔ انہوں نے اسے نہ صرف کفر بلکہ اشدترین کفر قرار دے کر امت کے ایک ایک فرد کو اس سے بچنے کی تلقین کی اور اسی جدوجہد میں زندگی کھپا گئے۔ انہوں نے اسے بڑی احتیاط قرار دیا کہ امت کو اس خطرناک یہودی سازش کے مہروں اور ان کی دسیسہ کاریوں سے بچایا جائے۔ اس کام کو انہوں نے امت مرحومہ کی بہت بڑی خدمت گردانا۔

آمدہ صفحات میں شیعہ کے عقائد کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے اور ساتھ ان کی مغلظات کی ہلکی سی جھلک پیش خدمت ہے۔ تفصیلات کیلئے بڑی بڑی علمی اور قابل قدر تحقیقی کتابیں موجود ہیں۔ ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمارا مقصد صرف مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کا وزن ظاہر کرنا ہے اور بس......

شیعہ کے اسباب تکفیر

شیعہ کا اہلسنّت والجماعت سے اختلاف محض فروعی سطح کا نہیں ...... کہ جو چند مسائل پر مشتمل ہو۔ بلکہ اصولی اور بنیادی ہے۔ شیعہ کے (بشمول جملہ فرقہائے شیعہ، آغاخانی زیدی+اسماعیلی وغیرہ) کچھ بنیادی عقائد درج ذیل ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ کو "بداء" ہوتا ہے۔ (اچانک انکشاف کہ غلط فیصلہ ہوگیا۔ پھر اس کی تلافی کرنا) اس کو 'براء' بھی کہتے ہیں۔ بداء...... ظہور وانکشاف۔ براء...... برأت۔

2- موجودہ قرآن محرف ہو چکا ہے۔ یہ مکمل بھی نہیں، اس میں لفظی و معنوی ہر طرح سے تبدیلی کی گئی ہے۔ اس پر ان کی دو ہزار حدیثیں شاہد ہیں۔

3- بارہ اماموں کی امامت منصوص ہے، یعنی قطعی ہے۔ ایمان کا حصہ ہے، انکار کفر ہے جو ان بارہ کی امامت میں شک کرے، وہ مؤمن نہیں۔

4- امام اور نبی میں کوئی واضح فرق نہیں، بلکہ امامت کا درجہ نبوت سے بڑھ کر ہے۔ (اس سے انکار ختم نبوت لازم آتا ہے)

5- آئمہ معصومین تمام مسلمانوں بلکہ انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل ہوتے ہیں۔

6- انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ گناہ سرزد ہوسکتا ہے اور ان کو اس پر سزا بھی ملتی ہے۔

7- رجعت...... یعنی بارہویں امام قرآن مکمل لے کر غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا آخر زمانہ میں ظہور ہوگا تو پورا قرآن بھی برآمد ہوگا۔ اور حدود شرعیہ بھی جاری ہوں گی۔ اس وقت تک یہ ناقص محرف قرآن چلتا رہے گا۔

8- تبراء...... تمام مسلمانوں سے عموماً اور خاص کر صحابہ کرام رضوان اللہ سے اور پھر خلفاء ثلاثہ راشدین رضی اللہ عنہم سے اظہار برأت و بیزاری۔ ان سے نفرت و بغض۔

9- اماموں کو علم غیب کی کنجیاں عطاء کر دی گئی ہیں، انہیں علم ما کان و ما یکون حاصل ہے۔ وہ کلی اختیار بھی رکھتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں۔

10- آئمہ معصومین کو مرنے، جینے، حلال و حرام اور دیگر تمام تصرفات کا کلی اختیار حاصل ہے۔ اس کے علاوہ متعہ (غیر محرم سے جنسی تعلقات) تقیہ (فریب دہی سے اپنا بچ بچاؤ اور دوسروں کا نقصان) تلاعب (بے حیائی، دیوث پن) وغیرہ اور بے شمار ہفوات اور غلط کاریاں ہیں۔ جنہیں اسلام کے مقدس و اطہر لباس میں ملبوس کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

جو عقائد گذشتہ بیان کئے گئے ہیں، ان کی کتاب اصول کافی وغیرہ معتبر کتابوں سے منقول ہیں۔ استدلال کی پختگی اور موقف کی مزید وضاحت کیلئے کچھ دلائل کا ذکر کیا جارہا ہے۔(ترجمہ نہیں کیا گیا صرف استشہاد ہے)

عقیدہ نمبر1: عن جابر عن ابی جعفر قال نزل جبرائیل علیہ السلام بھذا الایۃھکذا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علیؑ فاتو بسورۃ من مثلہ ......اصول کافی......باب فی الولایۃ ص417 مطبوعہ تہران۔

عقیدہ نمبر2: قال الرضا علیہ السلام الین اللّٰہ فی خلقہ وحجتہ علی عبادہ و خلیفۃ فی بلادہ والداعی الی اللّٰہ والذاب عن حرم اللّٰہ الا مام المطھر من الذنوب والمتبرامن العیوب المخصوص بالعلم الموسوم بالحلم ......
(کافی کلینی اول ص200)

عقیدہ نمبر3: امامت منصوص ہے۔قال ابا عبداللّٰہ السلام اشھدان علینا امام فرض اللّٰہ طاعتہ وان الحسین امام فرض اللّٰہ طاعۃ وان علی ابن الحسین امام فرض طاعتہ وان محمد ابن علی امام فرض اللّٰہ طاعۃ......(کافی کلینی ص186)

عقیدہ نمبر4: امام کا منکر کافر ہے۔قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام نحن الذین فرض اللّٰہ طاعتنا لا یسع الناس الا معرفتنا ولا یعذر الناس بجھلتنا من کان مومنا ومن انکرنا یکن کافراً۔......(کافی کلینی جلد1 ص187)

عقیدہ نمبر5: اماموں کی انبیاء سے برتری۔قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام لو کنت بین موسیٰ والخضر لا خبرت ھما انی لا علم منھما ولا نبستھما بما لیس فی ایدیھما لا ن موسیٰ والخضر علیھما السلام اعطیا علم ما کان ولم یعطیا علم مایکون وماھو کائن حتی تقوم الساعۃ وقد ورشناہ من الرسول

صلی اللہ علیہ وسلم ورثتہ'......(کافی کلینی جلد 1 ص 261)

بندہ نے یہ چند حوالے بطور نمونہ کے پیش کئے ہیں۔

چند اردو عبارات بھی پیش خدمت ہیں کیوں کہ قارئین زیادہ تر اردو دان طبقہ ہیں۔

1- نہ ہم اس رب کو مانتے ہیں، نہ اس رب کے نبی کو جس کا خلیفہ ابوبکر ہو۔

(کتاب انوار النعمانیہ ص 278 مطبوعہ ایران)

2- ابوبکر و عمر دونوں کافر اور جوان سے محبت رکھے، وہ بھی کافر......(حق الیقین ص 290)

3- عائشہ عورت ہے یا باندری......(چراغ مصطفوی، شرار بولہبی)

4- بی بی عائشہ کوئی امریکن میم یا یورپین لونڈی تو......(حقیقت فقہ حنفی ص 64)

5- عمر کافر وزندیق تھے......(خمینی، کشف الاسرار ص 69)

6- جب امام غائب ظاہر ہوں گے تو عائشہ کو زندہ کر کے اس پر حد جاری کریں گے۔

(حق الیقین ص 348 ملا باقر مجلسی شیعہ)

7- شیعوں کا بارہواں امام جب ظاہر ہوگا تو سب سے پہلے جو اس ننگے مہدی کی بیعت کریں گے، وہ خود محمد ہوں گے۔......(حق الیقین ص 347)

8- شراب خور خلفاء کی خاطر قرآن کے معنی تبدیل کئے گئے۔(ترجمہ مقبول دہلوی ص 279)

9- اصلی قرآن وہ تھا جو مولا علی نے مرتب فرمایا تھا، جو امام غائب کے پاس ہے۔

(اصول کافی کی روایت کا مفہوم)

10- تمام مسلمان کنجریوں کی اولاد ہیں اور سُنی واجب القتل ہیں......(حق الیقین)

متعہ کی فضیلت

جو ایک مرتبہ متعہ کرے، مقام حسین علیہ السلام پائے۔ جو دوسری مرتبہ کرے، درجہ حضرت حسن اور جو تیسری دفعہ کرے تو رتبہ علی رضی اللہ عنہ اور چوتھی مرتبہ اس بے حیائی کا مرتکب...... مرتبہ نبوی ﷺ پائے۔ (مفہوم حدیث کافی)

اعاذنا اللّٰہ من جمیع ھذا الخرافات

اند کے باتو گفتم و ترسم کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

مقام فکر

شیعہ نے ہر وہ گالی جسے کوئی شریف آدمی منہ سے کہنا تو در کنار سننا بھی برداشت نہ کر سکتا ہو اور اگر کسی بد قماش کی زبان سے سن لے تو مارے شرم کے سر جھکا لے...... وہ تمام اس بد بخت طبقے نے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بڑی ڈھٹائی سے دیں۔ کتا، بلا، خنزیر، جہنمی، زنا کار، لعین، شرابی، وغیرہ جتنے غلیظ القابات ہیں ......وہ سب حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے سرمایہ محنت وفیض یافتہ نبوت اور اثاثہ دین پر چسپاں کئے گئے۔ حیاء مانع ہے، اس لئے وہ تمام عبارات نقل نہیں کی گئیں۔

اندازہ کیجئے! ایک بد باطن مصنف نے یہ الفاظ لکھے ہیں...... ''شاید روز محشر شیطان بھی ابو بکر و عمر کی بد اعمالیوں کے جدول اٹھائے میدان میں آ نکلے اور اپیل رحم کر دے''

......معاذ اللہ فلعنۃ اللّٰہ علی شرھم

نوٹ: شیعہ مذہب کا پورا واضح خاکہ دیکھنے کیلئے مطالعہ کیجئے.... حضرت فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ کتاب ''تاریخی دستاویز''

روئیداد حوادث

حادثہ محلہ ڈبکراں ...... مصالحت ...... قتل کیس کیسے بنتا ہے! ... حادثہ لیہ
ملتان .... جھنگ .... میانوالی جیلوں کی سرگزشت

- سانحہ جامع مسجد قاضیانوالی
- انتظامیہ کی جانب داری
- صلح
- سانحہ لیہ
- سپاہ صحابہ پر کیا گزری
- رہائی
- قصد پرانی عیدگاہ کا
- آمدم برسر مطلب
- جرأت اظہار
- ملٹری کورٹ میں

یہ قدم قدم قیامت یہ سوادِ کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری
یہ عجب طرح کی بازی ہے بساط عشق عامر
کبھی جیت کر نہ جیتی کبھی ہار کو نہ ہاری

روداد حوادث

31 مئی 1986ء بمطابق ۲۱رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ کوایک سانحہ رونما ہوا۔ بعد کے واقعات نے یہ ثابت کیا کہ یہ سانحہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا شاخسانہ تھا، مگر منصوبہ سازوں کی بدقسمتی سے اس منصوبے میں کامیابی نہ ہوسکی۔

(سانحہ جامع مسجد قاضیاں والی)

ہوایوں کہ......۲۱رمضان المبارک کی شب ہر سال شیعہ فرقہ یوم وفات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مناتا ہے۔ چونکہ اہلسنّت کی مساجد میں نماز عشاء کے بعد تراویح ادا کی جاتی ہیں اس لئے ہر سال شیعوں کی زیادہ آبادی والے ''محلّہ ڈبکراں'' کی قریبی مسجد (قاضیاں والی مسجد) کے خطیب صاحب انتظامیہ سے مل کر اوقات کا تعین کر لیتے ہیں کہ اتنے بجے تک ہم تراویح کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اظہار عقیدت کر لیں گے، اس کے بعد شیعہ اپنا پروگرام شروع کر لیں۔ چنانچہ مذکورہ سال بھی حسب معمول خطیب صاحب (یہ مسجد محکمہ اوقاف کے تحت ہے اور خطیب مولانا ظہور احمد سالک صاحب محکمے کی طرف سے متعین ہیں) نے انتظامیہ جھنگ اور شیعہ فرقہ کے ساتھ یہ طے کرلیا تھا کہ ساڑھے دس بجے تک ہم تراویح، درس اور دعا سے فارغ ہو جائیں گے، پھر شیعہ اپنا پروگرام شروع کریں گے۔ لیکن منصوبے کے تحت شیعوں نے معاہدہ کے برعکس دس بجے سے بھی پہلے ''جب کہ مسجد میں ابھی تک تراویح ادا کی جارہی تھیں'' ریکارڈنگ شروع کردی اور شوروغل مچانا شروع کردیا۔ اس پر لاؤڈ اسپیکر پر ان سے اپیل کی گئی کہ تمہارا ابھی تک ٹائم نہیں ہوا، عہدو پیمان کا پاس رکھو اور نماز تراویح پڑھنے دو۔ خوامخواہ شور نہ کرو۔

اس پر شیعہ نے مسلح ہو کر مسجد پر حملہ کر دیا، مسجد میں گھس کر اعتکاف میں بیٹھنے والوں سمیت متعدد نمازیوں کو زدوکوب کیا، اور مسجد پر قبضہ جمالیا۔ مسجد سے ملحقہ سُنیوں کی دوکانیں توڑ پھوڑ ڈالیں ۔مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیکر چیلنج بازی شروع کردی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبراء بازی کی۔

اس ظلم و بربریت کی اطلاع جب قریبی مسجد پیپلیاں والی (مسجد حق نواز شہید) پہنچی تو اہلسنّت میں اضطراب کے ساتھ اشتعال پیدا ہوا۔انجمن سپاہ صحابہ کے نوجوان موقع پر پہنچے۔(خیال رہے یہ سب کچھ جب ہو رہا تھا تو پولیس موقع پر موجود تھی، استدعا کے باوجود کوئی ٹس سے مس نہ ہوا) مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد سے فوری طور پر ضلعی انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور انہیں مداخلت کر کے حالات کو خراب ہونے سے بچانے کی اپیل کی...... مگر کوئی کاروائی نہ کی گئی۔

بہر حال سپاہ صحابہ کے کارکنوں کی پیش قدمی سے رافضیہ مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے یوں مسجد واگذار کرالی گئی۔اب شیعہ سنی آمنے سامنے ہوئے، محلّہ ڈبکراں والا میدان کارزار بنا، جانبین سے سنگ باری اور فائرنگ ہونے لگی۔

دو بجے شب پولیس نے فریقین کو واقعتاً علیحدہ علیحدہ کرنے کا اقدام کیا۔جانبین کے متعدد افراد زخمی ہونے کی اطلاعیں اور کچھ افواہیں گردش کرنے لگیں۔پولیس نے شہر میں پھیل کر کنٹرول سنبھال لیا اور لوگ سحری کھانے پکانے میں مصروف ہو گئے۔

ادھر شیعہ نے اپنی جارحیت و عہد شکنی کے علاوہ خفت و سبکی مٹانے کیلئے جائے وقوعہ سے دُور کے ایک خاکروب (مسلّی) کو ورغلا کر قتل کیا اور سازش کے تحت جائے وقوعہ کے قریب ایک گلی میں ڈال دیا اور دن چڑھے شور مچانا شروع کر دیا کہ حق نواز نے ہمارا آدمی قتل کروادیا ہے۔

(انتظامیہ کی جانب داری)

شواہد وحقائق کے برعکس مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور سپاہ صحابہ کے سترہ افراد کے خلاف مقدمہ قتل دفعہ 302 درج کر کے خطیب مسجد سمیت گرفتار کرلیا گیا۔ جس میں اس وقت کے صوبائی اسمبلی کے ممبر شیخ محمد یوسف کے دولڑکے، سپاہ صحابہ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی اور جنرل سیکرٹری نسیم صدیقی شامل تھے۔

{مزید تفصیلات سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے اتناذکر کردینا بے محل نہ ہوگا کہ: مسجد پر حملہ...... پھر قبضہ...... نمازیوں اور خصوصاً معتکفین کو زخمی کرنے اور باہر نکالنے...... سُنیوں کی دوکانیں توڑنے اور لوٹنے کے باوجود شیعوں پر کوئی بھی مقدمہ درج نہیں کیا گیا۔ محض یک طرفہ کاروائی کی گئی۔ جس کا ریکارڈ شاہد ہے۔}

پھر تمام اہلسنّت زیرِعتاب آ گئے۔ اتنی تعداد میں گرفتاریوں پر بھی بس نہ کی گئی، بلکہ مزید پکڑ دھکڑ، ظلم وجور کا بازار گرم رکھا گیا۔ (جھنگ پولیس میں واضح اکثریت شیعہ حضرات کی تھی) چنانچہ اہلسنّت میں اضطراب پیدا ہوا۔ وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ علماء، تجار، قانون دان، صحافی برادری تمام کی طرف سے انتظامیہ کے جور وجبر کی مذمت ہونے لگی۔ جلوس جلسے، چاکنگ اور مطالبات کے تمام قانونی طریقے آزمائے گئے۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوتی۔ کیونکہ سپاہ صحابہ کو کرش کرنے کیلئے یہ سارا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔ جب قانون کے محافظوں نے ہی قانون شکنی کی انتہا کردی تو دوسرے طرف سے بھی قانون کی پاسداری نہ رہ سکی۔

اس اثناء میں علماء اور دیگر ذمہ دار افراد کے ساتھ انتظامیہ اور شیعہ کی متعدد میٹنگیں ہوئیں...... مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا۔

☆☆☆☆

(صلح)

اس دوران اہلسنّت والجماعت نے معروف سیاسی راہنما نواب زادہ افتخار احمد انصاری کی قیادت میں متحدہ سُنی کونسل تشکیل دی۔ جو اہلسنّت والجماعت کی تحریک کو کنٹرول کرتی رہی۔ دو ماہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، جب عوامی دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا تو جھوٹا مقدمہ واپس لے لیا گیا اور ایک صلح نامہ مرتب ہوا......اور اس کشمکش کا ڈراپ سین ہوا، اور مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء سمیت رہا ہوئے۔ **یہ معاہدہ تین نکات پر مشتمل تھا۔**

1- اہلسنّت اور شیعہ ایک دوسرے کو کافر نہیں لکھیں گے اور جو اشتہاروں اور دیواروں پر اس قسم کی تحریریں موجود ہیں، وہ مقامی انتظامیہ مٹا دے گی۔

2- آئندہ سُنی اور شیعہ حضرات ایک دوسرے کی دل آزاری نہیں کریں گے اور اگر کوئی قابل اعتراض معاملہ درپیش ہوگا تو امن کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

3- فریقین اپنے اپنے مقدمات خواہ وہ کسی طرف سے بھی ہوں، واپس لے لیں گے۔

اس معاہدے پر سردار زادہ ظفر عباس، ظفر اللہ بھروانہ، افتخار احمد انصاری، شیخ محمد یوسف ایم پی اے، شیخ محمد اقبال اور علماء جھنگ میں سے مولانا حکیم محمد یسٰین، شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالعلیم یزدانی کے دستخط تھے۔

(سانحہ لیہ)

یہ غالباً 12 جون 1987ء کی بات ہے کہ وکیل صحابہ، حضرت امیر عزیمت کی لیہ میں تقریر ہونی تھی۔ عین وقت پر لیہ انتظامیہ نے انہیں ضلع میں داخل ہونے سے روکا اور شیعہ فرقہ کی دھمکیوں سے مرعوب کرنے کے علاوہ گرفتاری کی دھمکی بھی دی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنے اشتہارات، اعلانات اور تیاری کے بعد اب پابندی لگانا بے جواز ہے ......اور ان گیدڑ بھبھکیوں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا دب جانا ناممکن تھا۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ

گرفتاری دینے کی بجائے ایک اور طریقے سے لیہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ جہاں آپ نے لیہ انتظامیہ کی بدانتظامی اور غلط روش پر متنبہ کیا اور رافضیہ کے گندے مذہب کے تار و پود بکھیرتے ہوئے نہایت مدلل، بلیغ اور جوشیلی تقریر کی۔ حسب معمول مجمع بھی بے پناہ تھا اور جوش بھی قابل دید تھا۔ یہاں انتظامیہ نے اپنی بے بسی محسوس کی، مگر اپنی سبکی دور کرنے کیلئے انہیں بہر صورت گرفتار کرنے کا تہیہ کر لیا۔ لہٰذا اردگرد کے اضلاع سے پولیس کی مزید نفری منگوائی گئی۔ ڈی سی لیہ نے بڑے سخت انداز میں پولیس کو وارننگ دی کہ حق نواز بچ کے نہ جائے۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ایک راستے میں صبح کے وقت بے شمار پولیس نے گھیر لیا اور آپ کو اور آپ کے رفقاء قاری منور وغیرہ کو گرفتار کر کے ملتان پہنچا دیا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بغیر مقدمہ چلائے نظر بند کر دیا گیا، باقی ساتھیوں پر مختلف دفعات کے تحت متعدد مقدمات درج کر کے الجھا دیا گیا اور تشدد کیا گیا۔ اب گرفتاریوں، پابندیوں کا پھر ایک غیر متناہی سلسلہ چل نکلا۔ مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ تو کیا...... آپ کے ایک کارکن کے بھی پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ پٹتے رہے، پستے رہے، گھر لٹتے رہے، مگر کیا مجال...... فدائیان صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقدسین کے نام پہ بٹہ لگایا ہو، ریکارڈ اس بات کا بھی شاہد ہے۔

چونکہ نظر بند کی ضمانت نہیں ہوتی، اس لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو عرصہ دراز تک رہا نہ کیا جانا طے ہوا اس اثناء میں طرح طرح کی چہ مگوئیاں ہونے لگیں اور خطرناک حد تک افواہیں گردش کرنے لگیں۔ اس دوران حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے چاہنے والوں، علماء، عوام اور سپاہ صحابہ کی طرف سے ملک کے گوشہ گوشہ سے احتجاجات اور مطالبات کی مہم جاری رہی۔ "مگر جب تمام قانونی راستے مسدود ہو جائیں تو لامحالہ غیر قانونی راستے اختیار کئے جاتے ہیں، اس کیلئے کسی اجازت یا تدبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ فطری امر ہوتا ہے"

☆☆☆☆

(سپاہ صحابہ پر کیا گزری)

تب سپاہ صحابہ پاکستان نے اپنی تحریک کو رواں دواں رکھنے کیلئے اور مولانا کی رہائی کیلئے احتجاجی مارچ کا پروگرام ترتیب دیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد پر مشتمل ایک بہت بڑا جلوس لیکر لیہ کی طرف روانگی ہوئی۔ جھنگ انتظامیہ نے معمولی لیت ولعل کے علاوہ کوئی خاص مزاحمت نہ کی اور مقررہ تاریخ 19 جون 1987ء کے ایک گرم ترین دن جمعہ کو یہ عظیم جلوس (جو ہزاروں ویگنوں، بسوں پر مشتمل تھا) لیہ کی طرف مارچ کرتا ہوا جب چوک اعظم پہنچا تو اسسٹنٹ کمشنر لیہ جلوس کے راستے میں مزاحم ہوئے۔ اہل جلوس نے کہا کہ ہم پر امن احتجاج کرنا چاہتے ہیں۔ احتجاج، جلسہ و جلوس وہڑتال ہمارا قانونی حق ہے۔ اے سی صاحب بگڑنے لگے تو نوجوانوں نے حیل و حجت سے اے سی صاحب لیہ کو اغواء کرلیا اور یرغمال بنالیا۔ اور پھر جلوس لیہ کی طرف روانہ ہو کر بخیریت پر امن طور پر لیہ پہنچا۔ پورا ضلع لیہ گونج اٹھا، وہاں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ ہوا، پر امن جلوس نکالا گیا، مطالبات پیش کئے گئے اور مطالبات مان بھی لئے گئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پرسوں رہا کردیں گے۔

قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اس شخص کی مقبولیت کا کہ.....اس کی تحریک دفاع صحابہ نے عوام پر اتنے گہرے اثرات مرتب کر لئے تھے کہ ملک کے مختلف علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں نوجوان اس شدت کی گرمی میں جھنگ پہنچے، پھر جلوس کی شکل میں آگے طویل سفر کرتے ہوئے ضلع لیہ جا پہنچے، اور قدم قدم پر نعرہ ہائے تکبیر، نعرہ ہائے رسالت اور شان صحابہ کی گونج سنائی دی جاتی رہی۔

ضلع لیہ میں انتظامیہ کے ذمہ دار افسران سے مذاکرات ہوئے اور ایک معاہدہ طے پایا کہ کل ہی مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کردیا جائے گا اور ان کی نظر بندی ختم کر

دی جائے گی۔آپ لوگ مطمئن رہیں اور پر امن واپس لوٹ جائیں۔چنانچہ مقصد کے حصول کے بعد کارکن مختلف حصوں میں بٹ کر اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہو گئے۔لیہ انتظامیہ نے یہ معاہدہ اپنی مجبوری اور بے بسی سے کیا تھا اور دل میں نفرت اور حسد کی آگ بھڑک رہی تھی، جسے جماعتی راہنما سمجھنے سے قاصر رہے (کہ گورنمنٹ کی نیت خراب ہے اور دھوکا دیا جارہا ہے)

ظاہر ہے جھنگ سے اتنے بڑے جلوس کا ترتیب پاکر پر امن لیہ تک مارچ کرنا، پھر کامیاب جلسہ ومنظم جدوجہد اور پھر مطالبات کا منوالینا......حکومت نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ لیا، نیز مولانا حق نواز ﷫ کو بھی گورنمنٹ نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔حکومت میں شیعہ عناصر نے اندازہ کرلیا کہ یہ شخص رافضیت کے قلعے کو باآسانی مسمار کرسکتا ہے، کیوں نہ اسے طاقت ور ہونے سے پہلے ہی ملیامیٹ کردیا جائے، چنانچہ وہ بھی مستعد ہو گئے۔

لیہ مذاکرات میں مطالبات کی منظوری کے بعد جلوس کامرانی سے واپس ہوا تو جھنگ فیصل آباد اور ادھر کے علاقے کے لوگ اسی راستے سے واپس ہوئے، جدھر سے ان کا جانا ہوا تھا اور دیگر اطراف وجوانب کے وہیں سے واپس ہو گئے۔جھنگ واپس آنے والا جلوس جب چوک اعظم نامی مقام سے گزر رہا تھا تو سازش کے مطابق ایک امام بارگاہ سے جلوس پر فائرنگ کی گئی، شرکاء جلوس مشتعل ہوئے، مگر رہنماؤں نے سمجھا بجھا کر رام کرلیا کہ کہیں ہماری کامیابی کسی کی شرارت سے ناکامی میں تبدیل نہ کردی جائے۔پولیس نے بھی فائرنگ کرنے والوں کو پورا تحفظ دیا، جس پر اشتعال میں ایک کارکن نے ایک سپاہی کی رائفل چھین لی، مگر پھر وہ بھی واپس کردی گئی۔

یہ جلوس چوبارہ نامی ایک مقام کے ویرانے سے گزر رہا تھا کہ پتا چلا کہ آگے تمام

اطراف سے پولیس کی بھاری جمعیت نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔اب اندازہ ہوا کہ یہ ساری منصوبہ بندی اس وقت کی گئی جب پیچھے جلوس کو الجھایا جاتا رہا جلوس کو روک دیا گیا اور گاڑیوں کے ٹائر فائرنگ کر کے پھاڑ دیے گئے اور پھر نوجوانوں پر گولیوں کی بارش شروع کر دی گئی۔سارے دن کے تھکے ہارے،گرمی کے مارے،نہتے نوجوان زخمی ہو ہو کر گرنے لگے۔کچھ نے بھاگ دوڑ کر جان بچائی۔کئی قتل کردیے گئے۔کئی ٹانگوں،بازؤں سے معذور کر دیے گئے۔نقدی لوٹ لی گئی،گھڑیاں اتار لی گئیں،اثاثے ضبط ہوئے،یاعلی مدد کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا۔اللہ اکبر کہنا جرم قرار پایا۔

بعض پولیس مینوں نے کفر بکنے پر آمادہ کرنے کیلئے اس قدر تشدد کیا کہ بعض افراد ہمیشہ کیلئے معذور ہو گئے۔ایک قیامت بپا رہی،پانی مانگنے پہ پیشاب......انتہائی گھناؤنا برتاؤ کیا گیا۔سینکڑوں گرفتار کر لئے گئے،اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک دہشت گردی کا بازار گرم ہو گیا۔

اب پر امن شہری اور حق پرست بے گناہ دیہاتی گھروں سے پکڑ پکڑ کر بے عزت کر کے لوٹے جاتے اور پیسے وصول کر کے چھوڑ دیے جاتے اور جو شخص نذرانے سے پولیس کی جیب نہ گرم کر سکتا،اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا،مارا پیٹا جاتا۔خواتین کو بھی بے عزت کیا جانے لگا اور ظلم وستم کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو گیا۔

ہم مزید تفصیلات یہیں چھوڑتے ہیں............اب نئے احتجاجات کا سلسلہ شروع ہوا،ملک شعلہ جوالہ بنا،ضلع سے باہر خبریں پہنچیں،افواہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ملک کے طول وعرض میں مظاہرے شروع ہو گئے۔اس دوران متعدد کرب ناک مراحل آئے تا آنکہ مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر بندی اور عوام پر جور وستم کے سلسلے کو اڑھائی ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔

ادھر محرم الحرام بھی قریب آ گیا۔

اب جھنگ انتظامیہ کو تشویش ہوئی، مبادا جھنگ میں محرم کے پرانے زخم تازہ ہو جائیں اور تعزیے کے جلوس اور شیعہ کی مجالس عزا سنبھالنی مشکل ہو جائیں۔ڈپٹی کمشنر جھنگ نے لیّہ انتظامیہ اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس قضیے کا کوئی حل تلاش کیا جائے۔بعد میں ہمیں موردالزام ٹھہرایا جائے گا......سوچ کی سمت ابھی صحیح کی جائے۔

(رہائی)

چنانچہ ایک صوبائی وزیر جھنگ پہنچ گئے، جن سے متعلقہ فریقوں کے مذاکرات کے نتیجہ میں 28 اگست 1987ء جمعرات کی صبح مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو ملتان جیل سے رہا کر دیا گیا۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کیلئے ہزاروں افراد سڑکوں پر امڈ آئے، ملتان سے جھنگ تک جگہ جگہ والہانہ استقبال ہوا۔یہ تاریخی عقیدت کیشی اور پذیرائی تھی۔اس موقعے پر محبت اور حسن عقیدت کے ایسے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔یہاں تک کہ ایک موقع پر کارکنوں نے وہ کار جس میں امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ سوار تھے......کندھوں پر اٹھالی۔بوڑھی خواتین اور معمر بزرگوں نے آپ کی بلائیں لیں، دعائیں دیں، رات گئے تاخیر سے جھنگ پہنچ پانے پر ہزاروں مسلمانان جھنگ نے آپ کا پرجوش استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں محلہ پپلیانوالہ (موجودہ محلہ حق نواز شہید) پہنچایا گیا۔دن اور رات بھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پل بھر آرام کا موقع نہ مل سکا۔

نماز فجر کے بعد مختصر وقت کیلئے آرام کر سکے، اور پھر ہجوم عاشقاں تھا......اور وہ تھے۔مختلف اطراف سے زائرین اور ملاقاتیوں کی آمد اور تبریکات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

چونکہ جمعہ کا دن تھا، لہذا اجمع کی تیاری بھی شروع ہو گئی۔

اس بات کو تھوڑی دیر کیلئے روک کر ہم ذرا دوسری طرف نظر ڈالیں۔

{حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس پذیرائی اور والہانہ استقبال نے ان کے حاسدوں کو پابہ آتش کردیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے پڑوس میں پرانی عیدگاہ مسجد میں گزشتہ رات ہی ایک جلسہ کیا گیا جس میں بعض بے لگام مقررین نے مخفی اشاروں پر وہ دشنام طرازی کی کہ حیاء وشرم سر پیٹ کر رہ گئی۔

رہائی دینے پر گورنمنٹ کو بزدل اور بے غیرت قرار دیا اور اہلسنّت والجماعت کو مع سعودی گورنمنٹ وہ گالیاں دی گئیں کہ ضبطِ تحریر میں لانا مشکل ہیں۔

یہ افواہ باوثوق اطلاع قرار پائی کہ ان کی رہائی میں سعودی حکومت کا ہاتھ ہے، کیونکہ وہ ایران کی مخالفت کے باعث اس پارٹی کی حامی ہے۔ وغیرہ

(یادرہے! ان دنوں اہل شرک وہواء کے ترجمہ ''کنز الایمان'' پر سعودیہ میں پابندی لگ رہی تھی، اس لئے اس بہانے سے سعودی حکومت پر بھی غصہ نکالا جارہا تھا)

فرقہ پرست مقررین نے ضلعی انتظامیہ سمیت اہل حق کو زبردست دھمکیاں دیں اور برملا اعلان ہونے لگے، ہم اسے زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ اور اسے راستہ سے ہٹادیں گے ہم یہ کردیں گے، وہ کردیں گے، وغیرہ وغیرہ۔

مگر انتظامیہ جھنگ درپردہ ملی بھگت کے باعث اور اہل حق (دیوبندی) محض حسد وضد عناد کا شاخسانہ سمجھ کر اس چیلنج بازی کو درخورِ اعتناء نہ سمجھے کہ یہ وقتی جذبات اور اشتعال ہے اور بس۔}

......نمازِ جمعہ کے وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بے پناہ رش کے پیش نظر دور دراز تک گلیوں سڑکوں اور مکانوں کے اندر اور چھتوں پر بھی نمازیوں کیلئے انتظامات کئے گئے۔ اہل محلہ نے دیدۂ دل فرش راہ کئے۔ اس موقع پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں کے مجمع سے نمازِ جمعہ سے قبل خطاب کیا۔ جس میں اپنے مؤقف کی وضاحت کی اور قوم کو اعتماد میں لیا۔ اور

علماء وعوام کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ اژدھام بہت تھا، اس لئے منتظمین نے ویڈیو اور خود کار کیمروں کے ذریعے ٹیلی ویژن سیٹوں سے منسلک کر کے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کو دور دراز تک پہنچانے کا انتظام کر رکھا تھا اور ساتھ ہی آپ کی زیارت بھی ہو رہی تھی۔ تقریباً نصف شہر نے یہ منظر دیکھا۔

ادھر پرانی عیدگاہ میں بے رونقی کی انتہاء ہوگئی۔ وہاں کے خطیب صاحب رات سے ہی غم و غصے میں بل کھا رہے تھے۔

(لیہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری انہی خطیب صاحب کی کاوش سے عمل میں آئی تھی)

جبکہ شیر اسلام، مولانا حق نواز صاحب کی مذکورہ تقریر میں کسی قسم کی اشتعال انگیزی کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ لوگ جمعہ کی نماز بڑے اطمینان سے ادا کر رہے رہے تھے۔

(ٹیپ ریکارڈ شدہ تقریر اور ویڈیو موجود ہے)

بظاہر اس تاریخی اجتماع و بے مثال استقبال اور اس قدر مقبولیت عامہ سے مذکورہ خطیب صاحب، مغلوب الغضب ہو کر بوکھلا گئے۔ اور بے قابو ہو کر زہر اگلنے لگے کہ...... مار دیں گے...... نپٹ لیں گے...... بدلہ لیں گے...... مزہ چکھادیں گے، وغیرہ۔ آخر کس چیز کا؟؟

(قصہ پرانی عیدگاہ کا)

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی ادائیگی کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے احباب اور مداحوں سے ملاقاتوں میں مصروف تھے اور تبرکات کا سلسلہ چل رہا تھا۔ ابھی مسجد میں بے تحاشہ ہجوم تھا...... کہ یکا یک اطلاع آئی کہ پرانی عیدگاہ سے گلیوں سے صفیں اٹھانے والوں اور نماز مکمل کرنے والوں پر سنگ باری ہو رہی ہے اور متعدد افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پرامن رہنے کی تلقین کی اور حکم دے دیا کہ تمام حضرات مسجد میں آ جائیں اور پولیس (جو موقعہ پر موجود تھی) کو اپنا کردار ادا کرنے اور فریقین کے درمیان آنے کا

کہا۔ادھر زخمیوں کا تانتا بندھ گیا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پھر انتظامیہ سے اپیل کی جب کہ خود وہیں رہے اور مسجد سے قدم بھی باہر نہیں رکھا۔

یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ پیپلیانوالہ محلّہ کی مسجد اور گلیاں صاف اور پختہ ہیں اور اچھی طرح صفائی کر دی گئی تھی ۔ جہاں کسی قسم کا اینٹ روڑا وغیرہ موجود نہ تھا۔ جبکہ عیدگاہ مسجد کا مینار زیرِ تعمیر ہونے کے باعث وہاں اینٹوں اور روڑوں کی وافر مقدار مہیا تھی ۔

یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے علمبردار ہیں ۔ نیز وہ فرقہ پرستی سے گریزاں ہیں ۔ان کا معاملہ بریلوی دیوبندی تنازعہ سے کوسوں دور تھا۔البتہ علامہ طاہر القادری صاحب کے نرالے نظریات اور ان کی شیعوں کیلئے نرم پالیسی پر جس طرح قادری صاحب کے ہم مسلک علماء کو اعتراض تھا۔اسی طرح حضرت جھنگوی کو بھی تھا۔جس کا اظہار وہ برملا کرتے رہتے تھے ۔(مگر اس وقت ایسی بھی کوئی بات نہ ہوئی تھی ۔)

(آمدم برسرِ مطلب)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ حسب دستور عقیدت کیشوں میں گھرے ہوئے تھے کہ شور بلند ہوا کہ دو آدمی قتل ہو گئے ہیں ۔ پولیس افسران پہنچے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہمراہ مسجد سے باہر آئے اور یہ بھی فرمادیا کہ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں اس ہنگامے سے قطعاً لاتعلق رہا ہوں ۔ انتظامیہ نے عوام میں مولانا کی بے خبری اور بے گناہی کا اعتراف کیا۔اور آپ کو مسجد سے اپنی نگرانی میں گھر پہنچایا۔مگر رات گئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ شہید کے مکان پر پولیس نے دھاوا بول دیا۔دروازے توڑ ڈالے ، بیٹھک میں موجود مہمانوں کو بری طرح مارا پیٹا۔خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو شدید زدوکوب کر کے لہولہان کر دیا اور شب خوابی کے لباس میں پابرہنہ ہی گرفتار

کرلیا، کپڑے تبدیل کرنے کی اجازت بھی نہ دی گئی اور اس کے ساتھ ہی انجمن سپاہ صحابہ اور اہل محلہ پر بربریت اور سنگ دلانہ مظالم کے دروازے کھل گئے۔ خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ دیوبندیت مردہ باد، حقو مردہ باد وغیرہ کے نعرے فضاء میں گونجنے لگے۔

دیوبندیوں کا بچہ بچہ قتل کر دیا جائے گا...... جیسی تقریریں سرکاری سرپرستی میں ہونے لگیں۔ سو یہودی...... اک سعودی، کا نعرہ بھی گونجنے لگا۔

پولیس اور بریلوی فرقے کے آزاد منشوں نے دیوبندیوں کی جان مال، عزت وآبرو کو گویا کہ حلال سمجھ لیا۔ شرافت نے منہ چھپالیا۔ سینکڑوں آدمی گرفتار کر لئے گئے۔

اس کشمکش کو دیوبندی بریلوی اختلاف اور فرقہ پرستی کا رنگ دے دیا گیا۔ حالانکہ سنجیدہ بریلوی مکتب فکر کے علماء اور عوام بھی اس روش سے اعلان بیزاری کرتے رہے۔ مگر یہ اس وقت گورنمنٹ کی ضرورت تھی، کیونکہ حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو دبانے کا یہی راستہ زیادہ موزوں خیال کیا گیا تھا۔

اس واقعے میں مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ...... شیخ حاکم، صدر انجمن سپاہ صحابہ ...... چودھری محمد یوسف مجاہد، جنرل سیکرٹری انجمن سپاہ صحابہ...... مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے باڈی گارڈ اور آفس سیکرٹری شیخ محمد اشفاق...... چودھری طارق افضال وغیرہ...... کل بارہ افراد پر مقدمہ قتل 302 درج کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔ جن میں سے دس افراد رفتہ رفتہ ضمانتوں پر رہا ہوئے۔ اور دو...... شیخ حاکم علی اور چودھری طارق افضال تین سال گزر جانے کے بعد جیل سے رہا ہوئے۔

مذکورہ بالا دہشتگردی، خوف و ہراس کے ماحول میں یہ محرم الحرام گذارا گیا۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ اور ایس ایس پی صاحب جھنگ سے جب بھی معززین شہر نے رجوع کیا تو انہوں نے معذوری ظاہر کی۔ ارشاد ہوتا! یہ ہمارے بس سے باہر ہے۔ صوبائی حکومت کی

ایماء پر سب کچھ کر رہے ہیں۔

تجارتی بورڈ جھنگ کے عہدیداران نے احتجاج کیے۔علماءِ شہر...افسران اعلیٰ سے ملے۔سب کو بھول بھلیوں اور لیت ولعل سے ٹالا گیا اور فریب دہی جاری رہی۔ملک بھر سے پنجاب حکومت پر اعتراضات اور دباؤ جاری رہا۔مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

عجوبہ!.....مدرسۃ العلوم الشرعیہ ٹوبہ روڈ جھنگ کے تمام طلباء کو بھی اس موقع پر تحفظ امن عامہ کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔حالانکہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے معززین شہر کو ان پر ہاتھ نہ ڈالنے کی یقین دہانی کرائی تھی۔

لطف کی بات ہے کہ ننھے منے بچے،نابینا حفاظ،اپاہج اور معذور افراد کو بھی اسی دفعہ کے تحت گرفتار کیا گیا۔اس اندھیر نگری میں اہل حق کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔احتجاج کرنے والوں کو مقدمات میں الجھا دیا جاتا۔اس طرح مداحانِ صحابہ.....سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو زندہ کرتے ہوئے.....جیلوں،حوالاتوں میں بغیر مقدمہ چلائے،پٹتے پٹاتے اور لٹتے رہے۔

دوسری طرف بریلوی.....دیوبندی وہابی گلابی کے قضیے چھیڑنے والے ملاّں ہر روز اسٹیج جما کر پولیس کی نگرانی میں دندناتے پھرتے اور بے ہودہ مغلظات بکتے رہے۔کچھ ناآشنا چہرے بھی اس مڈھی میں دکھائی دیتے۔سب کو کھلی چھٹی تھی۔پولیس کا تحفظ حاصل تھا۔

(اس وقت یہ چرچا عام تھا کہ وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف اور مولانا طاہر القادری کی ایماء پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس وقت ان دونوں میں قِرانُ السّعدین تھا)

اس صورت میں ''شیعہ سنی بھائی بھائی.....تیجی قوم کتھوں آئی'' کا نعرہ عام ہوا اور شیعہ بریلوی مشترکہ جلسے اور جلوس جاری و ساری رہے۔

دیوبندیوں کو دھمکیاں اور چھیڑ خانی کر کے بلا جواز گرفتار کروانے کا سلسلہ جاری و

ساری رہا۔

نوٹ!

شیعہ سُنی بھائی بھائی
وہابی قوم کیتھوں آئی

کا یہ نعرہ بریلوی مکتب فکر کے ایک مقتدر عالم دین جناب مولانا شفاعت رسول قادری ملتانی نے دفاع صحابہ کانفرنس (منعقدہ 16 مارچ 1990ء مینار پاکستان لاہور) میں تبدیل کرنے کا اعلان فرمایا۔ کہ اب شیعہ سُنی بھائی بھائی نہیں بلکہ یوں نعرہ لگے گا......

اب سارے سُنی بھائی بھائی
شیعہ تیری شامت آئی

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ اس تشدد سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور آپ کے رفقاء کو اذیتیں دی جاتی رہیں اور اس کے بعد کے افسوس ناک واقعات ایک مستقل سلسلہ تھے۔ مختلف جیلوں، مختلف امتحانات اور آزمائشیں کی گئیں، یہاں تک کہ میانوالی جیل سے 1987ء کو جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی عمل میں آئی تو جھنگ کے حالات اس قدر ابتر کر دیئے گئے تھے کہ رہائی کے باوجود بھی آپ کو جھنگ نہ لایا جاسکا کہ مبادا پھر فسادات کی آگ بھڑک اٹھے، کیونکہ دھمکیاں بدستور دی جارہی تھیں۔ چنانچہ چپکے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور پہنچا دیا گیا۔ مگر وہاں بھی اہل حق نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور جگہ جگہ وہاں عصرانوں اور دعوتوں میں آپ کے خطابات ہوئے۔ اور استقبالیے دیئے گئے۔ اور جب شہرت اور محبت کی کشش نے لاہور کو گھیر لیا، تو شرائط کے ساتھ پابند کر کے جھنگ پہنچایا گیا۔

☆☆☆☆

(جرأت اظہار)

مگر شیر پنجرے میں بھی شیر ہی ہوتا ہے،اور کھچار میں بھی شیر۔آخرالامر مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان و بیان کو کب تک پابند کیا جاسکتا تھا۔اور وہ پابندیاں قبول کرنے والے بھی کہاں تھے چنانچہ پھر جرأت و بے خوفی سے سلسلۂ حق گوئی و تیاری دار و رسن چل نکلا۔

یاد آیا......مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ابتدائی دور تھا۔ابھی تک ملک گیر شہرت نہ ہوئی تھی۔ ایک مجسٹریٹ کا حکم نامہ عین اس وقت ملا،جب خطبہ جمعہ کیلئے تشریف لا چکے تھے۔"آپ تقریر نہیں کر سکتے آپ کی زبان بندی ہے"۔خبردار!خلاف ورزی پر گرفتاری عمل میں لائی جاسکتی ہے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وہ حکم نامہ ہاتھ میں لیا اور پوچھا......یہ کیا ہے؟

صاحب کے فرستادہ نے حکم نامہ پڑھ کر سنایا......آپ رحمۃ اللہ علیہ حسب عادت مسکرائے،پھر بڑی بے اعتنائی سے اس شخص سے کہا کہ بھائی زبان میری ہے،دی ہوئی خدا کی ہے،یہ گھر بھی خدا کا ہے،بات بھی اس کی کہنی ہے،جب سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں تو پابندی آپ کے صاحب کیسے لگا رہے ہیں؟......جاؤ ان سے کہہ دو!اس زبان کو بند یا پابند صرف وہی کرسکتا ہے جس کی یہ مِلک ہے۔جب اہلکار نے ہکلا کر کہا کہ میں صاحب سے کیا کہوں؟تو فرمایا!جو میں نے کہا ہے وہی کہہ دو۔مسجد میں تو انگریز ملعون کے دور میں بھی کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوتی تھی۔تم اپنے اسی آقائے ولی نعمت کی پیروی کرلو......

حق نواز......صرف اور صرف اللہ،رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے اور بس۔ایسے الٹے سیدھے احکامات کی تعمیل کی امید مجھ سے نہ رکھنا۔

☆☆☆☆

(ملٹری کورٹ میں)

ہمیں وہ منظر بھی نہیں بھولتا...... ملک میں مارشل لاء کا تازہ دور تھا۔ ان دنوں ٹکٹکیاں، کوڑے، الٹا لٹکا کر دھونی دینے کی سزائیں عام تھیں۔ مارشل لاء گورنمنٹ کی گستاخی کے علاوہ ملک میں آئے دن کی ملحدانہ روش اور رفض و تشیع کی ریشہ دوانیوں کے خلاف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی نے نازک مزاج فوجی حکومت کو سیخ پا کر دیا۔ اس بے باک و بے خوف مقرر کی شعلہ نوائی کا چرچا فوجی حکمرانوں کے ایوانوں میں جا پہنچا، بلکہ یوں کہئے کہ ٹیپ شدہ تقاریر میزوں پر جا گونجیں۔

پھر وہی ہوا، اکتوبر 1988ء کے پہلے ہفتے میں آپ کو مارشل لاء ریگولیشن کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ دیگر مقدمات کے علاوہ اہم ترین مقدمہ "مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور مارشل لاء کے ضوابط کو غیر اسلامی قرار دینا اور مارشل لاء کی سزاؤں کو ظالمانہ کہنا" قائم کیا گیا۔

ملٹری کورٹ کے جج جناب کرنل کیانی صاحب کے سامنے مقدمہ پیش تھا۔ ہمارے دل دھڑک رہے تھے کہ اب کیا بنے گا؟ ایک عالم دین کو کوڑوں کی سزا ہوگی۔

مگر اس اللہ کے شیر نے بلا جھجک لفظ بہ لفظ وہی تقریر سنا دی...... جو کی تھی۔ اور وہی مؤقف دہرایا...... جو جلسوں میں بیان کرتے رہے تھے۔ استغاثہ کو ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ (قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ ملٹری کورٹس میں لمبی چوڑی وکیلوں کی بحثیں اور قانونی موشگافیں نہیں ہوتیں۔)

اب جج صاحب قلم منہ میں دبائے سوچ میں پڑ گئے، اس سے قبل وہ اس سے بھی کم جرم پر کوڑوں کی سزا سنا چکے تھے۔ اب وہ اس ہلکے پھلکے بدن والے، سر پھرے مولوی کو تکتے ہیں تو کبھی اپنے منصب و فرائض و اختیارات پر نظر ڈالتے ہیں اور کبھی ملزم کے اس جرأت اظہار پر نظر ڈالتے ہیں...... سوچ و بچار کے بعد ملٹری کورٹ نے اس نحیف و نزار

اکہرے بدن کے گستاخ کیلئے نہایت نرم سزا تجویز کی۔14 اکتوبر 1988ء کو آپ ﷫ کو تین ماہ قید سخت کی سزا سنائی گئی اور جو فیصلہ لکھا وہ بھی بڑا دلچسپ تھا اور آپ کو ڈسٹرکٹ جیل جھنگ میں منتقل کر دیا گیا۔ یہیں اس بندہ خدا نے عید الاضحیٰ کی خوشی منائی اور یہیں اپنے مستقبل کیلئے مزید تیاریوں کا داعیہ پیدا ہوا۔

20 اکتوبر کو جب ہم جیل میں ملاقات کیلئے گئے تو بڑے ہشاش بشاش ملے۔ہم نے کہا شکر ہے خدا کا......کوڑوں سے بچ گئے، ہمیں تو خدشہ تھا کہ کوڑے برسیں گے اور یار کی ہڈیاں پسلیاں برابر ہو جائیں گی۔تو فرمایا!

ہاں بھائی......غالباً اسے میرے لاغر بدن پر ترس آ گیا۔

❁ ❁ ❁ ❁

ضلع جھنگ کے شہداء کی فہرست

جھنگ میں تیغ ستم رافضیہ کا شکار ہو کر شہادت پانے والوں کی تعداد تو خدا معلوم کتنی ہو۔یہاں جس نے توحید و سنت کا علم اُٹھایا......وہ ملانوں کے فنا ذی کا شکار ہو گیا اور جس نے تحفظ ناموس آل رسول واصحاب ﷡ کا شیوہ اختیار کیا......شیعہ فرقے کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گیا۔

ذیل میں ضلع جھنگ میں اس جرم میں شہادت پانے والوں کی ایک فہرست دی جارہی ہے تا کہ جھنگ میں شیعت کی دہشت گردی کی تاریخ سامنے آسکے۔یہ فہرست مرتب کی معلومات کی حد تک ہے اور تا دم تحریر کی ہے (1992ء)

1- مولانا دوست محمد صاحب آف روڈ وسلطان ......موضع حسو بلیل میں سیدنا فاروق اعظم ﷛ پہ تبرا بازی اور پتلا بنا کر جلائے جانے کے خلاف تحریک کے نتیجے میں شہید کئے گئے

2- شیخ محمد رمضان، صدر تنظیم اہلسنت والجماعت احمد پور سیال......گڑھ مہاراجہ

3- حافظ محمد نواز سیالوی...... موضع لکی نو میں امام تھے، تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے مسجد میں ہی شہید کردیے گئے۔

4- مولانا شیریں گل سواتی اور ان کے چار رُفقاء (کل پانچ) جھنگ شہر میں "باب عمرؓ" کے تحفظ کے دوران 7 محرم الحرام کو شیعہ جلوس کے نتیجہ میں شہید کئے گئے۔

5- محمد اکرم شہید...... مدرسہ علوم الشریعہ ٹوبہ روڈ جھنگ صدر میں شیعہ یورش کے دوران گولی مار کر شہید کئے گئے۔

6- قاری ضیاء الرحمٰن ساجد صاحب آف فیصل آباد...... صوفی عبدالغفار صاحب آف عبدالحکیم...... جناب محمد بخش صاحب آف کبیر والا۔ "لیہ سے واپسی پر چوبارہ نامی جگہ پہ پولیس کی بربریت کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کیا۔ (تفصیل گذر گئی ہے)

7- محمد اشفاق آف احمد پور سیال...... صرف اہلسنّت پر دھاک بٹھانے کیلئے بغیر کسی وجہ کے ویگن سے اترتے ہی گولی ماردی گئی۔

8- شیر اسلام، فدائے ناموس صحابہ، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

ے کہ میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

9- محمد آصف ندیم...... چودہ سالہ، نویں کلاس کا طالب علم۔ جھنگ شہر میں بچوں کے جلوس کی قیادت کے جرم میں شہید کیا گیا۔

10- محمد طارق مسعود...... محمد شفیع جھنگ صدر...... شوکت علی۔ "یہ تینوں باب عمر پر بم کے حادثہ میں شہید ہوئے۔

ان اٹھارہ افراد کے علاوہ "جن کی شہادت کی شہرت ہوئی اور مقدمات کی صورت میں عدالتی ریکارڈ پہ بات آئی" کئی ایسے افراد مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جرم میں شہید کئے گئے...... کہ جن کا خون ہضم کرلیا گیا اور لواحقین کو دَم مارنے کی مجال نہ تھی۔

یہ صرف ضلع جھنگ کے شیعہ کے ظلم وجبر کی معمولی سی جھلک ہے۔اس کے علاوہ ملک میں جو قتل وغارت گری کی گئی،اس سے ہر صاحب بصیرت ومطالعہ قاری بخوبی واقف ہے۔گلگت،سکردو سے لیکر کراچی کے ساحل تک اس ٹولے نے خون کی ندیاں بہائیں۔ جس کا جہاں کھٹکا محسوس ہوا،اور راستے سے ہٹانا چاہا...... مار ڈالا۔

آخر اس کرب ناک دہشت گردی کے واقعے کو کون بھلا سکتا ہے؟ کہ مینار پاکستان لاہور میں بم دھماکہ کے ذریعے پوری جماعت اہلحدیث کو سوگوار کر کے رکھ دیا جس میں نامور بے باک لیڈر علامہ احسان الٰہی ظہیر،مولانا حبیب الرحمان یزدانی،مولانا عبدالخالق قصوری اور اہلحدیث فورس پاکستان کے صدر جناب نجیب احمد صاحب سمیت دس افراد لقمہ اجل بنے اور بے شمار زخمی ہوئے۔اسی طرح جھنگ بم حادثہ میں بیسیوں زخمی ہوئے۔ان کے علاوہ لاہور ہی میں علامہ احسان اللہ فاروقی کو گولی مار کر شہید کیا گیا۔

احمد پور شرقیہ میں ایک ممتاز عالم دین،فاضل دیوبند کے علاوہ وطن عزیز میں جابجا قتل ہوئے،جن کا تذکرہ ان صفحات میں کرنا مشکل ہے۔

عالمی سطح پر لبنان میں شیعہ ملیشیا کی قتل وغارت گری،شام میں حافظ الاسد بین الاقوامی قزاق کی اہلسنت کو لاکھوں کی تعداد میں ٹھکانے لگانے کی کاروائی کیسے نظر انداز کی جاسکتی ہے۔کراچی کی تباہی اور آج تک کی بدامنی وہلاکت خیزیوں کا منبع بھی وہی واقعہ ہے......جوزیدی نامی ایک شیعہ خاتون کو ہلاک کر کے طوفان بپا کرنے سے شروع ہوا اور آج تک نہ تھما نہ امید ہی ہے۔

نوٹ=اب فہرست کی نہ پوچھئے کہ جھنگ اب اہلسنت کا مقتل ہے۔حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے جانشین حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر مولانا صادق حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ،مولانا رشید احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی علماء کے علاوہ کتنے مسلمان شہید کئے جاچکے ہیں اور یہ سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آتا۔

سیاست میں عملی حصہ

مضامین

- سیاست کیا چیز ہے؟
- موجودہ دور کی سیاست
- مولانا جھنگوی کا تحریکات میں حصہ
- ایم۔آر۔ڈی (M.R.D)
- 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات
- جھنگوی شہیدؒ عملی سیاست میں
- الیکشنی مہم میں
- جیت یا ہار
- رفض وشیعت اقتدار میں
- جماعت سے علیحدگی
- اسمبلی میں خمینی کی موت پر تعزیتی قرارداد
- جھنگویؒ متحدہ علماء کونسل میں

(سیاست کیا چیز ہے؟)

سچی سیاست دراصل ملک، قوم، عوام بلکہ پوری انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ ممکنہ عملی اقدامات اور کوشش کا نام ہے۔کوئی بھی صاحب بصیرت اس سے انکار نہیں کرسکتا......کہ علماء کرام ایسی سیاست کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔

(موجودہ دور کی سیاست)

مگر دور حاضر میں سیاست ایک بدنام مشغلہ بن گیا اور حالات حاضرہ کی موجودہ روش اسے مزید گدلا کر رہی ہے۔ جہاں ضمیر و جسم کی منڈی لگتی ہے اور باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی ہے۔ان میں اپنی بولی زیادہ لگنے پر دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔

اس دور میں سیاست......منافقت، دھوکہ دہی، فریب کاری کے ساتھ ساتھ دھن و دولت، جاگیرداری یا دیگر موروثی اثرات کے حوالے سے چلتی ہے۔جس میں صرف حصول اقتدار اور اپنی برتری و فوقیت و چودھراہٹ کا حصول ہی منتہائے نظر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس میں کسی نصب العین، منشور و دستور یا اخلاقی ضابطہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔حسب ضرورت قومیت، برادری، وطنیت کی عصبیتیں ابھار کر بھی اپنا کام نکال لینا عیب نہیں سمجھا جاتا۔فراواں دولت کے بل بوتے پر ہر جائز و ناجائز حربہ اور ہر طریقہ سے اپنا صرف کردہ سرمایہ واپس کرنا اپنا حق خیال کیا جاتا ہے اور اگلی سیاست اور مزید غلط کاری کیلئے جمع بھی کرلیا جاتا ہے......استغفر اللہ

خاص کر موجودہ دور میں ہماری قومی سیاست میں یہ سب معائب اس طرح داخل ہو گئے ہیں کہ اس کا لازمی حصہ بن کر رہ گئے ہیں۔اب سچی سچی ایمانی سیاست ناممکن سی نظر

آتی ہے۔علاوہ ازیں بھی ہم اقوام غیر کے معاشی ومعاشرتی استحصال کا مسلسل شکار رہنے کے باعث مرعوب الذہن اور فکری افلاس کے مریض بن چکے ہیں۔ہمارے بیشتر راہنما غیروں کے کلچر،تمدن کے مداح واسیر ہیں۔ان کی تمام تر سیاسی جدو جہد سوچ و بچار کا مدار ......اقوام غیر کی آراء پر ہے۔زیادہ سے زیادہ مسلم قوم کے جذبات کو بروقت اپیل کرنے کیلئے نفسیاتی حربہ چلالیا......مثلاً سوشلزم کے ساتھ ''محمدی'' کی پچ لگا دی۔محمدی سوشلزم، اسلامی سوشلزم وغیرہ کی اصطلاحیں گھڑ لیں۔اسی طرح مغربی جمہوریت ہمارے راہنماؤں کا اعلیٰ ترین ماٹو (MATO) ہے۔شب و روز جمہوریت،جمہوریت (بیوروکریسی) الاپ رہے ہیں۔اور ماشاءاللہ ''اسلامی جمہوریت'' کے نام سے اسے بھی ''مشرف بہ اسلام'' کرا لیا گیا ہے۔اور پھر اسلامی جمہوریت کے حصول کیلئے سرگرداں ہیں،گویا کہ اسلام کا اپنا دامن کسی مقصد حیات سے خالی ہے......ہمارے مقاصد حصول میں وہ شامل نہیں یا وہ ہمارے مزاج کوراس نہیں آرہا۔

آپ پڑھ سُن کر دیکھ لیں !معلوم ہوتا ہے کائنات کی سب سے بڑی سرخروئی و سعادت بحالی جمہوریت میں ہے۔یہ صاحبہ جس کے ہاتھوں میں آئے،جب آئے،جس طرح آئے،جیسی کیسی ہو،اس کیلئے ہمارے دیدۂ ودل فرش راہ ہیں......بس آجائے۔وہ جب آگئی تو مسائل کا حل ایک چٹکی میں ہوجائے گا۔حالانکہ جمہوریت خود ایک مسئلہ ہے،اس سے اسلامی تشخص ہی گدلا ہوجاتا ہے۔نظام خلافت راشدہ،نظام اسلامی،شریعت مطہرہ، نظام مصطفیٰ کی اصطلاحیں آئیں اور پھر دب گئیں،جب کہ جمہوریت چمک مہک رہی ہے۔

بہرحال جب جمہوریت آتی ہے تو جمہوریت کے راستہ سے آنے والا شخص (یا آنے والی) پھر جمہوریت کا مفہوم اپنی ضرورت اور صوابدید کے مطابق ڈھال لیتا ہے اور پھر وہی آمریت جمہوریت کے لبادے میں مسلط ہو جاتی ہے۔مذہب (اسلام) اس بد

نصیب قوم کے سامنے بطور ڈھال استعمال ہوتا رہا ہے۔اس وقت اسلام پاکستان میں سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ ہر شاطر خودغرض اپنی مقصد براری کیلئے اس کا نام جپنے لگتا ہے اور کام نکل جانے کے بعد...... اس کا جیسے کہ پہلے اسلام سے کوئی رابطہ نہ تھا۔اب بھی کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی عوام سے کوئی سروکار...... ہاں (اس اسلام کے نعرے کو) محفوظ رکھ لیتا ہے اور بوقت ضرورت پھر وہی نعرہ لگاتا ہوا برآمد ہوتا ہے اور اس بھولی بھالی قوم کو بیوقوف بنا کر کام چلا لیتا ہے۔

(مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریکات میں حصہ)

اس دور میں سچی مومنانہ سیاست کرنا بہت ہی مشکل ہے، بلکہ ناممکن نظر آتی ہے۔ عین اس وقت...... غلط رسوم، غیر اسلامی طور طریقوں اور باطل کے خلاف برسر پیکار یہ مجاہد جسے ''حق نواز کہتے ہیں'' ایک طَرح ڈالنے کیلئے میدانِ سیاست میں اترا اور حق وصداقت کی پاسداری میں دھن و دولت و سرمایہ و جاگیرداری اثرات کے قدیمی بتوں کو گرانے کا ارادہ ظاہر کیا اور عملی سیاست میں حصہ لیا۔

مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ تبحر عالم اور مثبت سوچ وفکر کے مالک جری، خوددار، بابصیرت عالم تو تھے ہی اور عنفوان شباب سے علماء کی پارٹی جمعیت علماء اسلام پاکستان سے وابستہ ہو کر کام کرتے رہے تھے۔ بلکہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم کبیروالہ میں زیر تعلیم تھے تو اس وقت جماعت نے ایوب خان کی آمریت کے خلاف پورے ملک میں صف آرائی کی اور تحریک چلی اور گرفتاریاں ہونے لگیں، تو مولانا نے انہی دنوں جمعیت کے کارکن کے طور پر حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی پہلی قید تھی، پھر تو یہ سلسلہ دراز تر ہوتا گیا۔ بھٹو آمریت کے خلاف تو جھنگ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر نے تہلکہ مچا دیا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات منفرد حیثیت کے ہوتے تھے۔آپ نے اس دور میں

کیمونزم اور سوشلزم کے نام سے لادینی کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کیلئے خم ٹھونک کر میدان میں اتر کر کام کیا اور سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ باقاعدہ تحریک و منظم ہونے سے قبل ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ گرفتار کر لئے گئے تھے۔

تحریک چلنے پہ جب ہم لوگ جیل پہنچے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ باہر کے احوال سے بے خبر تھے۔(وہاں معلوم ہوا کہ باہر ملک آگ میں جل رہا ہے) مذہبی تحریکات تو تھیں ہی اپنا ورثہ، اس کے علاوہ ہر باطل کے مقابل میں ڈٹ جانا چونکہ آپ کا شیوہ تھا اس لئے یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا۔ خواہ باطل سیاسی رنگ میں آئے یا مذہبی لبادے میں۔ جب بھٹو آمریت کا خاتمہ ہوا تو جنرل ضیاء الحق صاحب برسر اقتدار آئے۔ پہلے تو مسئلہ پاکستان کی بقاء واستحکام اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کا تھا۔ کیونکہ اس...... نے ملک کے بقاء ہی کو داؤ پر لگا دیا تھا اور شدید خطرات منڈلا رہے تھے (ملک کا آدھا حصہ کاٹ دیا جا چکا تھا) بلوچستان کا ایک حصہ دوسرے قریبی ملک کی نذر کر دیا گیا تھا۔ اور باقی ماندہ خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ ان احوال میں تمام جماعتوں نے جنرل صاحب کی آمد کا استقبال کیا، کچھ محتاط رہیں اور کچھ بہت آگے بڑھ گئیں۔

جنرل صاحب نے سب سے پہلے محاسبہ، ملکی بقاء، اسلام، چادر اور چار دیواری کے تحفظ کا نعرہ لگایا، بلکہ اسلام اور نفاذ شریعت مطہرہ بزور مارشل لاء کا عندیہ ظاہر کیا۔

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ فقیہ وقت، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جن کے ہاتھوں اس وقت قوم کی قیادت تھی) نے حالات کے پیش نظر جنرل صاحب سے تعاون کا فیصلہ کیا۔

نوٹ:......(حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذاتی طور پر اس کے حق میں نہ تھے کہ ایک آمر کے ماتحت حکومت میں شرکت کی جائے اور انہیں اس پر اعتماد بھی نہ تھا۔ مگر جمہوریت کے

پرستار ساتھیوں کے دباؤ کے تحت کہ "اتحادیوں کا شیرازہ نہ بکھرے" اپنے اوپر جبر کر کے حامی بھر لی۔ پھر جو ہوا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔)

(ایم۔آر۔ڈی M.R.D)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تحریک بحالیٔ جمہوریت (M.R.D) کی تشکیل اور اس میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کی شمولیت کے مسئلہ پر جماعت میں اختلاف ہوا اور پھر خلیج وسیع ہوتی چلی گئی۔

حضرت صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب، جنہیں جمعیت علماء اسلام میں اس وقت کوئی عہدہ و مقام حاصل نہ تھا، بلکہ علماء کے حلقوں میں ان کا تعارف تک نہ تھا۔ کیوں کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے انہیں اس سیاست سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے باپ کی اہم گدی پر پہنچنے کی خاطر ایک نئی طرح ڈالی کہ جو اختیار انہیں نہیں تھے، وہ استعمال کر کے ایم۔آر۔ڈی میں جمعیت علماء اسلام کی غیر مشروط طور پر شمولیت کا فیصلہ کر دیا۔ جماعت کے اکابرین وعمائدین نے بغیر اسلام کی بالادستی اور نظام شریعت کے نفاذ کی جدوجہد کی شرط منوانے کے بغیر اس فیصلے کی توثیق نہ کی، کیونکہ یہ اپنے نصب العین اور کاز کی نفی کے مترادف تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن اپنے فیصلے پر اڑ گئے اور ادھر نوجوان پود اور چند بزرگ بھی جدا ہو کر ان سے جا ملے اور اسی جمعیت علمائے اسلام کے نام سے ہی ایک اور دھڑا وجود میں آ گیا۔

چونکہ تحریک بحالی جمہوریت (M.R.D) میں بیشتر جماعتیں اور گروپ اسلام بیزار دین دشمن تھیں۔ ان کے قادیانیوں اور رافضیہ اور لادین عناصر کے حق میں بیانات آنے لگے۔ بلکہ آئین سے قادیانی ترمیم ختم کرنے کے مطالبات شروع ہو گئے۔ لہٰذا جمعیت علماء اسلام ایم۔آر۔ڈی سے دور ہی رہی، بلکہ مقابل آ گئی۔ ادھر بحالی جمہوریت

کی خاطر اور فوج کو بیرکوں میں واپس بھیجنے کیلئے مولانا فضل الرحمٰن M.R.D میں ان کے نہ یہ کہ ہم سفر رہے، بلکہ ان کے ساتھ نظر بندی، پابندی کاٹتے اور سفر کرتے رہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سیاست میں مفکر اسلام، حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی مداح تھے اور عقیدت مند تھے۔ اسی لئے آپ نے اپنے ادارہ کا نام ''جامعہ محمودیہ'' رکھا تھا۔ آپ کے مولانا فضل الرحمٰن سے بھی ذاتی مراسم تھے، چنانچہ آپ بھی ادھر ہی جھک گئے۔ جس پر انہیں پنجاب کا امیر مقرر کر دیا گیا۔

لیکن چونکہ ایم۔آر۔ڈی میں پیپلز پارٹی، شیعہ، فقہ جعفریہ، قادیانی وغیرہ سب موجود تھے۔ اس لئے مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہونے کے باوجود جھنگ میں ایم۔آر۔ ڈی کی تشکیل نہ کی اور نہ ہی آپ کے بغیر کسی کو جرأت ہو سکتی تھی۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ایم۔آر۔ڈی کے کسی اجلاس میں بھی شریک نہ ہوتے۔

اتنی اہم انقلابی، سیمابی شخصیت موجود ہونے کے باوجود جھنگ میں ایم۔آر۔ڈی کی تحریک کیلئے کچھ نہ ہوا۔

وقت گزرتا چلا گیا۔ حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مشن (عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے جو شغف تھا..... وہی آپ کی سیاست، وہی آپ کا مشن و مذہب اور وہی اوڑھنا بچھونا تھا۔ جھنگ میں جمعیت (فضل الرحمٰن گروپ) کا ایک مضمحل ساڈھانچہ ہی رہا اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اگرچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہی ایک بڑی قوت تھی۔

اس دوران آپ پر ایسے ایسے دور ابتلاء آئے کہ...... الامان والحفیظ۔ جن کا تذکرہ آپ کتاب میں پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اس دور میں جنرل ضیاء الحق صاحب بھی سیاسی قلابازیاں کھاتے رہے اور قوم کو بھی قلابازیاں دیتے رہے۔ نہ اسلام کا نفاذ ہوا...... نہ ہی جمہوریت بحال ہوئی اور نہ ہی منصفانہ، غیر جانبدارانہ، آزادانہ انتخاب ہوئے۔ اس اثناء

میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کے سینٹ کے دو ممبران ...... حضرت مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے ایوان بالا میں نفاذ شریعت کی جدو جہد کے سلسلے میں نفاذ شریعت بل پیش کر دیا۔ مگر حکومت وقت نے لیت ولعل اور بدنیتی کی پرانی روش اختیار کی وہ بل مشتہر ہوا...... رائے عامہ ہموار کرنے کیلئے تحریک منظم ہوئی، محضرنامے بھیجے گئے۔ قراردادیں وغیرہ اور جلسے جلوس ہوئے۔ اسلام آباد میں بھرپور مظاہرہ ہوا۔ مگر سب فریب نظر تھا{اب 1990ء میں وہی بل گھستے پٹتے بحمدہٖ تعالیٰ متفقہ طور پر منظور ہوا ہے۔ اب قومی اسمبلی میں پیش ہے.... (بعد میں قومی اسمبلی میں اس بل کا جو حشر ہوا وہ قارئین سے مخفی نہیں)}

(1985ء کے غیر جماعتی انتخابات)

1985ء میں جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخابات ہوئے تو جمعیت علماء اسلام نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ مگر مولانا جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر جھنگ کے جاگیرداروں اور وڈیروں کی سیاست سے پنجہ آزمائی کر ڈالی۔ ایک موروثی شیعہ جاگیردار کے مقابلے میں ایک سُنی امیدوار کھڑا کر کے علاقہ کے دورے کئے، یعنی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور آمدہ احوال کیلئے زمین ہموار کی اور کچھ تجربہ حاصل ہوا۔ اس دوران مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی وابستگیاں مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہی رہیں۔

(جھنگوی شہید عملی سیاست میں)

1988ء میں جماعتی بنیادوں پر انتخابات کا اعلان ہوا۔ اور تمام جماعتیں میدان عمل میں اتریں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء اسلام کی سطح سے بالاتر ہو کر اپنے مشن اور تحریک کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضلع جھنگ کے تمام علماء کرام کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا اور اپنے اس عندیے کا اظہار کیا...... کہ ہمیں یعنی اہلسنّت والجماعت کو، اور نہیں تو کم از کم جھنگ میں مؤثر سیاسی کردار ادا کر کے شیعت کی اجارہ داری ختم کرنی چاہئے۔

اس مقصد کیلئے یہ تجویز ہے کہ ہم ضلع جھنگ میں متحدہ سُنی بورڈ تشکیل دیں۔ جس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، تجارتی بورڈ اور دیگر سُنی تنظیموں کی نمائندگی موجود ہو اور وہ بورڈ ہی جھنگ کی تمام قومی وصوبائی سیٹوں کیلئے آدمی نامزد کر کے ٹکٹ جاری کرے اور پھر متحدہ کمان کے تحت انتخاب لڑا جائے۔ جب کہ اس سے قبل مثال بھی موجود تھی۔ ''بھٹو دور میں جھنگ میں مولانا محمد ذاکر، جامعہ محمدی والوں نے ایسا کیا اور جھنگ کی تمام سیٹیں سُنیوں نے جیت لیں تھیں۔ اور معروف شیعہ راہنما کرنل عابد حسین کی اجارہ داری کو سیاسی موت دی تھی۔'' (جس کے صدمہ سے پھر اسکی طبعی موت بھی واقع ہوگئی تھی)

مگر جب حالات نے ساتھ نہ دیا اور کچھ ناگفتہ بہ احوال کے باعث مشترکہ کمان اور متحدہ سُنی بورڈ کی تجویز کی بیل مُڈھے نہ چڑھ سکی تو علماءِ جھنگ نے دو سیٹوں کا فیصلہ اپنے طور پر کر دیا۔ جھنگ کی مرکزی قومی سیٹ کیلئے مولانا حق نواز جھنگوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور چنیوٹ میں حضرت سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امیدوار قرار دیا۔ ادھر شورکوٹ میں مولانا بشیر احمد خاکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی صوبائی سیٹ کیلئے امیدوار ہوئے۔

چنانچہ حلقہ این۔اے 68 جھنگ سے آپ نے کاغذات نامزدگی داخل کرا کر الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا۔ مقابلے میں مذکورہ بالا جاگیردار صاحب کی جاگیردارہ بیٹی عابدہ حسین از شاہ جیونہ، آزاد امیدوار...... میاں ریاض حشمت جنجوعہ، بریلویہ...... اور ذوالفقار علی بخاری پیپلز پارٹی کی طرف سے میدان میں اترے اور بازار سیاست چمکنے لگے۔ دیگر سب پرانے پارلیمینٹیرین اور گھاگ سیاسی لیڈر شمار ہوتے تھے اور مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نووارد۔ ادھر وسائل کے اعتبار سے 1 اور 100 کا تناسب بھی نہ تھا، بالکل خالی ہاتھ۔ جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جب نکلے تو یوں کہئے کہ سیاست دان، جاگیردار، ٹرانسپورٹر، دولتیے اُدھر...... اور متوسط اور غریب طبقات بظاہر اِدھر تھے۔ چلتے چلتے جب مہم میں تپش آئی اور بازار سیاست

گری پورا گرم ہوا تو اخبارات، رسائل اور ریڈیو بھی جو قبل ازیں انہیں نا قابل ذکر سمجھے بیٹھے تھے...... معترف ہو گئے کہ یہ شخص منجھے ہوئے کسی معروف سیاست دان سے کم نہیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ قوم کے نبّاض تھے۔عوام کی نفسیات کو سمجھتے تھے۔انہوں نے عوام کی امنگوں کی ترجمانی کی اور قوم کو جینے کا حوصلہ دیا۔اپنے مثبت پروگرام کے ساتھ عوام کے کام کروانے کی صلاحیتوں "جن کا عوام کو پہلے بھی تجربہ تھا کہ یہ شخص جائز کام کروا سکتا ہے" کا بھرپور اظہار کیا۔اس طرح آپ جلد مقبول ہو گئے...... مگر صرف شہر اور ملحقہ دیہاتوں تک۔ کیونکہ قومی اسمبلی کا حلقہ بہت وسیع تھا اور وسائل نایاب۔اسلئے دور دراز کے گاؤں اور دیہات متاثر نہ ہو سکے، نیز شہری لوگ روشن خیال ہوتے ہیں، پھر ہمہ وقت سرگرمیوں اور ہر جانب دیدہ و بین سے انکی فکر بندھی ہوتی ہے۔اس کے برعکس ہمارے دیہات پرانے فرسودہ خیالات کے علاوہ لگی بندھی راہوں پر تقلید جامد کے ساتھ کاربند ہیں، انہیں سمجھانا خاصا مشکل ہے۔اور ادھر روایتی جاگیر دارہ اور سید زادی کہلانے والی شاطر خاتون تھی۔ (جب کہ ہمارے جہلاء تو سید کے سین کو بھی سلام کے قائل ہیں)

نیز الیکشن کے دوران عجیب وغریب الزام تراشیاں اور فریب کاریاں اور اتہام سامنے آئے، مگر مجال ہے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود جذبات میں آئے ہوں یا کارکنوں کو راہِ صبر و استقلال سے ہلنے دیا ہو۔ادھر سے اشتعال دلانے کیلئے غلط حرکات ہوئیں تاکہ سیمابی مزاج، سخت گیر شخص غلط روش پر مشتعل ہو کر کچھ کر گزرے اور یہ جیل میں ہو اور ہمارا راستہ صاف ہو جائے۔

الیکشن کی دنیا کی یہ واحد مثال ہے کہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشن و کاز کو پیش نظر رکھ کر مہم چلائی۔حالانکہ یہ بات عام ہے کہ الیکشن میں ہر بات جائز ہے اور تمام طریقے برت لئے جاتے ہیں۔مگر حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کر دیا کہ میں الیکشن صرف اپنے

مشن کی خاطر لڑ رہا ہوں اور اسمبلی میں صرف اس لئے جانا چاہتا ہون کہ مسلمانانِ اہلسنّت کے حقوق کا تحفظ کر سکوں۔قادیانیوں،شیعوں اور دیگر باطل فرقوں کے ہاتھوں ان کا جو استحصال اور حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔اس کے خلاف آواز اٹھا سکوں۔

فرماتے!مَیں پارلیمنٹ میں شیعوں کو بھی قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے بل لانا چاہتا ہوں۔انشاء اللہ العزیز استدلال کی قوت سے دیگر ممبران کو قائل کرلوں گا صرف تمہیں (عوام کو) قائل کرنا ذرا مشکل ہے۔چنانچہ میری صرف اہلسنّت سے ووٹ کی اپیل ہے۔مَیں صرف مسلمانوں کا نمائندہ ہوں اور صرف انہی کی نمائندگی کروں گا میری طرف سے اہلسنّت سے ووٹ کی اپیل ہے......بارہا فرماتے!مجھے صرف اور صرف اہلسنّت کے ووٹ چاہئیں۔شیعہ اور مرزائیوں سے نہ مَیں ووٹ مانگتا ہوں اور نہ ہی لینا چاہتا ہوں۔مجھے ان کے ووٹ نہیں چاہئیں......جنہیں مَیں کافر قرار دلانا چاہتا ہوں۔

(سیاست یا ذلالت؟)

ایک شیعہ سرمایہ دار نے اپنے سُنی دوستوں کی وساطت سے آپ کو پیغام بھجوایا کہ مَیں عابدہ حسین کے خاندان کا دشمن ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ مَیں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔اس نے ساتھیوں سے کہا!مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ میرے ڈیرے پر آجائیں ......میری بات رہ جائے گی۔مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں اپنے حلقہ اثر سے سینکڑوں ووٹ دلوادوں گا،اور اس پر جس قسم کی یقین دہانی وہ چاہیں گے کروادوں گا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے جب بات ہوئی تو بڑی لاپرواہی سے فرمایا!سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حق نواز اور شیعہ کے ڈیرے پر جائے......سیاست نہ ہوئی،ذلالت ہوئی۔

☆☆☆☆

(الیکشنی مہم میں)

اس سیاسی مہم میں آپ سے محبت وعقیدت کے بڑے دلچسپ اور دلفریب مناظر دیکھنے میں آئے۔تمام مہم لوگوں نے اپنے وسائل سے چلائی اور خوبصورت بینرز،قسم بہ قسم اشتہارات وتصاویر سے اسے پررونق بنایا۔ایک لمحے کیلئے بھی بے بسی یا وسائل کی کمی محسوس نہ ہونے دی گئی۔گھر گھر......سپورٹر،ووٹر اور نوٹ نچھاور کرنے والا بن گیا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلا مبالغہ سینکڑوں میٹنگوں،جلسوں،اجتماعات سے خطاب کیا اور تمام انتظامات عوام اس عمدگی سے کرتے کہ مقابل سرمایہ دار اپنے سرمائے اور پیسے سے اتنی عمدگی سے نہ کر سکتے۔حاضری کا یہ عالم ہوتا کہ ہزاروں سے کم تو کوئی ایک آدھ جلسہ ہوا ہوگا لوگ جوق در جوق آپ کو سننے آتے اور اپنی پیاس بجھاتے۔

چونکہ مشہور عیدگاہ قتل کیس (تفصیل پہلے آچکی ہے) کا الزام بھی آپ پر تھا۔ مخالفین نے خوب اچھالا......مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ہی معیار قرار دے دیا کہ آؤ مباہلہ کرلو۔ تم قسم اٹھاؤ یا میں اٹھالیتا ہوں،جو حق وصداقت کا معیار تمہارے خیال میں ہے اسے لے آؤ ......یہیں معاملہ چکا لیتے ہیں۔سیٹلائٹ ٹاؤن مخالفین کا گڑھ تھا۔یہیں یہ چیلنج کیا اور جلسہ کی حاضری مثالی تھی۔مگر اس کے بعد "صدائے نہ برخاست" والا معاملہ ہوگیا۔

اس مہم کے دوران مخالفین نے ایک نوجوان (یادہ گو) کو غائب کر کے آپ کے کارکنوں پر اغواء کا مقدمہ دائر کروادیا اور زبردست مہم چلائی۔مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اغواء پر احتجاج کیلئے ایک بڑا جلوس نکالا گیا اور خوب بک بک ہورہی تھی کہ وہ نوجوان واپس آگیا جب سازش کا انکشاف ہوا تو ذلت ورسوائی ان کے منہ پہ عیاں تھی۔چنانچہ الٹ اثر پڑا اور شرکاء جلوس میں سے متعدد مخالفین ادھر آملے اور پھر جو حشر ہوا،وہ انہیں بھی یاد رہے گا۔

☆☆☆☆

(جیت یا ہار)

مذکورہ بالا تمام حقائق کے باوجود جب ووٹ پڑے تو مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چالیس ہزار 40,000 ووٹ حاصل کئے۔ شہری (بلدیاتی حلقہ) علاقے سے تو پندرہ ہزار 15,000 ووٹوں کی کثرت سے مدمقابل سے برتری حاصل کی۔ مگر دیہاتوں اور دور دراز علاقوں سے قدیمی جاگیرداروں اور سادات کے خاندانی اثرات کو محو کرنے میں اتنی سرعت سے کام نہ چل سکتا تھا، اس لئے آپ جیت نہ سکے۔ اور آپ کی مدمقابل جاگیر دارہ عابدہ حسین سات ہزار 7000 ووٹوں کے فرق سے جیت گئی۔

البتہ یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ روشن خیال اور تعلیم یافتہ طبقہ نے آپ کے مؤقف کو سمجھا اور قبول کیا۔ اس طبقے کی طرف سے یہ سرٹیفکیٹ جاری ہو گیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ریٹرننگ آفیسر کے دفتر میں سرکاری ملازمین کے ڈاک کے ذریعے ارسال کردہ ووٹ جب گنے گئے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ووٹوں کی تعداد 714 تھی۔ جب کہ عابدہ کے 272..... میاں ریاض حشمت کے 172..... پیپلز پارٹی کے ذوالفقار بخاری کے 54 ووٹ تھے۔ یعنی تینوں امیدواروں کے مجموعی ووٹ بھی مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ سے کم تھے۔ اس سے آپ کی تعلیم یافتہ طبقہ میں مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

عملاً تو آپ شکست کھا گئے، مگر شہری حلقوں نے جس جانفشانی اور محبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کمپین چلائی تھی اور نوٹ، ووٹ، سپوٹ کے ساتھ آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے..... اس حادثہ سے ان پر بڑی بد دلی، مایوسی، اور مردنی چھا گئی۔ کیونکہ بظاہر نظر انہیں آپ کے جیتنے کا یقین ہو چکا تھا اور ظاہر ہے امیدوں پر اوس پڑنے سے یاس وقنوطیت فطری امر ہے۔

جیت بہر حال جیت ہی ہے۔اس کا نشہ ہوتا ہے۔مخالفین نے جلوس نکالے اور طعن وتشنیع شروع کر دی۔بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے اتنے بہکے کہ خود ان کے بڑے کہنے لگے ''اگر عمر (سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سچا ہوتا تو اس کا نفس ناطقہ حق نواز ضرور جیتتا''۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا فوری نوٹس لیا اور برملا اعلان کیا!مَیں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں،مجھ میں اتنی اخلاقی جرأت ہے،مگر پھر بھی جیت میری ہے۔الحمدللہ صرف ایک اسی سیٹ سے چالیس ہزار نفوس نے میرے نصب العین وکاز کو سمجھا اور ووٹ دیا اور اس پر اپنی محنتیں صرف کیں۔یعنی چالیس ہزار نفوس نے تمہارے (شیعہ کے) کفر پر دستخط کر دیے ہیں۔

اور وہ کارکن اور نوجوان علیحدہ ہیں،جن کا کم عمری یا بے خبری کی وجہ سے ووٹ ہی نہیں تھا مگر رات دن انہوں نے اس مہم میں کام کیا۔وہ مستقبل میں میرے ہم سفر ہیں۔

اس کے ساتھ ہی شیعہ کو للکارا کہ خبردار!صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے بھی سچے تھے اور اب بھی سچے ہیں۔وہ جیتے ہی جیتے ہیں،ان کی جیت کبھی بھی ہار میں نہیں بدل سکتی۔میرے ووٹوں کی گنتی کے فرق سے خلفاء نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صداقت وامانت اور شان پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔اور رافضیوں کو الٹی میٹم دے دیا کہ اپنی زبانیں روک لو۔ہارا حق نواز ہوگا۔زیادہ سے زیادہ تم حق نواز،مردہ باد کے نعرے تو لگوا سکتے ہو،مگر جو اس سے آگے تجاوز کرے گا......اسکی زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔نیز حکام اور انتظامیہ کو بھی متنبہ کر دیا کہ ان کی زبانیں روک لو......کہیں امن برباد نہ ہو جائے۔

ویسے جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ جھنگویوں کے دلوں میں کچھ اس طرح بس گئے تھے کہ وہ مل کر نعرہ لگاتے جھنگوی اسمبلی میں......انقلاب لائے گا۔اب یاس وقنوطیت کا ایسے شکار ہو گئے کہ انتہائی دل برداشتہ اور بے زار ہو گئے......ووٹ کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا۔چنانچہ تیسرے دن صوبائی انتخابات میں شہریوں نے بہت کم ووٹ ڈالے۔گویا عملاً بائیکاٹ کا سماں بندھ گیا تھا۔

ہم نے ایسے حضرات کو بھی دیکھا...... جو آپ ﷫ کی شکست کا سن کر زار و قطار رونے لگے۔ بعض کئی دن تک گھر میں روپوش رہے، باہر بھی نہیں نکلے۔ کچھ لوگ چند دنوں کیلئے جھنگ سے باہر چلے گئے کہ نہ کوئی ہمیں ووٹ کا کہے، نہ اس سے تلخی ہو۔ یہ بھی ایک عجیب سماں تھا۔

مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے دل گردے والے شخص تھے۔ بڑی ہمت وحوصلے سے لوگوں کو خطاب کیا، انہیں اعتماد میں لیا، صبر و رضا کی تلقین کی اور یقین دھانی کروائی کہ مَیں میدان میں ہوں اور آپ کا کام کروانے کی انشاء اللہ العزیز پھر بھی پوری سکت رکھتا ہوں۔ تم حوصلہ مندی سے اسے برداشت کرو۔ دنیا میں شکست و فتح ہوتی رہتی ہے۔ آخر دوسرے تین بھی ہم سفر تھے ہی، وہ بھی ہارے ہیں۔ میری ہار تو جیت جیسی ہے۔ تم اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھو۔ اور اپنے نصب العین کیلئے کام جاری رکھو۔

مولانا ﷫ نے بعد میں اپنے سابقہ معمولات میں بھی تبدیلی پیدا کی۔ جمعہ پڑھاتے اور پھر ہفتہ، اتوار زیادہ تر جھنگ ہی میں مقیم رہتے اور لوگوں کے کام کار کرواتے اور انکی ضروریات و احوال کی خبر گیری رکھتے۔ یہ منظر جن حضرات نے دیکھا ہے، انہیں بخوبی معلوم ہے کہ حضرت جھنگوی ﷫ کے گرد لوگوں کا ہر وقت ٹھٹ لگا رہتا۔ ملک کے گوشے گوشے سے لوگ آرہے ہیں اور خود جھنگوی ﷫ کو گھیرے رکھتے۔ صبح گھر سے دیر سے نکلتے۔ فرماتے! نہا دھو کر، کھا پی کر نکلتا ہوں پھر سارا دن سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ ہاں! چائے پانی چلتا رہتا ہے۔ بہر حال مولانا کی پہلی سیاسی محاذ آرائی کا نتیجہ یوں نکلا۔ مگر اس کے دُوررَس اثرات مرتب ہوئے، جو قارئین سے مخفی نہیں۔

☆☆☆☆

(رفض وشیعت اقتدار میں)

الیکشن کے بعد ملکی سطح پر بھی سیاست نے نیا رخ اختیار کر لیا۔ان انتخابات کے نتیجے میں مرکز میں پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔جس کی چیئر مین بلکہ شریک چیئر مین (ماں بیٹی) مس بے نظیر بھٹو صاحبہ نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا۔حضرت مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ دن قیامت کا دن تھا کہ حالات رفتہ رفتہ یہاں تک پہنچ گئے کہ ایرانی النسل شیعہ، وہ بھی مغربی طرز پر تعلیم وتربیت یافتہ (کریلا اور نیم چڑھا) ایک دوشیزہ ایک عظیم اسلامی مملکت پاکستان کی سربراہ بن گئی۔آپ بڑے کرب سے دوچار ہو گئے اور اپنی شکست بھول کر اس غم میں مبتلا ہو گئے۔

مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ واحد مقتدر عالم تھے کہ انہوں نے اسی وقت اس پر برملا اظہار نفرت و برہمی شروع کر دیا اور یہیں سے ان کے اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے تعلقات میں کشیدگی آنی شروع ہو گئی۔کیوں کہ پوری سیاست میں اور بے نظیر کے اقتدار پہ آنے تک مولانا فضل الرحمٰن کا رویہ لچک دار رہا تھا۔پیپلز پارٹی کے احیاء اور استحکام میں ان کے اس رویے کا خاص عمل دخل رہا تھا اور مولانا کے یہ سب کچھ سامنے تھا۔

تاہم اس کھنچاؤ کا خواص اور ساتھیوں کے علاوہ عوام کو علم نہ ہونے دیا اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان کا رخ مکمل پھیرنے کی سعی میں لگے رہے۔ظاہری رفاقت کا بھرم قائم رکھا اور شکوے شکایات اور بحث و تبادلہ خیالات جاری رہے۔

(جماعت سے علیحدگی)

اس وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بعض اکابر واساتذہ نے مشورہ دیا کہ آپ کے مشن اور محنت کا رخ اور آپ کی جماعت سے سیاسی وابستگی ......دو متضاد راستوں پر قدم ہے۔آپ برملا شیعہ کو کافر کہتے ہیں، انہیں ملک وملت کا دشمن قرار دیتے ہیں۔آپ کی تقاریر میں یہاں

تک بیان ہوتا ہے کہ "شیعہ جس پیالی میں پانی پئے، اس پیالی کو توڑ دو، اس کپ میں چائے نہ پیو، جس میں شیعہ پی چکا ہو" وغیرہ۔

ادھر آپ کی جماعت کے قائد مولانا فضل الرحمٰن صاحب شیعہ راہنماؤں سے گلے مل رہے ہیں اور ان کے ساتھ میٹنگوں میں شریک ہوتے ہیں، ان کے ساتھ مشترکہ جدوجہد کے منصوبے بنا رہے ہیں، ان میں ذرا سا تباعد موجود نہیں!...... مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر دباؤ بھی بڑھ رہا تھا ادھر ان کا دل یہ نہیں مانتا تھا کہ...... ادھر سے کٹ کر دوسری طرف جاملوں اور علماء کرام کی دھڑہ بندی میں میرا بھی کردار شامل ہو۔ اس لئے خاموشی سے مولانا فضل الرحمٰن گروپ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ اخبارات میں ان کے مستعفی ہونے کی خبریں لگیں، مگر انہوں نے نہ استعفیٰ دیا اور نہ اس کی تردید کی...... بس خاموشی سادھ لی...... سوالات پر ٹال جاتے۔

اس دوران جماعت کی نئی ممبر سازی کا سلسلہ شروع ہوا اور نئے انتخابات کا مرحلہ آنے لگا۔ چونکہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت بڑی نفری اور افرادی طاقت موجود تھی۔ اس لئے متعلقین کو رکن سازی کیلئے تلقین کی اور ان کے بقول...... "میرا ارادہ یہ ہوا کہ مجھے باقاعدہ جماعتی انتخاب میں حصہ لے کر پنجاب میں جماعت پر قبضہ کر لینا چاہئے اور پھر اپنی زبان و بیان کی صلاحیتوں اور افرادی قوت اور اہم عہدے کے ذریعے جماعت کو متحد کرنے کا بیڑا اُٹھانا چاہئے۔ مَیں یہ اہم کام کر سکتا ہوں" چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کی ممبر سازی میں بھرپور کردار ادا کیا اور پنجاب بھر میں اپنا مثبت رول ادا کیا۔

ماہ جون 1989ء میں لاہور میں جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے صوبائی انتخابات ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صوبائی امارت کیلئے نامزدگی ہوگئی...... اور پھر بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن کو اس حادثہ سے مطلع کیا گیا تو وہ فی الفور لاہور پہنچے اور مداخلت کی...... اس سے آگے ناگفتنی ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو امارت سے دست کش ہونا پڑا اور ایک اور صاحب کو (جن کا جھکاؤ سابقہ عناصر کی طرف ہی تھا) آگے لایا گیا۔ (اس موقع پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا...... یہ ہماری مجبوری ہے۔ آپ خالصتاً مذہبی کام کریں، آپ کا طریق کار غیر سیاسی ہے)

اس غیر جمہوری اور نامناسب برتاؤ کا مولانا پر زبردست اثر ہوا، کافی حد تک ماحول میں تلخی بھی پیدا ہوئی اور نہایت دل برداشتہ ہوئے۔

(اسمبلی میں خمینی کی موت پر تعزیتی قرارداد)

اس سے بڑھ کر دکھ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے سے یہ تھا کہ جب ایران کا خمینی آنجہانی ہوا تو پاکستان کی قومی اسمبلی میں اس کیلئے قرارداد تعزیت پیش کی گئی۔ جس میں انہیں ملت اسلامیہ کا پاسبان، خیر خواہ، عظیم راہنما و مقتداء وغیرہ قرار دیا گیا اور وہ متفقہ طور پر پاس ہوئی ......اس ملت اسلامیہ، پاکستان، سعودیہ خاص کر حرمین دشمن پر کسی بھی ممبر اسمبلی نے انگلی تک نہ اٹھائی تھی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے! کہ لاہور میں صوبائی اسمبلی میں جنرل ضیاء الحق کیلئے قرارداد پیش ہوئی تو پیپلز پارٹی والے بول پڑے اور جب قومی اسمبلی میں بھٹو کیلئے فاتحہ خوانی اور قرارداد تعزیت آئی تو اسلامی جمہوری اتحاد والے معترض ہوئے کہ بھٹو قاتل ہے اور عدالت عالیہ نے اسے سزائے موت دی تھی۔ تو عجب نہیں کہ خمینی جیسے ظالم، جابر، عوام و انسانیت کے قاتل کیلئے ساری زبانیں گنگ ہو گئیں ......اس غدار ملت کو ملت اسلامیہ کا قائد قرار دے دیا گیا۔......اناللہ وانا الیہ راجعون

بہر حال اس کے بعد مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ فضل الرحمٰن کی راہیں جدا جدا ہو گئیں۔ ازاں بعد خود مولانا فضل الرحمٰن نے بھی ایسے اقدامات کئے، جن سے حضرت

جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو دور کرنا مقصود تھا۔

(جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ متحدہ علماء کونسل میں)

اس کے بعد مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے متحدہ علماء کونسل کے جلسوں اور میٹنگوں میں شرکت شروع کر دی اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف اپنا وزن اتحادیوں کے پلڑے میں ڈالنا شروع کر دیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو متحدہ علماء کونسل کی سپریم کونسل کا رکن منتخب کر لیا گیا۔ کوئٹہ کے اجلاس میں تمام پارٹیوں کے راہنماؤں اور پارٹی ورکرز کی موجودگی میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط اور مدلل تقریر کی۔ خود مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے! مجھے کھٹکا تھا کہ بگڑیں گے اور ایک طوفان اٹھے گا اور جمعیت علماء اسلام اس پر بند نہیں باندھ سکے گی اور دوسری سیاسی پارٹیوں کے اعتراضات مان لئے جائیں گے کہ یہ مذہبی اسٹیج نہیں، یہاں شیعہ سُنی آواز کیسی......؟

مگر سب زُعماء نے میرا موقف دلچسپی سے سنا اور متفق ہو گئے۔ بلکہ مجھے پُر مغز بیان پر داد دی گئی، مجھے حوصلہ ہوا کہ میرا کام اس راستے سے بہتر طور پر آگے بڑھ سکتا ہے ...... مجھے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ ایسے ہی آپ نے گوجرانوالہ میں بھی ایک ایسے ہی مجمع سے خطاب کیا۔

اس سب تفصیل کے باوجود جیسا کہ لکھا گیا "مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہ اپنے گروپ سے استعفیٰ دیا تھا اور نہ ہی انہوں نے آپ کا اخراج کیا۔ اخبارات میں جو کچھ چھپتا رہا...... وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رویہ اور طریق سے اخذ شدہ مواد ہوتا تھا۔ جس کی تردید کی آپ کوئی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔

اس دوران مولانا فضل الرحمٰن نے جھنگ کا دورہ کیا تو اپنی ایک تقریر میں مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ پر طنزیہ چوٹیں کیں۔ کچھ کارکن مشتعل بھی ہوئے، مگر جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو

اطلاع ملی تو کسی بھی اقدام سے سختی سے منع کر دیا۔

پہلے بھی جب ہم اس تضاد پر سوال اٹھاتے تو آپ فرماتے! بھائی کیسی سیاست اور کونسی جماعت؟ مَیں تو یار کی یاری نبھا رہا ہوں ......اب بھی گویا کہ نبھانے کی ہی ٹھانے رکھی۔

جھنگ صدر غلہ منڈی کے ایک بڑے جلسے، جس میں جمعیت علماء ہند کے امیر حضرت مولانا صاحبزادہ محمد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، مولانا فضل الرحمٰن بھی ساتھ تھے......مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت تقریر دی گئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر دی اور مولانا فضل الرحمٰن کی آمد پر تقریر چھوڑ کر چلے گئے اور ان کی طرف کوئی التفات نہ کی۔

اب مولانا فضل الرحمٰن کو احساس ہوا۔ کیونکہ نوجوانوں کا جوش وخروش......حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے بائیکاٹ سے بالکل ماند پڑ گیا۔ بلکہ شرکاء سب اٹھ کر جانے لگے: مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ٹوٹ جانے سے نوجوان پود کا ایک بہت بڑا ریلا ہاتھ سے نکل گیا۔ پنجاب میں ان کے پاس یہی کچھ تھا، باقی رہتا کیا تھا۔ بلکہ پاکستان بھر کے سُنی نوجوان بیشتر حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہیں۔ مگر حق نواز صاحب اب دور جا چکے تھے۔ اس کے بعد بھی کئی بار ملاقاتوں کی کوشش کی گئی......مگر بُعدِ مُسافت بڑھتا گیا۔

دوسری جمعیت علماء اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور شریعت بل کے محرک حضرت مولانا سمیع الحق نے دست تعاون بڑھایا اور اپنے اور بھی قریب کر لیا۔ اس سے قبل بھی جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی متعدد مواقع پر حمایت حاصل رہی تھی اور کارکنوں اور آپ پر مقدمات اور ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف جمعیت (س) ہی ساتھ دیتی رہی تھی۔

نیز مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے موقف سے جمعیت علماء اسلام (س) مکمل اتفاق رکھتی تھی اس لئے قرب بڑھ گیا۔ شہباز سیاست مولانا زاہد الراشدی سے دوستانہ مراسم بھی سیاسی راہیں اور

راہ ورسم بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔ مگر واسفااس سے قبل کہ کوئی واضح لائن اختیار کر لیتے اَجل نے قصہ تمام کر دیا۔

❀❀❀❀

پارس

" کہتے ہیں! کہ سمندر کے کسی حصے میں ایک خاص قسم کا پتھر ہے.... جسے پارس کہا جاتا ہے۔وہ جس چیز سے رگڑ کھا جائے...... وہ سونا بن جاتی ہے"۔خواہ یہ حقیقت ہو یا افسانہ..... مگر بہر حال یہ ایک حقیقت تھی کہ امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اس معنے میں ایک پارس تھی۔ جو بھی شریکِ جلسہ یا محفل ہوا...... کندن بن کر نکلا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اس کے دل میں جاگزین ہو گئی اور وہ دشمنانِ صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کا سخت ترین مخالف بن جاتا۔ پہلے وہ جو تھا، جیسا تھا...... سو تھا...... اب ایمانی غیرت جاگ اٹھتی...... کیا مجال کہ کسی سبّی، تبرائی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کوئی بدزبانی سن کر برداشت کر لے اور چپ ہو رہے۔

یہی وجہ تھی کہ نوجوان مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گرد اس طرح منڈلاتے نظر آتے...... جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے کے گرد یا پروانے شمع کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جدھر کو نکل جاتے خواہ تنہا ہی ہوں...... قافلہ خود بخود تیار ہو جاتا۔ لوگ دوڑے دوڑے مصافحہ کیلئے آ رہے ہیں، چند لمحے جس کے ہاں قیام ہو گیا...... وہ اپنی خوش بختی پر نازاں و فرحاں نظر آتا۔

نامعلوم اس شخص کے خلوص وللہیت کا کرشمہ تھا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامت......"بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوزِ دروں نے ایک تحریک کو جنم دیا...... جو اَب تک رواں دواں اور ترقی پذیر ہے یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذ پر آتشِ عشق فروزاں کی اور ابھی تک اس کی لَو سے قلب و جگر روشن ہیں"

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اس طرح اپنے سوزِ دروں کو اپنے زورِ بیان کی مدد سے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے کہ وہ بھی اس آگ میں جھلنے لگتے...... جس میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ جل رہے تھے۔

خمینی کا وصیت نامہ

{''میں جرأت کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ ملت ایران اور دور حاضر میں اس کے دسیوں لاکھ عوام...... عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت حجاز اور امیر المومنین اور حسین ابن علی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما کی ملت کوفہ و عراق سے بہتر ہیں''۔

حجاز...... کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان بھی آپ کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور بہانے بنا کر محاذ پر جانے سے گریز کرتے تھے۔

خداتعالیٰ نے سورۃ توبہ کی چند آیات میں ان کی مذمت کی اور ان کیلئے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ان لوگوں نے اس حد تک رسولؐ سے جھوٹ منسوب کیا کہ روایت کے مطابق حضورؐ نے منبر سے ان پر لعنت بھیجی اور اہل عراق و کوفہ نے امیر المومنین کے ساتھ اتنی بدسلوکی کی اور آپ کی اطاعت سے اس حد تک سرکشی کی کہ روایات اور تواریخ کی کتابوں میں حضرت نے ان کی جو شکایات کی ہیں وہ معروف ہیں۔اور عراق اور کوفہ کے مسلمانوں نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے آپ واقف ہیں۔جن لوگوں نے ان کی شہادت میں اپنے ہاتھ کو آلودہ نہیں کیا، وہ معرکے سے بھاگ گئے یا خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

یہاں تک کہ تاریخ کا وہ مجرمانہ فعل انجام پایا۔(بابت جون و جولائی 1990ء)}

اندازہ کیجئے! ازندیق خمینی کس دیدہ دلیری سے اپنے حلقہ بگوش ایرانیوں کو دور نبوی ﷺ کے تمام مسلمانوں سے افضل و برتر کہہ رہا ہے۔جس سے صاف طور پر مقصد بعثت اور منصب نبوت کی تنقیص لازم آتی ہے۔نیز یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضور ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور میرے اطاعت شعار ان سے بڑھ کر میری اطاعت کرتے ہیں۔

اس عبارت کے لفظ لفظ سے قرآن و حدیث کی دشمنی ٹپکتی نظر آتی ہے اور صریح کفر واضح ہے اس میں اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ کی تکذیب کی گئی ہے۔ ....

محمد الیاس عفی عنہٗ

ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

اُدھر شام ہو گئی

شہادت..... محرکاتِ قتل وغیرہ

کون اٹھ کر گیا شمعیں کیوں گل ہوئیں
کیا ہوا کیا ہوا ...... دیکھتے دیکھتے
چاندنی تھی ابھی صحن گلزار میں
چاند گہنا گیا ...... دیکھتے دیکھتے
عندلیب اڑ گئے پھول مرجھا گئے
باغ ویراں ہوا ...... دیکھتے دیکھتے

مراجعت (شہادت)

یہ ایک اٹل ابدی صداقت ہے کہ زندگی میں ہر شخص بچھڑنے کیلئے ملتا ہے، حتیٰ کہ اولاد بھی..... جو ہمیں جان سے پیاری ہوتی ہے۔ جدائی کا منظر خواہ کتنا بھیانک اور دردناک کیوں نہ ہو..... مگر بہر حال ہے ناگزیر حقیقت۔ شاہراہِ حیات پر خدا تعالیٰ کی بے شمار مخلوق رواں دواں ہے۔ درند پرند، انس و جن کے علاوہ شمار نہیں ہو سکتا..... کتنی ذی جان چیزیں ہیں یہ سلسلہ آمد و رفت دن رات جاری و ساری ہے۔ موت و حیات بھی اسی سفر و حضر کا نام ہے۔ اس سفر کے دوران کتنے ہم سفر چھوٹ جاتے ہیں اور کتنے ہیں کہ چھوڑ جاتے ہیں۔ بعض کی فرقت کا وقتی احساس ہوتا ہے، پھر قصہ ختم۔ بعض کا ذرا دیر پا، مگر رفتہ رفتہ مدہم پڑتے پڑتے وہ بھی آخر ختم ہو جاتا ہے۔

لیکن جب امیر قافلہ ہی گم ہو جائے تو بحث احساس غم کی نہیں..... مسئلہ تو یہ ہے کہ سارا کارواں ہی بے منزل ہو جاتا ہے۔ اس کا کیا بنے گا؟

جیسے ہم کھلے آسمان پر بے حساب ستارے ٹوٹتے، گرتے دیکھتے ہیں۔ لیکن جب ماہِ کامل ہی افق کے اُس پار جب ڈوب جاتا ہے تو پوری فضاء میں تاریکی چھا جاتی ہے۔

علامہ حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت شہرت و مقبولیت کی بلندیوں پر ماہِ کامل کی طرح ضوء فگن ہو گئے، اور ان معطر و منور فضاؤں میں ہمارے بسیرے اور سویرے کا وقت آیا تو عین عنفوانِ شباب میں (صرف 38 سال کی عمر میں) 22/فروری 1990ء بمطابق ۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ جمعرات کی ایک سرد شب کو نماز عشاء کے متصل بعد ہمیں چھوڑ کر شہادت کی خلع فاخرہ پہن کر ابدی نیند سو گئے اور فضائیں اداس ہو گئیں۔

(قتل کی سازش)

اس سے قبل 15/فروری 1990ء کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بیرون ملک سے ایک ذمہ دار عقیدت مند کا فون آیا کہ آپ کو مع سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور بطل جلیل مولانا عبدالستار صاحب تونسوی کے آئندہ بیس سے پچیس فروری کے درمیان قتل کرنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے اور اس منصوبے میں آپ کے ملک (پاکستان) کے علاوہ ایران اور دوبئی کے اعلیٰ سطح کے مدبروں نے حصہ لیا ہے۔ میری استدعا ہے کہ آپ محتاط ہو جائیں۔ اس سے بھی قبل مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سرکاری افسر نے ازراہ ہمدردی وخیر خواہی اس طرف اشارہ دے دیا تھا۔ پھر آپ پر دو مرتبہ اس سے پہلے قاتلانہ حملے ہو چکے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جمعہ کے خطاب میں اس سازش کا انکشاف کر دیا اور اس کے ساتھ بحوالہ خود جا کر مولانا منظور احمد چنیوٹی کو مطلع کیا اور احتیاطی تدابیر بھی بتلائیں، اسی طرح اپنے استاد مکرم مولانا تونسوی کو بھی اطلاع بھیج دی تھی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں صدر مملکت جناب محمد اسحٰق خان کو بھی خط لکھا اور بالوضاحت اس سازش کا ذکر کیا۔ مگر قضیٰ وقدر سب سے بڑی صداقت ہے اور وہ غیر مرئی، غیر مرضی، غیر شعوری اور غیر ارادی ہے۔ کون ہے جو یہاں دَم مار سکے؟ زندگی موت کی امانت ہے۔ اور موت کا وقت ودن متعین ہے۔ ہم اس کے پابند ہیں وہ ہماری پابند نہیں۔

(اور......آواز دب گئی)

یہ دل گداز روح فرسا واقعہ یوں ہوا کہ 22/فروری ۲۷ رجب المرجب ......نماز عشاء ادا کرنے کے بعد آٹھ بجے آپ گھر آئے، چونکہ مسجد سے مکان تھوڑے فاصلے پر ہے (معروف تحریکی مقام "احرار پارک" کے بالمقابل آپ کی رہائش گاہ تھی) گھر آئے اور کھڑے کھڑے اہل خانہ سے کہا...... "ذرا یہاں تقریب شادی میں ٹھہر کر شور کوٹ

کے جلسے میں جارہا ہوں''۔ نیا لباس پہلے سے زیب تن تھا۔صدری (واسکٹ) پہنی ، نیا کھسہ (جوانہیں دنوں ہدیہ ہوا تھا) پاؤں میں پہنا، چشمہ بھی (جوان دنوں نیا بنوایا تھا) بدلا اور پوری طرح تیار ہوکر باہر تشریف لائے۔

ایک غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر جاتے ہی پیچھے سے کسی نے آواز دی اور آپ نے چونکہ فوری واپس آنا تھا، اس لئے توقف کے بعد بات سننے آئے ......واللہ اعلم

باہر پلاٹ (میدان احرار پارک) میں ایک پڑوسی کی تقریب کے باعث (جس میں تھوڑی دیر کیلئے آپ نے بھی شریک ہونا تھا) خیموں، قناتوں اور قمقموں کی بستی تھی اور کھیلتے کودتے، شوروغل مچاتے بچوں کا غل غپاڑہ تھا، نیز پٹاخے چٹاخے بھی چلائے جارہے تھے۔

یہ تقریباً سوا آٹھ بجے کا عمل ہوگا۔گھر سے باہر نکلے ہی تھے، اور ابھی چند قدم بھی اٹھائے نہ تھے...... کہ سفاک قاتلوں نے ریوالوروں سے گولیوں کی بوچھاڑ کردی اور قبل اس کے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سنبھل سکیں...... نشانہ بن گئے۔گولیاں آپ کے سر، سینہ اور پہلو میں لگیں اور نرم و نازک بدن سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔آپ وہیں گر گئے۔کچھ لوگوں نے آوازیں سُنیں، مگر شادی کی گہما گہمی میں بات دَب گئی۔

اہلیہ دروازے کے پیچھے سے رخصت کرکے اندر واپس جاچکی تھیں۔دروازے پر خوفناک آوازیں سن کر دھڑکتے دل کے ساتھ واپس دروازے پہ آئیں تو...... حضرت فداءِ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خون میں لت پت ''سنت فاروقی رضی اللہ عنہ پر عمل پیرا'' جاں بلب پایا۔ بچوں اور خواتین کی آہ و بکا اور دل دوز چیخ و پکار نے لوگوں کو متوجہ کیا۔اتنے میں سفاک قاتل اپنا کام تمام کرکے فرار ہوچکے تھے۔قبل اس کے کہ طبی امداد فراہم کی جاسکے...... آپ رحمۃ اللہ علیہ

جان، جانِ آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔ فی الفور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد خاکی کو ایک سوزوکی کار کے ذریعے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال لے جایا گیا۔

آہ......!!! کس قدر کربناک وہ لمحات تھے اور کتنی خوفناک تھی وہ رات۔ دشمن نے منصوبہ بندی میں بڑی چابکدستی اور ہوشیاری سے کام لیا تھا۔ اس رات اس وقت جھنگ میں تبلیغی جماعت کا ایک بڑا اِجتماع ہو رہا تھا۔ بیشتر لوگ اس اجتماع میں گئے ہوئے تھے (راقم الحروف کو بھی یہ اطلاع غم، اجتماع میں دی گئی)۔

دل شق شق، جگر پارہ پارہ...... کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کی پاسبانی کرنے والا...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا پھریرا لہرانے والا...... حیائے عثمانی رضی اللہ عنہ کی تابندگی کا علمبردار...... ذوالفقارِ حیدری رضی اللہ عنہ کا پہریدار...... اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت کا پاسدار (جی ہاں! ہماری وہی اماں عائشہ جس کو آسمانوں سے خدائے ذوالمنن کے ہاں سے سلام آئیں، اسی اماں عائشہ کی عزت و ناموس کا محافظ...... جس کی پاکدامنی کی ابدی حفاظت کا انتظام خود ربِ ذوالجلال نے ابدی صداقت "قرآن" کے ذریعے کر دیا ہے۔)

آج یہ اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا چوکیدار ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سلا دیا گیا۔

اللہ اللہ وہ کیا منظر ہوتا تھا...... جب یہی حق نواز رحمۃ اللہ علیہ اندرونی کرب سے بے تاب ہو کر جلسہ عام میں امت کی ماں کے تقدس و نزہت پر تفصیلی تبصرہ کرنے کے بعد دشمنانِ ملت کے بدطینت یاوہ گوؤں کی بے ہودگی کا ذکر کرنے پر بیقراری سے مجمع عام میں امّی، امّی، امّی کہہ کر پکارتے...... تو فضاؤں میں ارتعاش آ جاتا...... زمین تھرتھراتی نظر آتی...... شجر و حجر لرزہ براندام دکھائی دیتے۔ عوام کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی تھیں۔

آج وہ گرج دار آواز ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دی گئی تھی۔ اس سوز کی تپش کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا۔

وہ منظر بھی کیسا کربناک تھا۔ جب ہیڈ کوارٹرز ہسپتال جھنگ سے محلہ پپلیانوالہ

تک ہزاروں لوگ رات کے وقت سڑکوں پہ نکل آئے۔ایک آہ وفغاں ہے......ایک سیلاب ہے جو ہسپتال کی طرف رواں دواں ہے۔لوگ ہسپتال کے دروازوں، کھڑکیوں کے ساتھ سر لگائے رو رہے ہیں ......نوجوان دھاڑیں مار رہے ہیں ......ہر چہرہ آنسوؤں سے تر ......ہر دامن تر بہ تر...... ہر دل غم و کرب سے اٹا ہوا......زبانیں گنگ ......دماغ ماؤف ......کسی کو کچھ بجھائی نہیں دیتا......عجیب سماں ہے۔ساری رات کچھ ایسا ہی منظر رہا۔ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات کا موضوع چونکہ تقدس امہات المؤمنین رہا تھا۔اس لئے ہر زبان پر یہی تھا کہ آج ناموس امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا پاسبان کیوں خاموش ہے؟ محافظ ناموسِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیا ہو گیا؟

جب آپ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی پاکدامنی، علوِ شان کے گن گاتے ہوئے رو سیاہ بد باطن دشمنان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خرافات قوم کو سناتے ......پھر ان کی نزہت وطہارت پر بے تابانہ جذب و مستی میں میری امی، امی، امی کہہ کر یوں پکارا کرتے تھے......جیسے بیماری سے تنگ آیا دکھیارا، یا جدائی کا مارا ننھا بچہ روتے بلکتے اپنی امی پر نظر پڑ جانے پر پکار رہا ہو......

تو ان کے یوں امی امی کہہ کر جلسہ عام میں پکارنے سے فضاؤں میں ایک ارتعاش سا پیدا ہو جاتا۔درودیوار، شجر وحجر کیا جلسہ گاہ کی ہر ہر چیز انکا ساتھ دیتی نظر آتی۔ یوں محسوس ہوتا ان کی مقدسہ، مطہرہ، منزہ امی کیلئے کائنات کی ہر شئے ہمہ تن گوش ہے اور دست بستہ ادباً ایستادہ ہے۔(صدیقہ کائنات امی عائشہ ......زندہ باد، عائشہ صدیقہ ......زندہ باد) ان کی ہی نہیں پوری امت کی اماں کے حضور نعرہ سے اظہار حسن عقیدت کے متصل بعد مستانہ وار یہ نعرہ لگتا (جیوے، جیوے......حق نواز) آج وہ اپنی امی سے بچھڑا ہوا بیٹا امی کے حضور جا پہنچا تھا۔آج وہ زندگی کا مقصد پا چکا ہے۔اور جی چکا تھا......وہ حیات

جاوداں پاچکا تھا۔اب اسے موت نہیں آنی تھی۔بل احیاء عند ربھم یرزقون ، فرحین بما اتھم اللّٰہ (القرآن)

آناًفاناً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر پورے شہر اور پھر پورے ملک میں پھیل گئی۔ نو بجے تک پورے ملک اور بیرون ملک سے تصدیق کیلئے پاکستان میں اپنے اپنے اعزہ کو ٹیلیفون کئے جانے لگے تھے۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد عنصری اس جگہ پھٹے پر رکھ دیا گیا تھا، جہاں فوری مرہم پٹی کیلئے زخمیوں کو رکھا جاتا ہے۔اس جگہ باہر کی طرف جالی لگی ہوئی تھی اور باہر سے منظر دکھائی دیتا تھا۔وہیں لوگ باہر سے نظر ڈالتے اور دل تھام کر رہ جاتے۔کوئی بے ہوش ہو جاتا اور کوئی آہوں اور سسکیوں میں ڈوب جاتا۔

بعض علماء وخواص جنازہ کے پاس اندر موجود رہے،بعض دوسری اطراف میں تھے۔قلم کو یارا نہیں کہ پوری منظر کشی کر سکے۔آنکھیں نم نم.....دل پُر اَزغم..... پاؤں بوجھل .....جسم نڈھال تھے۔کچھ لوگ اس حادثہ فاجعہ سے مشتعل ہوئے اور(قتل کی سازش کا انکشاف ہو جانے کے باوجود انتظامیہ کی انتہائی لاپرواہی وغفلت پر)جھنگ شہر کے تھانہ کو آگ لگا دی گئی،ایسے ہی کچھ شیعوں کی دوکانیں جلا دی گئیں،کچھ مکانات اور امام باڑوں کو بھی نقصان پہنچایا گیا......یہ اضطراری اور غیر اختیاری عمل تھا،جسے اس ظالمانہ،سفاکانہ کاروائی کا ردعمل کہنا چاہئے۔

جھنگ شہر میں جذبات کے تلاطم بلاخیز میں بہہ کر بعض نوخیز بچوں نے ایک بے ترتیب جلوس نکال کر نعرے لگانے شروع کر دیئے......شیعہ غنڈوں نے (جو پہلے سے منصوبہ کے تحت تیار تھے اور مسلح تھے)ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ایک چودہ سالہ فدائی محمد آصف ندیم نویں کلاس کا ہونہار طالبعلم جان کی بازی ہار کر آخرت کی بازی جیت گیا اور

حضور ختم مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضور ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے حضور جان پیش کر کے سرخرو ہو گیا۔ دیگر بچے بھی زخمی ہوئے اور کچھ نے بھاگ کر جانیں بچائیں۔ اس طرح ایک ننھا کارکن بھی آپ کے ہم سفر ہو گیا کہ...... بالکل تنہا سفر اچھا نہیں۔ اس طرح زادِ راہ بھی مکمل اور رفیق سفر بھی مل گیا۔ آخر پھول کے ساتھ کلی بجتی ہے نا!!!...... یا یوں کہہ لیجئے! جنت کا دولہا سج دھج کر نکلا تو رواج کے مطابق برادری کا ننھا سالڑکا بطور 'سر بالا' ساتھ ہو گیا۔ ندیم بھی دولہا میاں کا سر بالا بن گیا۔

اس اعتراف کے باوجود کہ کم از کم جھنگ کی حد تک گورنمنٹ کے کار پردازوں نے کبھی بھی شیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تحریک کے رفقاء کے ساتھ نیک نیتی کا سلوک نہیں کیا اب اس پر شکایت کیا..... البتہ حکایتاً عرض ہے کہ اس عظیم حادثہ پر جس نے ملک بھر کے در و دیوار ہلا دیئے اور ملک بھر کے اہل ایمان سوگوار کر دیئے...... انتظامیہ جھنگ اس طرح بے تعلق رہی کہ دوسرے دن دس بجے کے قریب ایک مجسٹریٹ صاحب پولیس کی کچھ نفری کے ساتھ جائے وقوعہ پر قدم رنجہ فرما ہوئے۔ بارہ گھنٹے اس قیامت کے مسلمانوں پر بیتے...... مگر پولیس نظر نہیں آئی۔ بد باطنوں کو خدشہ تھا کہ کہیں ہمیں کوئی کچھ نہ کہے۔ انتظامیہ کے کل پرزے محو استراحت رہے..... قوم روتی رہی، وہ سوتے رہے...... ہنگامے ہوتے رہے، وہ سوتے رہے...... لاشیں اور زخمی بکھرتے رہے، ان کے خواب وخرگوش میں فرق نہ آیا۔ پورا شہر خاک وخون میں تڑپ رہا تھا، آگ میں جل رہا تھا...... اور یہاں کچھ بھی تو ہوا نہیں تھا۔ ...... بلکہ یوں کہئے! اچھا ہی تھا جو ہوا تھا۔

ہاں! یہ ''شفقت'' ضرور فرما دی گئی کہ رات کے دو بجے کے بعد یہ اعلان قابل اذعان نشر ہونے لگا...... جھنگ میں کرفیو لگا دیا گیا ہے، کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے۔ جو شخص باہر نظر آیا اسے گولی مار دی جائے گی...... کیا خوب......

یہ علیحدہ بات ہے کہ اس حکم شاہی کی تعمیل عوام نے کس طرح کی...... کہ گولی مارنے والے نظر نہیں آئے۔گولی کھانے کو سینے تو ہر چہار سو موجود تھے،کوئی مکان یا گلی و سڑک اس وقت بہر حال خالی یا سنسان نہ تھی۔مرد اگر جائے حادثہ پر یا ہسپتال گئے ہوئے تھے تو خواتین اور بچے اپنے غم و کرب سے مجبور گھر سے لاچار باہر نکل آئے تھے۔یہ بے قراری کے اظہار کا ایک فطری تقاضا تھا۔

شہید اسلام،فدائے ناموس صحابہ کرام کس طرح محو استراحت تھے؟اس ہر وقت بے قرار و مضطرب جان کو کیسے قرار آیا ہوا تھا؟یہ منظر جنہوں نے دیکھا،انہوں نے دیکھا۔ہم کس طرح بتلائیں،احساسات قلبی کو الفاظ کا جامہ کیسے پہنائیں؟

؎ قلم ایں جا رسید و سر بہ شکست

ہر چہار سو سَر ہی سَر تھے۔سسکیاں تھیں،آہیں تھیں،غم تھا،بے قراری و اضطراب تھا۔عجب ہے کہ آج دانش مند و شاطر اور ہمہ وقت حاضر دماغ بھی تدبیریں بھول گئے۔بعض حماقتیں ہم سے ایسی صادر ہوئیں کہ......یہ سوانح حیات حق ہے ورنہ لکھ دوں تو قارئین کہیں کہ کوئی سمجھ دار آدمی وہاں سرے سے موجود ہی نہ تھا......

حق تو یہ ہے کہ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہو جاتی ہے۔تدبیر کند بندہ......تقدیر کند خندہ فیصلہ کے مطابق ساڑھے بارہ بجے کے بعد آپ کا جنازہ آپکی رہائش گاہ سے اٹھا......

یہ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اور جھنگ صدر سے جنوب مشرقی سائیڈ میں ایک اسکول ''گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول'' کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں لایا گیا۔جہاں حسب فیصلہ پہلے نماز جمعہ ادا کی گئی (پہلی مرتبہ خود حضرت شہید کی مسجد میں جمعہ ادا نہیں ہوا بلکہ تمام لوگ یہاں پہنچے ہوئے تھے)

ادائیگی جمعہ کے متصل بعد علماء و خواص کے خطابات ہونے لگے۔جن میں

مقررین نے آپ کے مشن اور نصب العین کو زندہ اور جاری وساری رکھنے کے عہد و پیان کئے کچھ نے محرکات قتل پر تبصرے کئے، بعض روئے اور رُلایا۔ بڑی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

ادھر ضلعی انتظامیہ نے دوسری نوازش یہ کر دی کہ جھنگ میں داخل ہونے کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی اور اس بات کی خاص پابندی کی کہ کوئی باہر سے بندۂ خدا آ کر جنازہ میں شرکت نہ کر لے۔

آنے والوں میں سے بعض بااثر افراد تو اپنے اثر ورسوخ سے آئے اور کچھ افراد کو بھی ساتھ لیتے آئے۔ بعض ممبران اسمبلی اور اہم شخصیات نے بھی اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا عوام میں سے بعض گرویدگان نے پولیس کی منت سماجت کی اور تلاشی وغیرہ کے مراحل سے گزر کر پہنچے۔ بعض لوگ بڑی ہی دل گداز کربناک اطلاعات لا رہے تھے۔ جن کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ کچھ لوگ رات ہی سے روانہ ہو کر (کرفیو کا سن کر) پا پیادہ بیس بیس میل کا سفر کر کے بروقت جھنگ پہنچ گئے۔

بہر حال عشاق نے جنازہ میں شرکت کا حق ادا کر دکھایا اور انتظامیہ نے انتظام کا کمال کر دکھایا۔ اپنا اپنا مقسوم...... اپنا اپنا حصہ۔

اس سلسلے میں جو عجیب وغریب واقعات پیش آئے، ان کا احاطہ مشکل ہے۔ ایک بابا نے پولیس کی منت سماجت کی، پولیس نہ مانی تو وہیں گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگے، جس پر پولیس نے اپنی ویگن میں ڈال کر انہیں جھنگ کے قریب پہنچایا اور وہ روتے دھوتے آ پہنچے۔ چند آدمی منت خوشامد کرتے رہے، پولیس کو جیب گرم کرنے کا لالچ بھی دیا...... جب بھی نہ مانے تو ٹکریں مار مار کر پولیس والوں کیلئے بھی مصیبت کھڑی کر دی اور خود بھی لہولہان ہو گئے اور اس طرح آ پہنچے۔

ملتان میں ایک برات دُور سے آئی ہوئی تھی۔ صبح یعنی جمعہ کے متصل بعد واپسی

تھی۔مگر میزبانوں نے تمام تقریبات معطل کر کے گھر ماتم کدہ بنا دیا اور خود جنازے میں شرکت کیلئے جھنگ روانہ ہونے لگے تو بارات والوں نے بھی ساتھ دیا۔یہ قافلہ کبیر والا سے باہر ہی روک لیا گیا۔آخر حیل و حجت کے بعد روانہ ہوئے تو شورکوٹ سے زبردستی واپس کردیئے گئے۔ایک،دوکاروں کے ذریعے کچھ مخصوص افراد کھینچ کھنچا کر جھنگ پہنچ سکے۔

کرفیو کی اطلاعات اور گولی چلنے اور ہنگاموں کی افواہوں کو گرم رکھنے کی پولیس کی کاروائی کے باوصف لوگوں میں خوف و ہراس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

وہاں تو غم فرقت جاناں ہی غالب تھا۔جو قافلے راتوں رات پیدل سفر کر کے پہنچے تھے وہ سب سے فائق رہے کہ بروقت پہنچے،دیدار بھی کیا،کندھا بھی دیا اور جنازہ بھی پڑھا۔

جھنگ کی تاریخ میں پہلے اتنا بڑا اجتماع نہ ہوا نہ اہل جھنگ نے دیکھا......لاکھوں افراد کے ایک بحر بیکراں نے اپنے قائد کا جنازہ پڑھا،دیدار کیا اور کندھے پہ اٹھایا۔جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے لوہے کے پائپ باندھ دیئے گئے تھے تا کہ سب لوگ سعادت حاصل کر سکیں اور احساس محرومی نہ رہے اور ٹوٹنے گرنے اور دھکے لگنے کے امکانات بھی نہ رہیں۔

اعلانات میں تین بجے سہ پہر کا ٹائم دیا گیا تھا مگر ٹھیک پونے پانچ بجے قبل العصر شیخ الاسلام،حافظ الحدیث والقرآن،حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمتہ اللہ علیہ (امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان) نے نماز جنازہ پڑھائی۔جنازہ اسلامیہ اسکول کے ایک ہال کمرے میں رکھا گیا تھا۔راہوں،گزرگاہوں،سڑکوں،بازاروں،چھتوں،پر ہر طرف انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ادائیگی جنازہ کے فوراً بعد لاکھوں افراد نے لحہ بھر کیلئے خدا کی امانت کی رخصتی کیلئے ''سعادت مندوں میں اپنی شرکت کیلئے'' چھولیا یا کندھا دے سکے تو کندھا دیا۔بوڑھوں،ضعیفوں نے نم آنکھوں سے الوداع کیا۔

تھانہ صدر سے شمالی جانب کچہری کے راستہ سے نواز چوک سے ہوکر جنازہ گوجرہ روڈ پر لایا گیا اور برق رفتاری سے چلتے ہوئے ساڑھے پانچ بجے بعد العصر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد خاکی اپنے جاری کردہ ادارہ ''جامعہ محمودیہ'' پہنچایا گیا۔

نوٹ......!!!

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھا تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی اور موسم نہایت خوشگوار اور پیارا سا لگنے لگا...... جیسا کہ متعدد اہل اللہ کے جنازوں پہ یہ منظر دیکھا گیا ہے۔...... سُبحان اللہ

یہاں جامعہ محمودیہ میں جناب حافظ حسین احمد (ایم۔این۔اے، کوئٹہ) کی امامت میں بچے کھچے اور بعد میں پہنچنے والے حضرات نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور ٹھیک چھ بجے بوقت مغرب خدا کی یہ امانت اسکی بارگاہِ عفو وکرم کے سپرد کر دی گئی۔

؎ رفتم و از رفتن من عالم تاریک گشت　　من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

☆☆☆☆

آخری آرام گاہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر لحد بنا کر پہلے ہی اوپر ڈاٹ لگا کر بند بنائی گی۔ جنوبی طرف سے آپ کا جسد مبارک سَر کی طرف بڑھا کر داخل کیا گیا اور پھر پاؤں کی طرف بھی کچی اینٹیں چن دی گئیں۔ پانچویں دن گردو پیش مٹی ڈال کر قدرے اونچا کر کے ایک تھڑا بنا دیا گیا اور قبر مبارکہ کو ذرا سا اور اونچا کر کے بھوسہ ملی گارے مٹی کی لپائی کر دی گئی۔ اس دن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمودیہ کے ایک کونے میں گوشہ عافیت میں محو استراحت ہیں۔ اب اردگرد ایک پختہ احاطہ بنا دیا گیا ہے۔

☆☆☆☆

سعادتیں

1- ناموس صحابہ کے تحفظ کے جرم میں حصول شہادت ہی کیا کم سعادت ہے؟

اس پر مستزاد یہ کہ۔۔۔

2- جمعہ کی رات، جس کی احادیث میں بشارتیں موجود ہیں۔

3- نماز جمعہ کی ادائیگی کے متصل بعد جنازہ ہوا۔ جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔ جن میں عباد، زہاد۔ شب زندہ دار، حفاظ، علماء، اور محدثین کی کثیر تعداد شامل تھی۔

4- یہ 27 شب تھی، شب معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے بشارتوں کے ساتھ جنازہ ادا کروایا۔

سوگ

شہادت کے بعد

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی موت پر آسمان رویا......زمین غمزدہ ہوئی......قوم سوگوار ہوئی...... پورے ملک نے زبردست سوگ منایا۔قتل ناحق پر دومرتبہ آسمان نے ژالہ باری کر کے برہمی کا اظہار کیا اور یہ ژالہ باری اس قدر تھی کہ اولوں کے انبار لگ گئے۔جھنگ کی تاریخ میں ایسا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔جس سے فصلیں تباہ ہوئیں،اس کے علاوہ موسم سرما ہونے کے باوجود سیلاب آگیا اور تباہی مچادی۔ملک کے گوشے گوشے میں سوگ ہوا۔آپ واحد آدمی ہیں کہ قصبوں،دیہاتوں،بستیوں میں آپ کے ظالمانہ قتل پر احتجاج و ہڑتالیں ہوئیں اور یہ ہڑتالیں بھی بھرپور اور مثالی تھیں۔جلوس وجلسوں اور تعزیتی پیغامات کا تو شمار ہی نہیں۔مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کیلئے جس قدر لوگ روئے خصوصاً نوجوان پود جتنا روئی،اگر اتنا لکھ دیا جائے تو مجھے خدشہ ہے کہ آئندہ پڑھنے والے اسے صرف مبالغہ آمیزی قرار دیں گے

قارئین اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ نئی نسل اور نوجوانوں کے دلوں میں اس شخص نے کس قدر جگہ پیدا کر لی تھی۔کئی ماہ گزرنے پر بھی ان کے مداح آبدیدہ ہو جاتے۔اور اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتے۔یہ مناظر اس فقیر نے خود دیکھے ہیں۔

ہڑتالوں،مظاہروں کے ذریعہ غم واندوہ کا اظہار......جو آپ کے مظلومانہ قتل پہ ہوا،وہ بھی ریکارڈ تھا۔شاید ہی اس قدر ردعمل کسی اور شخصیت پر ہوا ہو۔ان ہڑتالوں، مظاہروں نے اہل جھنگ کیلئے حضرت شہید کی جدائی کے صدمہ کے علاوہ بھی امتحانات کا سیلاب بہادیا۔

جھنگ کی آبادی تین حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔1-......جھنگ سٹی......

2-......جھنگ صدر (مگھیانہ) 3-......سیٹلائٹ ٹاؤن ۔تو جھنگ سٹی میں شہادت کی خبر سے بے چینی واضطراب کی فوری لہر اٹھی کچھ نوجوانوں اور نوخیز بچوں نے جذبات کا اظہار نعروں سے کیا (جیسا کہ سابقہ مضمون میں بھی بیان ہو چکا ہے) جو ایک جلوس کی شکل بن گئی چند قدم بھی یہ جلوس نہ چلا ہوگا کہ چوک قصاباں (جہاں شیعوں کی آبادی نسبتاً زیادہ ہے، اور یہ علاقہ پہلے سے ہیروئن فروشوں کا گڑھ ہے) اس میں سے بچوں کے اس جلوس پر فائرنگ ہونی شروع ہوئی ۔جس سے متعدد بچے زخمی ہو گئے ۔

ایک چودہ سالہ نوجوان محمد آصف ندیم کلاس نہم کے طالبعلم وہیں شہید ہو گئے ۔حسن عقیدہ وحسن عقیدت کے جذبات کے زیور سے آراستہ پیراستہ اس گھرانے کی عظمت کو سلام کہ ندیم کے والد جناب گلزار احمد صاحب نے بڑے صبر وتحمل سے کہا! کہ شہادت میرے لئے ذخیرہ آخرت ہے ۔مجھے امید ہے ......میرے بیٹے کی شہادت کا بہترین صلہ مجھے ضرور ملے گا ۔مجھے فخر ہے کہ میرا بیٹا ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم پر فداء ہوا ہے ۔ مَیں اپنے آپ کو اور اپنے دوسرے بچوں کو بھی اس کیلئے پیش کرتا ہوں ۔

ایصال ثواب

جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کیلئے اندرون ملک اور بیرون ملک حتیٰ کہ حرمین شریفین میں قرآن خوانی ہوئی ۔نوافل پڑھے گئے ۔مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دو مرتبہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی ۔حرم کعبہ میں جنازہ ہوا[1]

قرآن خوانی اور دیگر طریق سے ایصال ثواب اس قدر ہوا، جس کا شمار نہیں ۔اس سلسلے میں بھی آپ خوش نصیب ترین شخص ہیں ۔اب بھی یہ سلسلہ ایصال ثواب جاری ہے ۔

[1] احناف کے مسلک کے مطابق غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ہے، جبکہ سعودی مسلک کے مطابق غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے ۔

پردہ نشین خواتین خانہ بھی ایصال ثواب اور نذرانہ عقیدت کے پھول پیش کرتی رہیں۔آپ ؒ کیلئے عمرے بھی کئے گئے۔ملک اور بیرون ملک سے زائرین کی جامعہ محمودیہ (جہاں آپ ؒ کی مرقد مبارک ہے) آمدورفت جاری ہے۔

انجمن سپاہ صحابہ پاکستان نے 2 مارچ 1990ء کو پورے ملک میں احتجاجی و تعزیتی ہڑتال کی اپیل کی تو کراچی سے درہ خیبر تک اور سکردو اور گلگت تک مکمل ہڑتال ہوئی اور پرامن یوم احتجاج منایا گیا۔جا بجا احتجاجی جلوس نکلے،جن میں قاتلوں اوران کے پس پشت سازش کو بے نقاب کر کے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے کے مطالبات کئے گئے۔

مظفر گڑھ کے ایک قصبے خان گڑھ میں بھی نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ایک احتجاجی جلوس کا اہتمام تھا۔یہ جلوس پر امن مارچ کر رہا تھا کہ ایک امام باڑے (ایمان بگاڑے) سے جلوس پر آتشیں اسلحہ سے لیس شیعہ غنڈوں نے فائرنگ شروع کر دی،جس سے ایک مسلمان محمد اصغر موقع پر شہید ہو گیا۔دو شدید زخمیوں کے علاوہ دیگر تقریباً چالیس افراد زخمی ہوئے۔

نوٹ......! یہ جام شہادت نوش کرنے والے محمد اصغر نوشہرہ کے باشندے تھے۔ مبینہ طور پر یتیمی میں پل کر جوان ہونے والے یہ مخلص ایک ٹرک کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ شہید کی مظلومانہ وسفاکانہ شہادت کا انہیں بھی زبردست قلق تھا۔احتجاجی جلوس دیکھ کر چند قدم جلوس کے ساتھ شرکت کیلئے اترے اور پھر وہیں سے اپنے سفر کا راستہ بدل کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

ملک کے کونے کونے مظاہروں میں سے ایک مظاہرے کے دوران شہر سلطان میں ایک سُنی مجاہد جناب عبدالجبار کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔غرضیکہ رافضیہ کی جرأت

حد سے بڑھ گئی اور پورا ملک کرب وغم میں مبتلا کر دیا گیا۔

اس تاریخی سوگ کو ملک اور بیرون ملک کی تمام خبر رساں ایجنسیوں نے بھی پورے طور پر مفصل پیش کیا اور شہادت کی خبر کو بھرپور کوریج دی۔

پیغامات تعزیت

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان ٹیلی ویژن پر جنازہ کا منظر بھی بڑا رقت آمیز تھا۔ ریڈیو پاکستان دن بھر برابر خبریں نشر کرتا رہا۔ ملک کے ممتاز اسکالرز، مشائخ وعظام، علماء کرام اور سیاستدانوں کے پیغامات تعزیت وافسوس نشر ہوتے رہے۔ بیشتر بزرگ اور علماء جن کی پہنچ ہو سکی...... خود تشریف لائے اور زبانی تعزیت کی اور قبر مبارک پر فاتحہ خوانی کی۔ ان میں سے بھی بعض نے رسمی تعزیت بھی کی۔

اصل تعزیت تو ان لوگوں کی سمجھیں جو سرحد کی چوٹیوں، بلوچستان کے ریگستانوں، سندھ کے میدانوں، پنجاب کے دیہاتوں سے لیکر شہروں، قصبوں سے عرصہ تک جھنگ پہنچتے رہے اور تعزیت کرتے۔ اشکوں کے سیلاب میں بہتے بہتے نظر آتے۔ قبر پر فاتحہ خوانی کر کے آہ وسسکیوں میں ڈوبے واپس ہوتے رہے۔ اور سب یہ عزم لیکر جاتے کہ اس راہ وفا کے راہی کے نصب العین پر ہم کاربند رہیں گے۔

محرکات قتل

حضرت علامہ

حق نواز جھنگوی شہیدؒ

کی مظلومانہ شہادت کے
پیچھے کارفرما عوامل کا جائزہ

محرکات قتل

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا مطالعہ کر لینے کے بعد کسی شخص پر یہ بات مخفی نہیں رہتی کہ حضرت کے قتل ناحق کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سیاسی اثر ونفوذ اور مذہبی قدو کاٹھ بڑی تیزی سے بڑھا تھا، پھر ایک خاص طرز فکر پرمبنی جدو جہد کے حوالے سے مزید پیش رفت کے امکان کو بعید از خیال نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ عین ممکن تھا......

جولوگ موروثی پشتینی اثرورسوخ کے مالک تھے، پھر موجودہ سیاست میں انہوں نے اپنی بے پناہ دولت کے بل بوتے پر مستقبل کے خیالی محل تعمیر کر رکھے تھے اور اپنی تمام توانائیاں صَرف کر کے نامور کہلانے لگے تھے۔جن کی شہرت ونا موری کو اچانک بہت بڑا دھچکا لگا تھا۔ بلکہ بعض کے جلد ہی سیاست سے بیدخل ہو جانے اور ذہنوں سے بھی محو ہو جانے کے خدشات پیدا ہو گئے تھے......اور وہ بھی ایک مولوی کے ہاتھوں!

پھر کچھ عملاً منقار پر زیر ہو چکے تھے اور کسی موہوم امید پر جی رہے تھے۔کتنے ایسے تھے جن کیلئے مستقبل میں چیلنج کا خطرہ منڈلا رہا تھا۔ملکی سیاست میں اس انقلابی نوجوان کا کردار سب کے سامنے تھا۔اس لئے قتل کے محرکات میں ان اسباب کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ جس رفتار سے چھائے جارہے تھے، اسی رفتار سے وڈیرہ شاہی اور جاگیرداری اثرات سے اجارہ داری قائم رکھنے کے امکانات معدوم ہوتے نظر آرہے تھے۔ایسے آثار بالکل عیاں تھے کہ جلد ہی جھنگ سے بادل چھٹ جائیں گے اور پھر......

یعنی ایسے افراد کیلئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک مہیب خطرہ بن گئے تھے۔ہم ان خطرات کا ادارک کر چکے تھے اور مولانا کو بار بار متوجہ کرتے رہے مگر ان کا جواب ہوتا......"زندگی اس کی امانت

ہے۔ یہی ہوگا نا اس راہ پہ لگ جائے گی اور مَیں بارِ امانت سے سبکدوش ہو جاؤں گا''۔

یا مختصراً کہتے! چھوڑو یار کس بحث میں پڑ گئے ...... دیکھا جائے گا جو ہوگا۔

جیسا کہ راقم الحروف نے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ یہاں زمانہ دراز سے وڈیرہ شاہی اور جاگیر داری نافذ العمل رہی ہے۔ یہاں کسی مد مقابل تو کیا..... کسی جوہر قابل کے پنپنے کے امکان بھی ختم کر دیئے جاتے تھے۔

یہاں توانا ولا غیری کا دَور دَورہ تھا۔ ان کیلئے جھنگ کے افق سے نکل کر ...... ملکی افق پر چھا جانے والا یہ شخص نامعلوم کس طرح ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ اور اب اسے بہر حال افق سے ہٹانا ناگزیر ہو گیا تھا۔

اس سلسلہ میں شیعہ پریس اور رسائل تو بہت پہلے سے وارننگ دے رہے تھے اور بار بار چیخ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ریڈیو ایران اور پاکستان میں ایرانی سفارت خانہ سارے سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھ کر مسلسل زہر افشانی اور دسیسہ کاری میں مصروف تھا۔

دشمن بخوبی سمجھتے تھے کہ اس تحریک سے مستقبل میں پہلے ضلع جھنگ اور پھر پورے ملک میں شیعیت کیلئے زمین تنگ ہو سکتی ہے، بلکہ تنگ ہو چلی تھی۔ جو لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی سُنیوں کے گھروں اور دروازوں سے مٹوا دیتے تھے کہ اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے۔

جو شقی القلب اپنی جوتیوں میں اصحاب پیغمبر ﷺ کے اسمائے گرامی لکھوا کر روندتے تھے۔ جو.... رُوسیاہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پتلے بنوا کر جلاتے تھے۔ جن کے ہاں خدا کے باغی ایسے تعویذ دیتے، جن پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام درج ہوتے اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو جن و بھوت کا بدتاثر دے کر ان پر جوتیاں مرواتے......

اس شیر ربانی وکیل صحابہ کے میدان میں اترنے کے بعد اور لوگوں کی غیرت

جگانے اور نوجوانوں کی ذہن سازی کرنے کے بعد ایسی کسی شنیع حرکت کرنے کا تصور بھی بعید تھا۔انہوں نے سازشیوں کی تمام چالیں قوم کو سمجھا دی تھیں۔اور ان کیلئے ایک مضبوط و توانا ہاتھ ڈالنے والے مذہبی قومی راہنما کی حیثیت سے آپ ہمہ وقتی خطرہ بن گئے تھے۔

ایسے بدقماش افراد کو اپنے بلوں میں بھی دھڑ کا لگا رہتا تھا۔چہ جائیکہ سامنا کر سکیں شہادت سے چند روز پہلے کمالیہ میں ایک ایسی ہی حرکت شنیعہ ہوئی۔شیر اسلام جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کر دیا گیا۔انہوں نے یہاں سے خطبہ جمعہ میں انتظامیہ کو وارننگ دے دی کہ فوری اس کا تدارک کرو۔خود کوتاہی پر معافی مانگو۔اور مجرموں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا کا مستوجب ٹھہراؤ......ورنہ ہم کمالیہ کے در و دیوار ہلا دیں گے۔ملکی امن و امان اور تمہاری عافیت ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس سے زیادہ عزیز اور اہم نہیں ہے......

جہاں کوئی بے اعتدالی ہوتی ......اللہ کا یہ شیر، جھنگ سے یا جہاں کہیں دورے پہ ہوتا وہیں سے للکارتا، دھاڑتا۔اور بے ضمیروں کے دل دھل جاتے اور دررنگی احوال کی فکر میں لگ جاتے ایسے شخص کی زندگی ان لوگوں کو کیسے برداشت ہو سکتی تھی۔اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے محرکات میں یہی عوامل کارفرما تھے۔سیاسی قتل امکان کے درجے میں موجود ہے مگر زیادہ تر شواہد اور قرائن یہی بتلا تے ہیں کہ یہ مذہبی قتل ہے،اور شیعہ نے آپ کو شہید کیا ہے۔اس سلسلے میں اہم ترین واقعہ بطور استشہاد، یہی پیش کیا جاسکتا ہے کہ چنیوٹ کے شیعہ ایم پی اے سردار زادہ ظفر عباس کے بھائی نے تو آپ کے قتل پر اکسانے کیلئے دو مربعہ زمین اور چھ لاکھ نقد انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔لاہور کے شیعہ نے باقاعدہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قتل پر فتویٰ جواز ہی نہیں ثواب دے رکھا تھا۔ملک میں شیعہ تنظیمیں آپ کو واجب القتل قرار دے چکی تھیں۔

❀❀❀❀

حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قتل کی سازش پہ مطلع ہونے پر صدر مملکت کو جو خط لکھا تھا۔اس کی نقل حسب ذیل ہے۔پھر جمعہ کے خطبہ میں بھی انکشاف فرما دیا تھا.... مگر حکومت خود ان کو راہ سے ہٹانے میں دلچسپی رکھتی تھی۔لہذا سب کچھ رائیگاں رہا۔

صدر پاکستان کے نام مولانا جھنگوی ؒ کا کھلا خط

بخدمت جناب صدر پاکستان!

جناب عالی!

گزارش ہے کہ سائل کا شمار علمائے دین میں ہوتا ہے۔جس کو اہلسنّت والجماعت میں ملک گیر شہرت حاصل ہے۔سائل آل پاکستان سپاہ صحابہ تنظیم کا بانی وسر پرست اعلیٰ اور جامعہ محمودیہ جھنگ صدر کا مہتمم بھی ہے۔

مقامی عوام میں مقبولیت کے باعث عوام کے پرزور اصرار پر گزشتہ الیکشن (نومبر 1988ء) برائے سیٹ نمبری 68-این۔اے جھنگ نمبر 3 برخلاف سیدہ عابدہ حسین، سید ذوالفقار علی بخاری (حال سفیر چین) وغیرہ حصہ لیا تھا اور 39000 سے زائد ووٹ حاصل کئے۔شہری حلقہ میں سائل کو مخالف امیدواروں کے مقابلے میں تقریباً 15000 ووٹوں کی برتری حاصل ہوئی۔آئندہ بھی ضلع ہذا میں الیکشن میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔اپنے عقائد کے مطابق اہل تشیع اور خانہ کعبہ میں برموقع حج ایرانی تخریب کاری کی نازیبا حرکات پر تنقید کرنے کا امتیازی ریکارڈ رکھتا ہے اور اس وجہ سے سائل کو وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی مقدمہ میں الجھا دیا جاتا ہے اور اس وقت سائل کے خلاف دو فرضی مقدمات قتل بھی زیر سماعت ہیں۔

تا حال جملہ مقدمات کی تعداد تقریباً 100 تک پہنچ چکی ہے۔لیکن الحمدللہ مخالفین تا حال اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔اس لئے اب وہ سائل کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

چنانچہ مورخہ 19 اکتوبر 1989ء کو شب جب کہ سائل مع محمد یوسف مجاہد جنرل سیکرٹری سپاہ صحابہؓ..... سرگودھا سے واپس جھنگ آرہا تھا تو جھنگ سے کچھ فاصلے پر مجھ پر فائرنگ کی گئی۔ جو بے اثر ثابت ہوئی۔ البتہ خشت باری سے کار کا عقبی شیشہ ٹوٹ گیا اور محمد یوسف مجاہد صاحب زخمی ہو گئے۔ جس کی بابت ابتدائی رپورٹ مورخہ 89-10-29 تھانہ صدر جھنگ کرائی گئی۔

لیکن مقامی انتظامیہ نے مخالفین کے زیر اثر ہونے کے باعث ملزمان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ بعد ازاں مورخہ 90-01-25 کو طفیل نامی شخص سکنہ جڑانوالہ کے ذریعے سائل پر قاتلانہ حملہ کرانے کی کوشش کی گئی۔ جس کا ملزم نے اقبال جرم بھی کیا۔ چنانچہ مذکورہ ملزم کو پکڑ کر حوالہ پولیس کیا گیا۔ (نقل رپورٹ ابتدائی لف ہذا ہے)

حال ہی میں سائل کو باوثوق بیرون ملک ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ من سائل اور چند دیگر سُنی علماء کرام اور قائدین سپاہ صحابہ پاکستان کو بیرون ملک تخریبی عناصر کے ذریعے ایک خاص پلاننگ کے تحت ختم کرانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ جس پر عمل درآمد مورخہ 90-02-20 سے شروع ہوگا۔ مقامی طور پر مندرجہ ذیل اشخاص ایرانی تخریب کاروں کے نمائندہ ہیں۔

(یہاں نام درج نہیں کئے جاسکتے۔ دوسری جگہ اشارہ موجود ہے)

اندریں حالات من سائل اور اس کے متعلقین کی جان و مال کو شدید خطرہ لاحق ہے اور معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر حکومت وقت کا فرض ہے کہ ایسی ممکنہ تخریب کاری کا تدارک کرے اور من سائل اور متعلقین کے تحفظ کا بندوبست بھی کرے۔

کیونکہ حال ہی میں ہفت روزہ الشیعہ کے اداریے کے ذریعہ من سائل کو سزا بھگتنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ جو کہ مندرجہ بالا منصوبہ کی ایک کڑی ہے۔ عرضے

مولانا حق نواز جھنگوی..... سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان جھنگ صدر

مہتمم جامعہ محمودیہ گوجرہ روڈ۔ جھنگ

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

شہید حق کی پکار

الملفوظات

شہید حق کی تقاریر کے اقتباسات
جن سے آپ کے موقف کی بھی
وضاحت ہوتی ہے

آگے بڑھئے

نوجوانو......!! آیئے میرے ساتھ مل کر اس کفر کو اسلام سے علیحدہ کر دیں۔ اس دجل کو ننگا کر دیں۔ اس بدمعاشی کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کریں۔ اس فریب کا پردہ چاک کریں۔ اسلام کی برگزیدہ ہستیوں کی تقدیس کی حفاظت کر کے اسلام کی عظمت کو داغ دار ہونے سے بچائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ آج سے پانچ سال پہلے والا غافل اور جاہل انسان بیدار ہو چکا ہے۔ وہ میرے پیغام اور فکر کو سمجھنے لگا ہے۔ اسے ہوش آتا جا رہا ہے۔

وہ ضرور اپنی اماں رضی اللہ عنہا کی ناموس کے تحفظ کیلئے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترے گا۔ اور قابل اعتراض کتابوں کی ضبطی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس کیلئے پاکستانی قانون میں ترامیم کرانے کیلئے ہمارا ساتھ دے گا۔

(اوکاڑہ میں جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب)

☆☆☆☆

امید فردا

میری زندگی میں شاید بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث اکھٹے نہ ہوں، لیکن جونہی مَیں مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو یقیناً تمام اہلسنّت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر میرے مؤقف کی تائید کرنے لگیں گے۔ آج شیعہ کے کفر کا جو نعرہ لگتا ہے اس پر بھی کئی علماء اور سیاست دان ناک بھوں چڑھاتے ہیں، لیکن وہ دن دور نہیں جب ہم اپنے مؤقف کو اتنا واضح اور روشن کر کے ہر ہر گھر تک پہنچا دیں گے کہ پھر عام مسلمان بھی کھلے عام ہماری تائید کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

(سیٹلائٹ ٹاؤن میں استقبالیہ سے خطاب)

ایک خطاب سے اقتباس

ایک غلط فہمی جو آج بھی بہت سے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ تقریر سے پہلے دور کرتا جاؤں۔

شیعہ سے مسلمانوں کا اختلاف صرف تعزیہ، متعہ، مجلس عزاداری، فضیلت شیخین وغیرہ کا ہی نہیں۔ مسلمانوں سے شیعہ کا اختلاف توحید باری سے شروع ہوتا ہے۔ شیعہ کی بنیادی کتاب اصول کافی میں ہے۔ ''خدا کو بداء ہو جاتا ہے (یعنی جاہل ہو جانا) کبھی وہ ایک فیصلہ کرتا ہے، پھر غلطی کا احساس ہونے پر اسے بدل دیتا ہے''۔

رسالت کے بارے میں شیعہ کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام...... بارہ اماموں کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں انہوں نے مطلقاً واضح کہا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد تین آدمیوں (سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ، سیدنا اسود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ) کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے، کہیں چار کا لفظ ہے۔ اسی طرح توحید باری تعالیٰ سے لیکر موزوں کے مسح تک، یعنی کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج بیت اللہ، جہاد ہر چیز میں شیعہ مسلمانوں سے اختلاف رکھتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہمارے علماء، سیاستدان، مشائخ اور عام مسلمان مطالعہ نہیں کرتے۔ اور کچھ شیعت نے اپنے دجل کو تقیہ کا پردہ ڈال کر مسلمانوں سے اوجھل کر رکھا ہے۔

جب مَیں شیعہ کو کائنات کا بدترین کافر قرار دیتا ہوں تو مجھے فرقہ واریت والا تخریب کار اور فسادی قرار دینے لگ جاتے ہیں۔ سُنیو......!! بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے کہ ساری دنیا تک ہماری آواز پہنچ جائے گی۔ پھر ہر شخص شیعہ کو کافر سمجھنے لگ جائے گا۔ بریلوی،

دیوبندی اور اہلحدیث کھلے عام شیعہ کے عقائد سے واقف ہو کر اس دجل وفریب کو سمجھ کر سپاہ صحابہ کے مؤقف کو تسلیم کریں گے۔

(ٹرنگ بازار، راولپنڈی کے ایک جلسے سے خطاب)

☆☆☆☆

سپاہ صحابہؓ کی تحریک پھولوں کی سیج نہیں

سپاہ صحابہ کی تحریک پھولوں کی سیج نہیں ہے۔اس میں مشکلات ومصائب سے دو چار ہونا لازمی امر ہے۔جو، جوان ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہونا چاہتا ہے۔اسے خوب سوچ سمجھ کر اس وادی پُر خار میں قدم رکھنا ہوگا۔اس پر ہر قسم کے طعنے دھرنے کا کام دوسروں سے پہلے اپنوں کی طرف سے شروع ہوگا۔اس کے نظریات کی پختگی اور اپنے مؤقف پر سختی سے کاربند رہنے کو موردِ طعن وتشنیع بنایا جائے گا۔عافیت کوش دیندار اور دُوں ہمت علماء بھی اسے مصلحت براری کا درس دیں گے۔لیکن میرے نزدیک ایسے ماحول میں جب کہ ''بازاروں میں اصحابِ رسول ﷺ کو گالیاں دی جارہی ہوں۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خلاف غلیظ زبان وقلم استعمال ہو رہی ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیٹیوں کی شفاف اور مطہر چادر کو گندی طعن وتشنیع سے آلودہ کیا جارہا ہو'' ایسے کھلے کفر کے خلاف کھل کر کام کر لینا ہی اسلاف کی سنت طیبہ ہے۔

(کبیر والا میں کارکنوں کو خطاب سے اقتباس)

☆☆☆☆

مشن پر پختگی

سپاہ صحابہ.... عالم اسلام میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کا احیاء چاہتی ہے۔امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ازالتہ الخفاء کے افکار کی اشاعت

......ان کے دور میں شیعہ کی سرگرمیاں تصنیف و تالیف تحریر و وعظ اور تقریر تک محدود تھیں۔ لیکن آج جب کہ ایران میں ایک متعصب شیعہ حکومت قائم ہو چکی ہے......اور جب کہ شام میں حافظ الاسد نے شیعہ کے نصیری فرقہ کے افکار کو نظام حکومت کی بنیاد قرار دے رکھا ہے ......لبنان کے ایک حصہ میں شیعہ ریاست قائم ہے ......عراق میں پچپن فیصد آبادی متعصب شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ سب اپنی جگہ پر اپنے نظریات کے فروغ میں سرگرم عمل ہیں۔

ایران سے براہ راست پاکستان کے شیعہ کی سرپرستی کی جارہی ہے۔ جو مخفی نہیں۔ ایسے میں لازمی امر ہے کہ......سُنی بیدار ہوں۔

اور تحریف قرآن اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھری ہوئی غلیظ ذہنیتوں کے عزائم خاک میں ملائیں۔ اگر ایسے ماحول میں بھی اہلسنّت بیدار نہیں ہوتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ وہ اسلاف کی عزت و ناموس اور اپنے ورثہ کی محافظت کے امین نہیں رہے۔ انہیں دنیوی حرص و آز نے اسلامی اقدار سے دور کر دیا ہے۔ اس طرح خدائی عذاب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ان کا مقدر بن چکی ہے۔

مجھے سب سے زیادہ خطرہ کھلے کفر سے نہیں، بلکہ ایسی ذہنیت اور ایسی سوچ سے ہے، جسے اپنے مشن کی صداقت کا پورا یقین نہ ہو......جس کے نظریات میں اطمینان کی بجائے اضمحلال ہو......اتحاد کی بجائے اختلاف ہو......جوانمردی کہ بجائے پژمردگی ہو ......جس کا ہوا کے ایک جھونکے کے ساتھ نظریہ حیات بھی ڈول جائے۔

(سپاہ صحابہ فیصل آباد کی افطار پارٹی میں خطاب سے اقتباس)

☆☆☆☆

ماں کی عزت کیلئے نکل

میرے ہاتھ میں شیعہ کی تازہ شائع شدہ کتاب ہے۔جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں العیاذ باللہ لکھا گیا ہے۔''عائشہ عورت تھی یا بندریا''اف......!!اے سُنی تیری حیاء کہاں ہے؟ تیری غیرت کدھر ہے؟ تیرا ایمان کہاں سو گیا؟

تُو نوجوان بھی ہو، تیرے پاس نقدی بھی ہو، تیری عزت بھی ہو، تیری اکثریت بھی ہو پھر اپنا ملک و وطن بھی ہو...... پھر بھی تیری ماں کی بے عزتی ہو اور تیرے اوپر غفلت کا پردہ پڑا رہے۔تُو آسودۂ خواب ہو، تُو مصلحت آشناء ہو، تُو عافیت کوش ہو، تُو دنیا پرست ہو، تُو صرف اور صرف اپنے کاروبار کا ہو رہے۔جب کہ تیری اماں کی عزت و ناموس کی چادر تار تار ہو۔رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیاں آج تیرے ملک میں اتنی بے بس اور لاچار ہو گئیں؟ کہ ان کو بندروں سے تشبیہ دی جانے لگے۔

یہ میرے ہاتھ میں آنگن ڈائجسٹ لاہور کا شمارہ ہے۔جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو العیاذ باللہ کنجری کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔تیری اور میری بیٹی کی عزت و آبرو محفوظ ہو، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہو بیٹیاں تیرے شہر میں ان طعنوں کا نشانہ بنتی رہیں تیری ماں کو شیعہ گالیاں دیں، تیری بہن کو بازاری عورت کہیں۔پھر بھی تُو مصلحت کا درس دے مصلحت وقت، تقاضائے دَور...... آج فیصلہ کر کہ تُو سُنی ہے یا شیعہ...... مسلمان ہے یا کافر...... ماں کی عزت کا رکھوالا ہے یا دشمن۔

ہائے وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا......جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حمیرا کہتے تھے۔جس کے بستر پر قرآن کریم اترتا تھا......جس کو کئی بار جبرائیل سلام کرنے آئے

......جس کا تذکرہ قرآن کریم کی سترہ آیتوں میں ہے......جس کی محبت ایمان کی علامت بتلائی گئی ہے۔

اے سُنی اٹھ اور ماں کی عزت کا رکھوالا بن...... چھوڑ دے غفلت اور سب کچھ چھوڑ دے صرف غیرت و حیاء کے زیور سے آراستہ ہو...... جرأت و ہمت کے زینے پر قدم رکھ...... آگے بڑھ...... ماں کے دشمنوں کے خلاف سینہ سپر ہو جا...... تیرے شہر کا اگر سُنی مولوی یہ سب کچھ جانتے ہوئے بے غیرت ہو چکا ہے۔تُو تو اس سے بھی بے نیاز ہو جا۔ تیرے شہر کا سُنی ڈی۔سی (D.C) سُنی ایس۔ایس۔پی (S.S.P) سُنی تھانیدار حتیٰ کہ سُنی مشیر و وزیر، سپاہی...... اگر یہ سب دولتِ حیاء سے محروم ہو چکے ہیں، تب بھی نکل۔خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر استقامت کا جوہر اپنا کر ایک مشن، ایک فکر، ایک راہ کیلئے سپاہ صحابہ کے پرچم کو تھام کر نکل۔

(سپاہ صحابہ اسٹوڈنٹس مظفر گڑھ کے پچاس ہزار نوجوانوں کی ریلی سے خطاب)

☆☆☆☆

شیعہ کی تکفیر پر اہل اسلام کا اتفاق

آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم شیعہ کو کافر کیوں کہتے ہو؟ یہ بات تو پہلے کبھی کسی نے نہیں کہی۔ہم نے کبھی نہیں سنی۔آج اس بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔شیعہ فرقہ کو تاریخ کی زبان میں آل یہود اور آل ابن سبا بھی کہا جاتا ہے۔اس کا بانی عبداللہ ابن سبا نسلاً، ذہناً، فکراً و اصلاً یہودی تھا۔اس کی ستم کاریوں سے اسلام کا سینہ ربع صدی تک چھلنی رہا اس نے سب سے پہلے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر عدم اطمینان کا اعلان کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا موہومہ نعرہ بلند کیا تھا۔پھر یہ ایک حقیقت ہے کہ پھر اسی کے نام لیواؤں نے کوفہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔اسی کی اولاد نے کوفہ میں حضرت

حسن رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ بعد ازاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر خود شہید کر دیا۔ ابن سبا کے افکار کی بنیاد پر شیعہ کے دنیا میں تقریباً ایک سو ستر 170 فرقے پیدا ہوئے۔

شیعہ کے خلاف ہر دور میں کام ہوتا رہا ہے۔ مگر زیادہ تر یہ مذہب تقیہ کے پردے میں چھپا رہا...... ان کے نظریات کے خلاف پہلی آواز بلند کرنے والی شخصیت حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ...... امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ...... اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام سے شیعہ فرقہ کی دوری کی وضاحت کی ہے۔

ہندوستان میں بیسویں صدی کے دوران جن علماء نے شیعہ پر فتویٰ کفر عائد کیا۔ ان میں بریلوی مکتب فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی ...... اہل حدیث حضرات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد حسین بٹالوی ...... اور علمائے دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں ہے۔ ان کی یہ تمام کتابیں عرصہ دراز سے شائع ہو رہی ہیں۔ ان کے مصنفین نے مسجد کے حجروں اور اپنی درس گاہوں سے ان پر فتویٰ کفر بھی لگایا۔

سپاہ صحابہ جب اس دور کے علماء سے کہتی ہے کہ آپ جب اپنے اکابر کے متبع ہیں اور انہیں کافر بھی سمجھتے ہیں تو عوام کے سامنے کھلے طور پر انہیں ننگا کیوں نہیں کرتے؟ اور پھر خاص کر ایسے حالات میں جب کہ ایران ...... اسلام کے نام پر خانہ کعبہ پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے اور شیعہ نظریات ہی کو اسلام قرار دے کر پوری دنیا کو فریب دے رہا ہے اور شیعہ تو بجائے خود آپ کے اندر سے ان کی کچی اسلامیت کی آوازیں اٹھ رہی ہیں ...... تو معاف کیجئے ...... جواب دیا جاتا ہے کہ ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ یہ ان باتوں کا وقت نہیں۔ مولوی صاحب!!! تیرے پاس تعویذ گنڈوں کے پیسے لینے کیلئے حالات سازگار ہیں

حسن رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ بعد ازاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر خود شہید کر دیا۔ ابن سبا کے افکار کی بنیاد پر شیعہ کے دنیا میں تقریباً ایک سوستر 170 فرقے پیدا ہوئے۔

شیعہ کے خلاف ہر دور میں کام ہوتا رہا ہے۔ مگر زیادہ تر یہ مذہب تقیہ کے پردے میں چھپا رہا...... ان کے نظریات کے خلاف پہلی آواز بلند کرنے والی شخصیت حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ...... امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ...... اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام سے شیعہ فرقہ کی دوری کی وضاحت کی ہے۔

ہندوستان میں بیسویں صدی کے دوران جن علماء نے شیعہ پر فتویٰ کفر عائد کیا۔ ان میں بریلوی مکتب فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی ...... اہل حدیث حضرات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد حسین بٹالوی ...... اور علمائے دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں ہے۔ ان کی یہ تمام کتابیں عرصہ دراز سے شائع ہو رہی ہیں۔ ان کے مصنفین نے مسجد کے حجروں اور اپنی درس گاہوں سے ان پر فتویٰ کفر بھی لگایا۔

سپاہ صحابہ جب اس دور کے علماء سے کہتی ہے کہ آپ جب اپنے اکابر کے متبع ہیں اور انہیں کافر بھی سمجھتے ہیں تو عوام کے سامنے کھلے طور پر انہیں ننگا کیوں نہیں کرتے؟ اور پھر خاص کر ایسے حالات میں جب کہ ایران ...... اسلام کے نام پر خانہ کعبہ پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے اور شیعہ نظریات ہی کو اسلام قرار دے کر پوری دنیا کو فریب دے رہا ہے اور شیعہ تو بجائے خود آپ کے اندر سے ان کی سچی اسلامیت کی آوازیں اٹھ رہی ہیں ...... تو معاف کیجئے ...... جواب دیا جاتا ہے کہ ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ یہ ان باتوں کا وقت نہیں۔ مولوی صاحب!!! تیرے پاس تعویذ گنڈوں کے پیسے لینے کیلئے حالات سازگار ہیں

نکاح کی فیس کیلئے حالات سازگار ہیں؟ مریدوں سے ہوائی جہازوں کے ٹکٹ مانگنے اور کھلے عام چندے جمع کرنے کیلئے حالات بالکل سازگار ہیں۔ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے بے اتفاقی کرانے ،بغض وعناد میں باہم دست وگریباں ہونے کیلئے حالات سازگار ہیں۔ امن کمیٹیاں بنا کر پولیس کی حفاظت میں صحابہ کرام پر تبراء کرانے کے حالات بہر حال سازگار ہیں......لیکن اسلام کے نام کو دھوکہ وفریب میں مبتلا کرنے والے کھلے کفر کی منافقت و چال بازی کا پردہ چاک کرنے کیلئے ابھی حالات ہی سازگار نہیں ہو سکے۔اگر اب بھی مولوی صاحب کے دماغ میں حقیقت کا چراغ روشن نہیں ہوتا جب کہ اس کا مرکز ایمان ''کعبۃ اللہ'' بھی لرز اٹھا......تو مَیں سمجھوں گا کہ یہ خود ہمارے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔روڑا ہے۔

(مظفر گڑھ میں سپاہ صحابہ کے جلسے سے خطاب)

☆☆☆☆

تحریکوں کا سفر......ساحل مراد تک

ایک ایسا وقت تھا کہ جب اٹھارہ سو اٹھاسی 1888ء کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے اس پر علمائے لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔اس وقت ہمارے کئی علماء نے بھی عدم معلومات کے باعث اس فتویٰ کفر کی مخالفت کی۔لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد سامنے آئے تو دیگر علمائے دیوبند،علمائے اہلحدیث اور علمائے بریلی نے بھی علی الاعلان فتویٰ کفر پر دستخط کر دیئے۔نوے 90 سال تک برصغیر میں علمائے ہند نے اس کفر کے خلاف آواز بلند کی۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء نے نصف صدی تک برصغیر کے کونے کونے میں قادیانیوں کے کفر کو آشکارا کیا۔لیکن انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ کفر واسلام کی اس جنگ کو

بریلوی......دیوبندی نزاع کی طرح مسلمانوں کے دو طبقوں کا اختلاف قرار دیتا رہا۔ بالاخر قریباً سو 100 سال تک پھیلنے والی علماء کی جدو جہد رنگ لائی۔ ہزاروں رفقاء کی شہادت کے بعد بالاخر انیس سو چوہتر 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

بالکل اسی طرح شیعہ کا کفر بھی ہماری کتابوں تک محدود تھا۔ ایران کی اسلامیت کے پروپیگنڈے کے بعد ردعمل کے طور پر مسلمانوں کی طرف سے ان کا کفر عیاں ہونے لگا پاکستان میں دو سال قبل قائم ہونے والی تنظیم سپاہ صحابہ نے پہلی مرتبہ اس کا کفر اسٹیج پر آشکارا کیا تو مسلمانوں کے طبقے چونک اٹھے۔ دو سال ہی کے عرصہ میں جب کہ تا حال سپاہ صحابہ کے پروگرام کے ساتھ مسلمانوں کی اکثریت اس کفر کیلئے متفق الخیال نظر آنے لگی ہے۔ تاہم علماء کے کئی گروہ جو ابھی تک مصلحتوں کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں ......وہ بھی بہت جلد ہمارے مؤقف کے حامی بن جائیں گے۔ سیاسی مصلحتیں تار تار ہو جائیں گی۔ ہر شخص پر شیعہ کا کفر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا۔ امت مسلمہ کو اس عظیم خطرے سے آگاہ کرنے کے سلسلہ میں ہمارا مشن ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ اس کام میں کتنی دیر لگتی ہے۔ کون ہمارے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ کہاں کہاں کس قدر ہماری حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ہمیں ان باتوں کی طرف سرے سے دھیان ہی نہیں کرنا۔ ہمیں اپنے مشن پر گامزن رہنا ہے۔ اس کے نتائج خلاق عالم کے سپرد ہیں۔ خواہ وہ ہمیں ہی اس کے ثمرات دکھائے یا ہماری آئندہ نسلوں کو کامیابی کی شاہراہ سے شناسا کرے۔

(1987ء ساؤتھ کراچی میں سپاہ صحابہ کے کارکنوں سے خطاب)

☆☆☆☆

مشکلات کا دریا

دینی کاموں میں مشکلات کا دریا عبور کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام نے جان جوکھوں میں ڈال کر توحید کی دعوت کے فروغ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام زندگیاں بھی مصائب و عقوبتوں سے عبارت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے برگزیدہ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے پر کانٹے بچھائے گئے۔چہرۂ انور پر کوڑا کرکٹ ڈالا گیا۔ان پر آوازے کسے گئے۔ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔جب اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے محبوب کو دین کی راہ میں اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو لازمی امر ہے......جو شخص خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے دین کے کسی شعبہ میں کام کرے گا۔کسی موقع پر دین کی خاطر سچے مؤقف پر ڈٹ جائے گا، اسے وہ دین سمجھ کر اس پر سب کچھ لٹانے کو تیار ہوگا......تو اسے بھی دکھوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ایک عظیم انسان اور سپاہ صحابہ کے کارکن کیلئے یہ تمغہ امتیاز ہے۔اس کو اپنے مشن پر مضبوطی سے کاربند رہنا......اسے اپنوں کے طعنے سن کر بھی اپنے نصب العین کی آواز بلند کرنا ہوگی۔

(کارکنوں سے گفتگو)

☆☆☆☆

فرمان جھنگوی شہیدؒ

امیر عزیمت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

یہ ایک انداز رہا ہے ہمارا اور ہمارے اسٹیج کا......کہ شیعہ اعتراض کرتا رہا، ہم جواب دیتے رہے۔شیعہ معترض رہا ہے اور ہم مجیب رہے ہیں۔وہ سائل رہے ہیں اور ہم جواب

کے میدان میں کھڑے رہے۔اور اعتراض بھی یوں نہیں کہ کسی مولوی عالم پر، اعتراض بھی اصحابِ رسول پر۔ گویا کیفیت یوں بنی رہی ہے کہ شیعہ مدعی رہا ہے سُنی مولوی وکیل رہا، اور اصحابِ رسول ملزم ہوئے (نعوذ باللہ) اور عوام الناس جلسے اور کانفرنسیں وغیرہ کرتے رہے۔

گویا کہ چوڑھا اعتراض کرتا رہا...... سُنی مولوی جواب دیتا رہا۔ بھنگی اعتراض کرتا رہا ......اور سنی وکالت کرتا رہا۔ کافر...... صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان پوچھتا رہا ہے...... اور سُنی مولوی جواب میں کتاب کھول کر دلائل سے اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مومن ہیں۔

ہم نے یہ لائن بدل دی ہے...... کون ہوتا ہے کوئی...... ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان پوچھنے والا...... کون ہوتا ہے عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان پوچھنے والا......؟ ہم اصحابِ رسول کو صلی اللہ علیہ وسلم ملزم کی حیثیت سے کیوں لائیں؟ مجرموں کو ملزموں کی حیثیت سے کیوں نہ لائیں...... ہم شیعہ کو ملزم کی حیثیت سے کیوں نہ لائیں......؟ ہم نے لائن بدل دی ہے...... کانٹا بدل دیا ہے ...... جو ابوبکر کا ایمان نہیں مانتے وہ کل بھی کافر تھے۔ آج بھی کافر ہیں...... ہم شیعہ کو کل بھی کافر کہتے تھے، آج بھی کافر کہتے ہیں۔

شیعو! شیعو!...... اگر تم نے بوتل کا دودھ نہیں پیا...... ماں کا دودھ پیا ہے تو میرے ان الفاظ کو عدالت میں چیلنج کر کے دیکھو...... تمہیں صدیاں بیت گئیں۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتے ہوئے...... اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافق لکھتے ہوئے...... اور ہمیں یہ گندگی پڑھتے ہوئے ...... اب ہم تمہیں بتلا دیں کہ انتقام لیا جائے گا ...... ہر چوک پر تمہیں کافر کہہ کر ...... ہر مسجد میں تمہیں کافر کہہ کر ...... ہر بازار میں تمہارا کفر آشکارا کر کے انتقام لیا جائیگا...... اب کوئی حکومت کوئی ضابطہ ہمیں ہمارے اس نعرے سے باز نہیں رکھ سکتا۔

☆☆☆☆

29 جنوری 1989ء کو بھیرہ ضلع سرگودھا سے واپسی پر رات کے وقت پہلی مرتبہ جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو اس دن سارا بازار احتجاجاً بند ہو گیا اور مکمل ہڑتال کے علاوہ احتجاجی جلوس نکلے۔ رات کو جھنگ صدر کے بڑے بازار (ریل بازار) چوک میں ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں متعدد علماء اور سیاسی زعماء نے تقاریر کیں۔ اس موقعہ پر خود حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مفصل خطاب کیا۔ اس کے متعلقہ اقتباسات درج ذیل ہیں......

قاتلانہ حملے کے بعد خطاب

......سپاہ صحابہ کے عزیزو اور جیالو اور غیور سُنی مسلمانو! آج کا یہ عظیم الشان اجتماع جو انتہائی شارٹ نوٹس پر جمع ہوا ہے۔ اس کی وجہ آپ نے معلوم کر لی کہ وہ جارحانہ عمل ہے جو شیعہ نے میرے خلاف کیا ہے۔ جو انہوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر قاتلانہ حملے کی صورت میں کیا۔

صرف جھنگ ہی نہیں بلکہ پاکستان کا ہر سُنی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکا ہے کہ تقریباً پندرہ سال سے مَیں شیعہ فرقہ کے خلاف سرگرم عمل ہوں اور عرصہ چار پانچ سال سے اہلسنّت کے نوجوانوں کی عظیم تنظیم (جو سپاہ صحابہ کے نام سے کراچی سے پارہ چنار تک شیعوں کے کفریہ عقائد کو سُنی عوام پر واضح کرتی نظر آتی ہے) کا سرپرست بھی ہوں اور بانی بھی۔ شیعوں کے خلاف یہ آوازِ حق ہم نے سوچ سمجھ کر اٹھائی تھی اور آج بھی سوچ سمجھ کر بلند کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ جب تک زندگی ہے......ہم یہ آواز بلند کرتے رہیں گے۔

مَیں ضروری سمجھتا ہوں اور اپنے رب العزت پر پورا بھروسہ کر کے کہنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اگر مَیں قتل ہو گیا تو رب العزت میرے ان الفاظ کو قبولیت سے نوازیں گے۔

خدانخواستہ شیعوں نے اپنے مذموم عزائم کیلئے مجھے قتل کر دیا تو میرا لہو پاکستان کی

دھرتی پر اس فرقے کے غیر مسلم اقلیت بننے کا سبب بن کر رہے گا اور یہ سودا میرے لئے مہنگا نہیں ۔ موت ایک حقیقت ہے اور اس نے ضرور آنا ہے اور وقت پر آنا ہے اور اس موت کو لانے والا صرف ایک ہے ..... کئی نہیں ہیں ۔ اور یہ وہ عقیدہ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔

گزشتہ محرم میں چنیوٹ میں شیعوں نے اپنے تعزیے کو خود آگ لگائی اور میری جماعت سپاہ صحابہ کے تین کارکنوں کو ملوث کیا گیا۔ بائیس دن وہ بے گناہ کارکن اندر رہے۔ جبکہ ہم نے احتجاج کیا مگر صرف زبانی...... اسٹیج پر نہیں لائے ۔ گفتگو کی حد تک رہے۔ جب کہ ایک سپاہی سے لیکر ڈی آئی جی تک اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ...... یہ آدمی بے گناہ ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی درخواست کرتے کہ کسی طرح محرم امن سے گزر جائے ۔ ابھی رہا نہیں کر سکتے ۔ حیرت کی انتہا ہے یا یوں کہیں کہ ہماری مظلومیت کی انتہا ہے کہ محرم امن سے گزارنے کیلئے ہمیں بغیر کسی جرم کے جیل میں رکھنا لازمی ہے۔

شیعو......!!! جھنگ میں اہلسنّت کی ایک ایک دوکان سے تمہارے لئے دانہ پانی بند کر دوں گا اور جھنگ کی سرزمین تمہارے لئے تنگ ہو جائے گی اور اگر مجھے مرنا ہے تو شیعت کا بیج مٹا کر مرنا ہے......

اگر زندہ رہا تو تم یہاں ساتویں اور دسویں محرم کا جلوس نکال کر دکھانا ۔ اب تمہاری اور میری جنگ اسی میدان میں ہوگی ۔ اب یا مٹ جائیں گے یا مٹا دیں گے ۔ بات ہے صاف......

الیکشن کے دنوں میں عابدہ حسین کے کہنے پر مجھ پر اغواء کا مقدمہ درج کیا گیا، جو بے بنیاد تھا اور خارج ہو چکا ہے ۔ مَیں اس پر مدعیہ کے خلاف 82 کی کاروائی کر سکتا تھا، لیکن نہیں کی اور فضا کو پر امن رکھا......

سیاسی طور پر بھی شیعت مجھ کو خطرہ سمجھتی ہے اور مذہبی طور پر بھی مجھے خطرناک حد تک خطرہ تصور کرتی ہے۔ لیکن اگر مَیں زندہ رہا تو خطرہ بن کر رہوں گا۔ نہیں رہا تو نہیں رہا۔ میری جھنگ کی سُنی قوم اس حقیقت سے واقف ہے کہ...... بے سروسامانی کے عالم میں مَیں نے شاہ جیونہ کے خاندان کی فرعونیت کو للکارا ہے۔ آج الحمدللہ مَیں اس پوزیشن میں ہوں کہ آئندہ آسانی کے ساتھ مقابلے میں آنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکے گا۔ اس لئے آج یہ لوگ میری جان سے کھیلنا چاہتے ہیں۔

چنیوٹ کے شیعوں نے اپنے تعزیہ کو آگ لگا کر دباؤ سے نواز شریف سے ایک لاکھ روپیہ وصول کر لیا اور بائیس دن ہمارے آدمی اندر رکھے ہیں۔ شیعہ مکمل جارحیت پر اتر چکا ہے۔ شیعہ احسان الٰہی ظہیر کا قاتل تھا اور ہے......

مَیں آج اس نمائندہ ہزاروں کے اجتماع میں اعلان کر رہا ہوں کہ اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میرا قاتل ساجد نقوی ہوگا...... میرا قاتل صاحبزادہ ظفر عباس ہوگا...... میرا قاتل شیعوں کا ذاکر غلام عباس نجفی ہوگا...... میری قاتلہ عابدہ حسین ہوگی۔ اگر کل کو میرے ساتھ کچھ ہوتا ہے تو میرے یہی مجرم ہیں۔

ان کے علاوہ کسی کے پاس میرا قتل تلاش نہ کرنا۔ اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میرا لہو پاکستان میں سُنی تحریک کو جنم دے گا اور یہ تحریک شیعوں کو پاکستان کے آئین میں غیر مسلم قرار دلوا کر دم لے گی۔ انشاءاللہ العزیز...... انشاءاللہ...... انشاءاللہ

مجھے آج سے دو ہفتے پہلے ایک سرکاری افسر نے بتایا تھا کہ ایک میٹنگ ہوئی ہے۔ جس میں مولوی غلام عباس نجفی موجود تھا۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اچانک حملہ کر دو۔ تاکہ نامعلوم افراد کے طور پر جان چھوٹ جائے گی۔ اس نے مجھے مطلع کیا اور کہا اگر کچھ ہوتا ہے تو اس میں یہ ذاکر ملوث ہوگا......

شیعوں کے ایک ایم۔ این۔ اے، امیر حسین کے بھائی نے اپنی چنیوٹ کی ایک تقریر میں کہا!!! گولیاں ہماری ہوں گی ...... سینہ حق نواز جھنگوی کا ہوگا۔ ہم نے اس کی یہ تقریر چنیوٹ میں ڈپٹی کمشنر کو دے دی ہے، لیکن اس کے خلاف بھی کاروائی نہیں ہوئی۔ مَیں نے دلائل کی بنیاد پر ان مجرموں کے نام لیئے ہیں کہ یہی لوگ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

محترم سامعین! عابدہ حسین کو اپنا سورج غروب ہوتا نظر آ رہا ہے، تو وہ چیختی ہے کہ میرے کام نہیں ہوتے ...... لندن میں بیٹھ کر کام نہیں کئے جاتے ؛ جھنگ میں رہ کر کام کروائے جاتے ہیں ...... اسے اپنی سیاسی شکست غالباً جھنگ میں نظر آ رہی ہے۔ اس لئے وہ سازشیوں کی پشت پناہی کرتی ہے۔ اِک شاہ جیونہ کا جاگیردار ہے، اپنے غرور کا سورج ڈوبتے دیکھتا ہے تو وہ سازشیوں کی پشت پناہی کرنے لگ جاتا ہے۔

ایران کے آئین میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایران کے صدر اور وزیر اعظم کا شیعہ ہونا لازمی ہے اور کوئی مسلمان ایران کا صدر نہیں بن سکتا۔ ایران کے دستور میں ایران کا سرکاری مذہب شیعہ اثنا عشری لکھا ہوا ہے۔ اگر ایران میں سُنی وزیر اعظم نہیں بن سکتا تو پھر پاکستان میں ...... آکسفورڈ یونیورسٹی میں ننگا ڈانس کرنے والی اوباش لڑکی، ایرانی النسل شیعہ بھی برسر اقتدار نہیں رہ سکتی۔ ضیاء الحق گیارہ سال تک پاکستان کے حکمران رہے، لیکن ایران نے ایک دن بھی ضیاء الحق کو تسلیم نہیں کیا۔ خمینی ...... ضیاء الحق کی بجائے ضیاء است کہتا رہا ہے۔ (ایک دن بھی تو اسے نہیں مانا کیوں کہ وہ کہتا تھا۔ یہ امریکہ کا ایجنٹ ہے وغیرہ وغیرہ)۔

اور جب بے نظیر برسر اقتدار آئی تو خمینی کی بیٹی پاکستان آ کر اعلان کرتی ہے کہ بے نظیر کے وزیر اعظم بننے پر ایرانیوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلائے گئے۔ ایران بڑا خوش ہے۔ مَیں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ضیاء الحق امریکہ کا ساتھی تھا تو کیا بے نظیر امریکہ

کی ساتھی نہیں ہے؟ بلکہ بے نظیر نے تو افغان مجاہدوں کی مدد کو کم کیا اور ان کی قوت کو کمزور کیا ہے۔ایران بے نظیر کو اس لئے تسلیم کر رہا ہے کہ وہ نصرت بھٹو کی بیٹی ہے اور نصرت ایرانی النسل شیعہ ہے اور ایرانی قوم ایک متعصب النسل قوم ہے۔

☆☆☆☆

ایک تقریر سے اقتباس

شیعہ نے خدا کو بھی گالی دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر امامت کا اضافہ کیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا ہی سرے سے انکار کیا۔انہیں فحش اور گندی گالیاں دینا کارِ ثواب قرار دیا۔امہات المؤمنین و ازواج مطہراتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کیلئے وہ غلیظ اور گندے الفاظ استعمال کئے، جو کوئی شریف آدمی سننے کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم کو تحریف شدہ اور شرابی خلفاء کیلئے تبدیل شدہ کتاب قرار دیا۔متعہ کو نکاح سے افضل قرار دیا، تمام احکام اسلام میں رخنہ اندازی کی، ہر نازک موڑ پر ملت اسلامیہ سے غداری کی۔اس لئے مَیں شیعہ کو صرف کافر ہی نہیں، شیعہ کو کائنات کا بدترین غلیظ ترین کافر کہتا ہوں۔

☆☆☆☆

کارکنان کے نام خط

اس مضمون کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پیغام نقل کر دیا جائے جو انہوں نے کارکنان سپاہ صحابہ کے نام تحریر کیا تھا۔

ستمبر 1989ء ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

میرے عظیم ہم سفرو!

ہم اپنی تحریک کے دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔اس مرحلے میں ساتھیوں کو مقصد اور منزل سے محبت اور عقیدت کے ساتھ ساتھ نشان ہائے منزل اور جادۂ راہ سے شناسائی میں مدد ملے گی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے تحفظ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند صفات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و ناموس کے دفاع کیلئے میری آواز پر لبیک کہی ہے۔مَیں قیامت کے روز گواہی دوں گا کہ دین حق کی قندیل کو بجھانے کیلئے جب آتش پرستوں نے اپنے ناپاک منہ کھولے تھے،اس وقت ان دیوانوں نے اس روشن قندیل کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔

اور آپ بھی گواہ رہنا کہ مَیں نے سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت و محبت کا دیپ جلانے اور گلی گلی اجالا کرنے میں اپنی قدرت کی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔مَیں قسم کھاتا ہوں اس ذات پاک کی،جس نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جاں نثار سچے مؤمنین اصحاب کا انتخاب فرمایا کہ میری دعوت اللہ تعالیٰ کی محبت،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور آپکی کامل اتباع اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت نبوی کی عظمت و

عقیدت کے سوا کچھ نہیں۔ مَیں نے کل بھی کہا تھا اور آج بھی کہتا ہوں کہ میری جان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور مَیں اسے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے استعمال کرنا پسند کروں گا۔

اگر اللہ تعالیٰ کے دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، قرآن کریم کا انکار کیا جا رہا ہو، ختم نبوت جیسے بنیادی عقیدہ کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہوں، شعائر اللہ کو پامال کیا جا رہا ہو...... تو مَیں حرام سمجھتا ہوں اس چین کو، جو ان تمام چیزوں سے سمجھوتہ کر کے حاصل کیا جائے۔

میرے قابل قدر ساتھیو......!!! اپنے اپنے حلقے کے کنونشن کامیاب بنائیں اور سپاہ صحابہ کی رُکنیت سازی کا کام تیز کر دیں۔ اپنے ساتھیوں تک لٹریچر پہنچائیں۔ خود مطالعہ کریں اور دوسروں کو پڑھائیں۔ انشاء اللہ جو بھائی ابھی تک تذبذب کا شکار ہیں۔ عنقریب وہ بھی آپ سے آملیں گے۔ آپ بار بار توجہ دلاتے رہیں۔ روزانہ لوگوں سے ملیں اور ان کے سامنے مسئلے کی اہمیت واضح کریں اور ذہن سازی کریں۔ اللہ آپ کا حامی و مددگار ہوگا۔

والسلام

حق نواز جھنگوی، ۴ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

جھنگ

☆ ......شیعہ سے سوشل بائیکاٹ کیجئے...... ☆

فرمانِ نبوی ﷺ

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا انتخاب فرمایا۔ تب ہی تو ان میں سے بعض کو میرا گہرا دوست قرار دیا۔ اور بعض کو میرا سسرالی بنا دیا۔

عنقریب میرے بعد ایک ایسی قوم آئے گی...... جو ان کی عیب چینی کرے گی اور ان کو گالی تک دے گی۔

تو جو شخص تم میں سے ان کو پائے تو تم نہ ان میں نکاح کرو...... نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو...... نہ ان کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھو...... اور نہ ان پر نماز (جنازہ) پڑھو۔

جھکنا قتیل ہم کو نہ آیا تمام عمر
جب تک جیے کشیدہ سروں کی طرح جیے

متفرقات

مختلف حضرات کی فراہم کردہ معلومات
اور انٹرویوز پر مشتمل فیچرز
ایک دلچسپ، سبق آموز دستاویز

متفرقات

ذیل میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین اور رفقاء واحباب کی طرف سے مہیا کردہ مختلف معلومات وواقعات دیئے جارہے ہیں۔ یہ معلومات وواقعات کسی مستقل موضوع کے تحت نہیں لائے جاسکتے، اس لئے اس عنوان سے درج کئے جارہے ہیں۔ (ترتیب واُردو تعبیر راقم کی ہے)

(از ماسٹر محمد اقبال، واصو آستانہ جھنگ)

خود داری

ایک مرتبہ واصو آستانہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جلسہ سے خطاب تھا۔ بڑی مفصل اور جامع تقریر ہوئی۔ اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس علاقہ کی پہلی تقریر تھی۔ بڑا اچھا اثر مرتب ہوا جب آپ واپس ہوئے تو مَیں آپ کو رخصت کرنے کیلئے اڈا تک گیا تو وہاں کے رئیس جناب میاں محمد اقبال چیلہ صاحب کا پیغام ملا کہ مَیں مولانا سے ملنا چاہتا ہوں، میرے ہاں سے ہوکر جائیں۔ مَیں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام پہنچایا، تو فرمانے لگے! تقریر مَیں نے کرلی ہے۔ محض ذاتی غرض کیلئے کسی کے ڈیرے پر مَیں نہیں جاؤں گا۔ میرے اصرار اور اس وضاحت پر کہ وہ محض ایک دولت مند ہی نہیں...... عالم وفاضل اور ایک دین دار بزرگ ہیں بمشکل تمام جانے پر آمادہ ہوئے۔ وہ چشم براہ تھے۔ ملاقات ہوئی۔ تفصیلی تبادلہ خیالات ہوا۔ وہ بہت متاثر ہوئے اور بڑے اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ دعائیں دیں، واپس رخصت ہوتے وقت دوصد روپے چیکے سے ہدیہ کرنا چاہے تو مولانا نے انکار کردیا اور فرمایا کہ کرایہ تو انہوں نے دے دیا ہے۔ اب پیسے کس بات کے؟

مَیں نے کہا! مَیں نے جو کچھ دیا ہے وہ پچیس روپے ہیں اور وہ بھی آپ نہیں لے رہے تھے، زبردستی دیے اور ان چند ٹکوں سے کیا بنتا ہے۔ مگر آپ نے وہ رقم وصول نہیں کی اور ان کی دل جوئی کیلئے فرمایا کہ آئندہ جب ملاقات ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ دعاؤں کی درخواست کے ساتھ جب رخصت ہوئے تو میاں موصوف کہنے لگے! ایک وقت ہوگا کہ اس شخص کی ملک کے کونے کونے میں آواز گونجے گی...... اس کے بعد یہ بزرگ ازخود جھنگ حاضر ہوتے رہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے بے تکلف دوستوں سے سفر خرچ تک لینا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ بعض مرتبہ اپنے غریب کارکنوں کی اپنی جیب سے چپکے سے خدمت کردیتے۔

محبت پدری نہیں

ڈیرہ غازی خان جیل میں جب قید تھے تو ایک مرتبہ ملاقات میں مَیں نے یہ کہہ دیا کہ اظہارالحق (بیٹا) کو کبھی کبھی بخار ہو جاتا ہے...... تو سلسلہ گفتگو منقطع کر دیا اور ناراض سے ہو گئے اور فرمایا! یہ تم نے زیادتی کی ہے۔ میری توجہ بچوں کی طرف مبذول کرادی۔ مجھے جیل میں بیوی بچوں اور دیگر رشتہ داروں کی رشتہ داری نہیں...... صرف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا رشتہ درکار ہے۔ اور مجھے الحمدللہ یہی جذبہ یہاں لایا ہے۔ اگر یہی کچھ دل کی دنیا میں بسانا ہے جو تم کہہ رہے ہو تو پھر جیل میں نہیں..... مَیں باہر ہی رہتا۔

خلوص

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں مدعو تھے۔ انہی دنوں جیل سے رہا ہو کر آئے تھے اور آپ پر مقدمات کی بھرمار تھی۔ مَیں نے چپکے سے اپنے متموّل ساتھیوں کو مالی تعاون کی توجہ دلائی۔ جلسے کے بعد مَیں نے ازخود عرض کی! بعض احباب کچھ مالی تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ حرج تو نہیں؟

فرمایا! ہرگز نہیں...... جلسے اور تقریر کے بعد اپنے لئے رقمیں جمع کرنا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ مَیں نے ہزار بار قائل کرنے کی کوشش کی، مگر نہ مانے۔ فرمانے لگے! مَیں تو جامع مسجد پیپلیانوالی سے ایامِ اسیری کے دنوں کی بھی تنخواہ وصول نہیں کرتا۔ تم کدھر نکال رہے ہو۔

جب ہم نہیں ہوں گے

1986ء میں ہمارے علاقہ پنج گرائیں میں جلسہ تھا۔ مَیں ان کے ساتھ کار میں سوار تھا بڑی تعداد میں کارکن استقبال کیلئے موجود تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے نعروں سے فضاء گونج رہی تھی کہ امیر عزیمت نے اگلی سیٹ سے مڑ کر یہ شعر پڑھا:

کرو گے یاد اے اہل جہاں جب ہم نہیں ہونگے
سناؤ گے ہماری داستاں جب ہم نہیں ہونگے

اس دوران بڑی مقدار میں پھولوں کی پتیاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی پر نچھاور کی جارہی تھیں کہ سپاہ صحابہ اور جمعیت علماء اسلام کے پرچم بردار جتھے نے مفتی اعظم حضرت مفتی محمود، زندہ باد کا نعرہ بلند کیا۔ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ برجستہ، بے ساختہ کہہ اٹھے...... ہاں بھائی! واقعی زندہ باد اے مفتی اعظم زندہ باد۔ پھر افسردگی کے ساتھ کہنے لگے! بچپن میں ہم یہ شعر پڑھتے تھے، وہ کتنا حسب حال ہے۔

ے ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہونگے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہونگے

واقعی اب نگاہیں انہیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں مگر...... وہ تو کیا ان کے عشر عشیر کا لیڈر بھی نایاب ہے۔ پوری قوم کو اپنے ساتھ لیکر چلنے والا اب شاید ہی کوئی پیدا ہو......

(از جناب محمد یوسف مجاہد)

دھن کے پکے

ایک مرتبہ میاں چنوں میں جلسہ سے خطاب کرنا تھا۔انتظامیہ نے وہاں کے حالات خراب کر رکھے تھے......اور عوام مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے ذریعہ سے دباؤ ڈال کر اپنے مطالبات میں وزن پیدا کرنا چاہتے تھے۔منتظمین جلسہ نے حضرت سے پکا وعدہ لے رکھا تھا کہ بہر صورت بقدر امکان جلسہ میں پہنچیں گے۔پابندی یا گرفتاری کے خدشے کے پیش نظر ہم نے باہمی مشورے سے طے کر لیا کہ جلسہ میں ضرور پہنچنا ہے۔اور گرفتاری بھی نہیں دینی۔مَیں (یوسف مجاہد) شیخ محمد اشفاق، محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ اور حافظ فلک شیر، ہم سب نمازِ عشاء کے وقت میاں چنوں جلسہ گاہ میں پہنچے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو پیچھے چھوڑ گئے۔

وہاں ہر طرف عوام کا بے پناہ ہجوم، دوسری طرف پولیس کی بے پناہ بھیڑ......ہمارا کوئی واقف بھی وہاں نہ تھا۔بٹ صاحب مسجد میں منتظمین جلسہ سے رابطہ کرنے لگے، اور تعارف کرانے لگے۔مَیں ماحول کا جائزہ لینے باہر نکلا۔انتظامیہ کے تیور خطرناک حد تک بگڑے ہوئے تھے اور منتظمین اپنی جگہ اڑے ہوئے تھے کہ ہمارا جلسہ ہونا ہی ہونا ہے۔بٹ صاحب بھی جلد ہی مجھ سے آ ملے۔ہم ایک کینٹین میں چائے کے کپ پر سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ کیا کریں؟ جب کوئی بات نہ سوجھی تو، تو کلاً علی اللہ بٹ صاحب اندر چلے گئے اور جلسہ سے خطاب کرنے لگے۔

مَیں وہیں گھومنے پھرنے لگا کہ اب کیا ہوگا۔اچانک ایک سادہ لوح ہلکے سے بدن کا صوفی، پولیس افسر کے پاس آ کر پوچھتا ہے......جناب! یہاں بڑا رش ہے اور ہر طرف پولیس ہی پولیس کھڑی ہے، خیر تو ہے نا؟ پولیس افسر نے جھنجھلا کر کہا! جابابا پرے ہٹ اتھے حق نواز جھنگوی نے پھڈا پایا ہویا اے (یہاں حق نواز جھنگوی نے مسئلہ کھڑا کیا ہوا ہے)

اس پر وہ سائل جیسے پشیمان سا ہوا، اور چپکے سے پولیس کے درمیان سے مین گیٹ پاس کرتا ہوا مسجد کے صحن میں چلا گیا اور اسکے ساتھ ہی بندہ (محمد یوسف) بھی اس شخص کے پیچھے پیچھے اندر چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی غلغلہ ہوا...... آ گیا بھئی آ گیا، حق نواز آ گیا۔ چھا گیا بھئی چھا گیا، حق نواز چھا گیا۔ اور جیوے جیوے، حق نواز کے فلک شگاف نعروں سے پورا علاقہ گونج اٹھا۔

اب پولیس نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے...... مگر بازی ہاری جا چکی تھی۔ عوام کے اس بپھرے ہوئے سیلاب میں اب مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر ہاتھ ڈالنا ناممکن تھا۔ دل مسوس کر رہ گئے...... سوچا کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، چلو تقریر کا انتظار کر لیتے ہیں، پھر گرفتار کریں گے اور خوب مزا چکھائیں گے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حالات حاضرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ میاں چنوں کی انتظامیہ کی ملی بھگت سے جو وہاں ہو رہا تھا، اس پر گرفت کی، مشرکوں، رافضیوں کے باطل نظریات کے تار و پود بکھیرے۔ پولیس کا پوسٹ مارٹم کیا اور مفصل خطاب کیا۔

اس دوران ہم نے پولیس سے بچ کر واپسی کی تدبیر کر لی۔ جوں جوں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر جو بن سے انجام کی طرف جا رہی تھی، ہمارے دلوں کی دھڑکنیں بھی تیز ہو رہی تھیں ادھر پولیس اپنا گھیرا تنگ کر رہی تھی اور مین گیٹ تو مکمل قابو میں کر لیا تھا۔ میں اور شیخ اشفاق مسجد کی چھت سے مینار پر گئے، اور صورت احوال کا جائزہ لیا اور طریق کار وضع کر کے واپس آ گئے۔ ڈیڑھ بجے شب تقریر ختم ہوئی۔ اسٹیج کی مدھم روشنی میں ایک صاحب دعا کروانے لگے۔ اور معاً بعد جناب فلک شیر صاحب (نعت خواں) مولانا جھنگوی بن کر نوجوانوں کے خیر مقدمی نعروں کی گونج میں جلوس کی شکل میں باہر کی طرف روانہ ہوئے۔

جلوس جھنگوی صاحب سے اظہار عقیدت کرتا، مختلف نعرے بلند کرتا، نہایت ہی

آہستہ آہستہ باہر کی طرف رواں دواں ہے اور پولیس نے جلوس اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، رفع شبہ کیلئے مسجد کے اندر بھی ایک آدھ پولیس مین گھوم پھر کر جائزہ لے چکا ہے۔

اس اثناء میں ہم چند لمحوں میں ہی مسجد کے مینار کے ذریعے اوپر جا چکے تھے۔ لکڑی کی ایک بوسیدہ سی سیڑھی مینار سے برابر والے مکان کی منڈیر پر رکھی گئی، جس کے ذریعے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تنہا پندرہ فٹ چوڑی گلی عبور کر لی اور ایک مکان میں کود گئے۔ رات کا پچھلا پہر اور مکمل اندھیرا...... اس میں یہ زندگی و موت کا کھیل کھیلا گیا۔

سیڑھی ہم نے واپس لا کر رکھ دی اور خود بھی تماش بینوں میں شامل ہو گئے ...... ہمارا منصوبہ بحمد ہٖ کسی حد تک کامیاب ہو چکا تھا...... تاہم کسی مخبر کی اطلاع کے خدشے کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے کھٹکا بدستور تھا۔

ادھر پولیس ہجوم چھٹنے اور غبار ہٹنے پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پا کر بڑی سبکی محسوس کرنے لگی اور ان کے افسران پھنکارنے لگے۔ ماتحت عملہ سرگرداں ہوا۔ سارے شہر میں چھا گئے ...... مگر اب شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ کس پہ چھاپا مارتے؟

صبح صادق کے بعد ہم سب بعافیت اکٹھے جھنگ پہنچے......

چند دنوں کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اسی علاقہ کا پھر دورہ تھا۔ جس میں صرف فلک شیر ہم سفر تھے باقی پروگرام مقامی لوگوں نے خود نبھانا تھا۔ تین دن بعد فون آیا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ پولیس کے ہتھے چڑھ گئے اور گرفتار کر لئے گئے۔ ہم نے فوری کار کا انتظام کیا اور عبدالحکیم پہنچے۔ جہاں معلوم ہوا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ پولیس کیلئے پھر معمہ بن کر بہ سلامت ...... سرائے سدھو، کگز ہٹہ، چوپڑ ہٹہ، وغیرہ کے متعدد مقامات پر مفصل خطابات کر چکے ہیں اور پولیس کہیں کامیاب نہیں ہو سکی۔ ہماری ملاقات بھی ڈرامائی انداز میں ہوئی اور اکٹھے واپس ہوئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بے خوف اور انتھک آدمی تھے۔ جس کام کی ٹھان لی کہ کرنا ہے...... وہ

بہر حال کر لیتے۔ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ تھا۔

ع اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

☆☆☆☆

چیچہ وطنی کانفرنس

چیچہ وطنی کانفرنس کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔وہاں کی انتظامیہ ان دنوں قادیانیت اور رافضیت نوازی میں کچھ زیادہ ہی آگے نکل گئی تھی۔ایک مسجد کے ملحقہ رقبہ کو قادیانیوں کے حوالے کرنے پر مصر تھی اور مقدمات بھی اہلسنّت کے خلاف بنائے جارہے تھے۔اور فیصلے بھی اہل حق کشی کے ہورہے تھے۔ادھر احتجاجات ومطالبات بھی صدا بصحرا ثابت ہو رہے تھے......

گرمیوں کا موسم تھا،دریائے راوی میں درمیانے درجے کا سیلاب تھا۔نعت خواں فلک شیر اور مَیں (یوسف مجاہد) مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عازم چیچہ وطنی ہوئے۔کمالیہ چوک پر ہم چائے پی رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ ساہیوال،ٹوبہ ٹیک سنگھ کے دو اضلاع میں داخلہ بندی اور زبان بندی کے آرڈر ہو چکے ہیں۔اب نہ بول سکتے ہیں اور نہ آگے جا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!تبلیغ کیلئے جانا کونسا جرم ہے۔یہ زبان بندی اور داخلہ روکنا خدا تعالیٰ کے باغیوں کی اختراع ہے۔کوئی تدبیر سوچو،نکل چلیں۔حیلہ کرتے ہیں اگر کارگر ہوا تو فبہا......ورنہ پھر مجبوری ہوگی۔

ہم نے چائے پی اور کار میں بیٹھ کر منصوبہ وضع کرنے لگے......آخر ہم اسی طرح روانہ ہوگئے ذرا سا حلیہ تبدیل کر لیا گیا۔چیچہ وطنی کے پُل پر پولیس کے دو ٹرک اور کئی دوسری گاڑیاں ہمارا راستہ روکے کھڑی تھیں اور درجنوں پولیس والے رائفلیں تانے موجود تھے۔

راستہ بند ہونے کے باعث ہماری گاڑی رکی تو انسپکٹر پولیس آئے اور چیک کرنے لگے علیک سلیک کے بعد کچھ کہنے سننے سے قبل ہی بزدل ڈرائیور نے بھانڈا پھوڑ دیا، چنانچہ پولیس لمحہ بھر میں چوکنا ہوگئی۔صورت احوال میں کشیدگی نمودار ہوئی......اب جو گفتگو ہوئی وہ کچھ اس طرح تھی۔

انسپکٹر............ مولانا! آپ کی داخلہ بندی ہے۔آپ آگے نہیں جا سکتے۔

مولانا............ لائیے پھر کاغذات دیجئے۔

انسپکٹر............ کاغذات بڑھاتے ہوئے......آپ ان پر دستخط کر دیں۔

مولانا............ یہ ہیں تو میرے کاغذات......لیکن نامکمل۔مجھے تین پرت درکار ہیں۔وہ دیں۔

انسپکٹر............ مولوی صاحب! اس تفصیل میں جانے سے پابندی پر فرق نہیں پڑتا۔ آپ مجھ سے قانونی موشگافیاں نہ کریں، آپ تقریر نہیں کر سکیں گے۔ البتہ کاغذات مکمل کرنے کی تدبیر کر دیتے ہیں۔

مولانا............ پھر ایسا کر لیتے ہیں......میں دو ساتھی یہاں چھوڑتا ہوں اور آپ دو اہلکار میرے ساتھ کر دیں، یا خود چلیں۔میں جلسہ کے منتظمین کو پابندی کی تعمیل سے مطلع کر آؤں گا، تاکہ میرے اوپر وعدہ خلافی کا الزام نہ آئے اور ساتھ ہی فوٹو کاپیاں بھی بن جائیں گی۔

انسپکٹر............ آپ پر پابندی اور داخلہ بندی ہے۔آگے آپ جا ہی نہیں سکتے۔آپ اپنی گاڑی ہمیں دے دیں۔ہم خود فوٹو کاپیاں بنوا کر لا دیتے ہیں۔

مولانا............ کیا خوب!! میں خود آپ کو سواری مہیا کروں کہ آپ میرا گلہ دبانے کا سامان کر سکیں۔

انسپکٹر............ مولوی صاحب! باتیں نہ بنائیں۔آپ کسی طرح نہیں جا سکتے ہیں۔

مَیں خود آپ کو روک لوں گا۔

مولانا............ ناراض ہو کر......اگر تم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں، تو مَیں بھی گاڑی نہیں دے سکتا۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

انسپکٹر............ تیزی سے......کاغذات واغذات کچھ نہیں۔ ہم ہر طریقے سے روک سکتے ہیں۔ آگے قدم بڑھا کر تو دیکھو۔

مولانا............ اگر تم حلالی ہو تو اپنے ان ''ہر طریقے'' میں سے جو طریقہ آزمانا چاہو آزما دیکھو۔ مَیں اس وقت راوی کے پل پر کھڑا ہوں، جو ٹوبہ اور ساہیوال دونوں ضلعوں میں نہیں۔ آج اگر مقدر میں تمہارے ساتھ مقابلہ ہے تو چلو یوں ہی سہی......

اس کے ساتھ ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پستول سنبھالا اور ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی موڑ دو...... پہلے تو سچے دل سے تعمیل کیلئے تیار تھا، مگر اب تقریر کا فیصلہ کر لیا ہے......انسپکٹر سے گرج دار آواز میں فرمایا! اپنے ڈی۔ سی اور ایس۔ ایس۔ پی کو بتلا دو کہ تقریر ہر حال میں ہوگی اور حق نواز کی ہوگی......اور پھر ہماری گاڑی واپس فراٹے بھرنے لگی اور وہ تکتے رہ گئے۔

راستے میں کچھ دیر تو بالکل خاموشی رہی، پھر طبیعت ٹھیک ہوئی تو مجھ سے فرمانے لگے! مجاہد اب کیا ہونا چاہئے؟ مَیں نے کہا! جو فیصلہ راوی کے پل پر سنا آئے ہیں، اس پر عمل......اور کیا ہونا چاہئے۔

واپس کمالیہ پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پیر جی صاحب کے ساتھ پروگرام طے کیا۔ جس کے تحت مَیں اور فلک شیر راوی کا پل پار کر کے چیچہ وطنی پہنچ گئے۔ جب کہ اپنی کار ہمیں کمالیہ میں بھوسے کے ایک ٹپ کے ساتھ چھپا دی اور سفر عام بس کے ذریعے کیا گیا۔

لطیفہ:...... جب ہم دوبارہ پل پار کرنے لگے تو وہی پولیس کا عملہ موجود تھا اور پہلے

سے زیادہ مستعد اور چیکنگ بھی بدستور جاری تھی۔ جب ایک سپاہی میرے پاس آیا تو میں آنکھیں بند کیے، اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، بس میں ریکارڈنگ کے ایک بول:

ع چندا تیری چاندنی میں جیا جلا جائے رے

جھوم جھوم کر گا رہا تھا، چندا تیری چاندنی......

ایک پولیس والے کو کچھ شک سا گزرا۔ ساتھی سے کہنے لگا! یار یہ تو وہی لگتا ہے، کپڑے بدل آیا ہے۔ دوسرا کہنے لگا! چھوڑ و یار...... یہ تو کوئی مستانہ ہے کیسے آنکھیں بند کئے گا رہا ہے۔ آخر اس نے مجھے جھنجھوڑا اور کہا! تم مولانا حق نواز جھنگوی کے ساتھ تھے؟ مَیں نے آنکھیں کھولیں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے ......کون، کیا...... ''خیر تے ہے وا'' میں تینوں مولوی نظر آنداواں؟ تینوں میری پتلون نئیں دسدی (خیر تو ہے؟ مَیں تمہیں مولوی نظر آتا ہوں؟ تمہیں میری پتلون نہیں نظر آتی؟) اور یہ جا وہ جا...... ہم جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ نعت نظم اور پروگرام میں حصہ لیا اور منتظمین کو صورت احوال سے مطلع کیا۔

ادھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ پھر زندگی و موت کا کھیل کھیلا۔ کمالیہ سے دو علماء کو ساتھ لیا اور موٹر سائیکلوں پر راوی پل سے اُس طرف ایک غیر آباد پتن پر پہنچے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ موٹر سائیکلوں کے پہرے پر کھڑے رہے اور ان دو ساتھیوں نے جا کر ملاح کو جگایا، اسے سمجھا بجھا کر منت سماجت سے قائل کیا۔ وہ آیا اور یہ تینوں مسافر اپنی موٹر سائیکلوں سمیت اس پار اترے۔

کشتی والے کو نذرانہ دے کر خوش کیا اور اپنی سواریاں گھسیٹتے پاپیادہ ریت میں رات کو چلتے رہے۔ جب سواری کے قابل راستہ ملا تو پھر اپنی موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر رات گئے جلسہ گاہ میں اس وقت پہنچے، جب لوگ مایوس ہو چکے تھے۔

انتظامیہ جلسہ نے بھی اپنی مجبوری اور بے بسی کا اعلان یوں کر دیا تھا کہ "حضرات ہم معذرت خواہ ہیں، پولیس کی زبردست ناکہ بندی اور زبان بندی کے احکامات جاری ہو جانے کے باعث مولانا نہیں پہنچ سکے"۔

ابھی اسی گومگو میں معاملہ تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے نئے ہم سفروں کے ساتھ جلسہ گاہ میں پہنچے۔ بس پھر کیا تھا، دھوم مچ گئی، چہار طرف مساجد و مدارس کے لاؤڈ اسپیکر گونجنے لگے۔ شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی آ گئے......وہ آ گئے......پہنچ گئے

ع کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

اس اثناء میں ضلعی پولیس بھی سکھ کا سانس لے چکی تھی کہ یہ معرکہ ہم نے سر کر لیا۔ اور فاتحانہ بیرکوں اور تھانوں میں جا چکی تھی۔

حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچنے کی خبر نے جو ولولۂ تازہ اور جوش و خروش پیدا کیا وہ قابل دید تھا۔ چند ثانیوں میں پنڈال بھر گیا، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سامنے تھا۔ لوگ بستروں سے اٹھ کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو سننے کیلئے بھاگے آ رہے تھے۔ جیسے کوئی بہت بڑی نعمت میسر آ گئی ہے۔ یہ اس علاقے کا یادگار اور عظیم اجتماع بن گیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت منضبط، مربوط اور موقع محل کے مطابق مفصل خطاب فرمایا۔ انتظامیہ کو بھی خوب لتاڑا اور مطالبات بھی رکھے۔ بالآخر للکار ہے، للکار ہے......شیر کی للکار ہے اور میری آواز، تیری آواز......حق نواز، حق نواز کے نعروں کی گونج میں تمام سُنی مطالبات منظور ہوئے۔

اب پھر وہی طریقہ واردات کہ جناب فلک شیر نے کار میں بیٹھ کر نوجوانوں کے خیر مقدمی نعروں میں جلوس کی قیادت کی اور پولیس جلوس کے گرد گھیرا تنگ کئے رہی۔ دور تک جلوس دھیرے دھیرے رواں دواں رہا، پھر جب بادل چھٹے، انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں اور سارے ارمان اتارنے کا وقت آیا......تو ساری مشنری دھک سے رہ گئی۔ للکار

ہے للکار ہے اور تیری آواز، میری آواز کا نعرہ کانوں میں گونجنے کے باوجود اس کی پرواز کا دھیان نہ رہ سکا......اور وہ پرواز کر گیا۔ اور ان کے حواس کھو گئے۔ لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ بہت دور جا چکے تھے۔

ہم نے اس مرتبہ حکمت عملی میں مزید تبدیلی کر لی تھی۔ ہم وہاں سے کمالیہ آ گئے اور وہاں سے اپنی کار پر واپس جھنگ کیلئے محوِ سفر ہوئے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نئی راہوں سے چیچہ وطنی سے رجانہ، ٹوبہ کے راستے جھنگ آ پہنچے۔

ان چند واقعات سے آپ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مسلکی غیرت اور مقصد سے لگن اور اپنے عہد و پیمان کے پاس و لحاظ کا اندازہ کر سکتے ہیں......رات کے گیارہ بجے اندھیرے میں کشتی سے دریا کی سیلاب سے بھری ہوئی موجوں اور موت کے سناٹے میں یہ جانباز سرفروش کیسے گزرتا ہوا کہاں پہنچا۔ پھر آرام و راحت یارات کا سفر...... ہر چیز نظر انداز کرتے ہوئے انہی راہوں کو صدا دیتا ہوا مراجعت کناں ہوا......فیا للعجب

گوجرانوالہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کا ایک اور واقعہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ اس کے علاوہ بیسیوں واقعات ہیں کہ کئی کئی میل پا پیادہ دھوپ میں چل کر پہنچتے اور تقریر فرماتے۔ اور اپنی حق گوئی سے لوگوں کی پیاس بجھاتے۔

(از شیخ محمد اشفاق صاحب)

امتحان

ایک علاقہ کے لوگ مقررّین کے ناز و نخروں سے تنگ آ کر جلسے کروانے سے بیزار ہو گئے تھے۔ پھر جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ ہوا تو انہیں جلسہ کروانے کی سوجھی۔ ہم تین مولانا رحمۃ اللہ علیہ، مَیں (شیخ اشفاق) اور فلک شیر جلسہ پر گئے۔ جلسہ ہوا، واپسی پر انہوں نے کچھ بھی سفر خرچ نہ دیا۔ ہاں فلک شیر صاحب کو کچھ پیسے نعت خوانی کے دوران عوام نے دے دیے تھے اور بس.....

کچھ عرصہ بعد انہوں نے میرے علم کے بغیر پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تقریر کا ٹائم لے لیا اور پھر ہم تینوں ہی وہاں پہنچے۔ مفصل خطاب ہوا۔ بھرپور اثرات ہوئے اور اس دفعہ بھی واپسی پر انہوں نے کچھ بھی سفر خرچ نہ دیا۔ اب کے مَیں صبر نہ کر سکا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دیا! ان ایسے ویسوں نے بڑی ڈھٹائی کا ثبوت دیا۔ ہماری کیا ملّیں چلتی ہیں، ہم کہاں سے لائیں۔ اتنی دور سے آئے ہیں اور یہ کچھ بھی نہیں دیتے...... آپ آئندہ انہیں کبھی بھی وقت نہ دیں۔ فرمانے لگے! یہ نہیں ہو سکتا، وہ وقت مانگیں اور مَیں تبلیغ حق کیلئے وقت سے انکار کر دوں۔ کچھ نہیں دیتے تو نہ سہی، اللہ مالک ہے اور مجھے سمجھایا کہ یہ راہ خدا، سرفروشی اور ایثار و قربانی کی راہ ہے، آئندہ میرے ساتھ رہنا ہے تو اس طرح کا لب ولہجہ اختیار نہیں کرنا۔ مَیں نے ہزار بار کہا کہ اگر یہ اتنے غریب ہیں تو اتنے بڑے جلسے کا انتظام کیسے کر لیا؟ مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ڈانٹ دیا۔

مَیں نے دل میں ٹھان لی کہ وہ بھی ڈھٹائی کرتے ہیں...... مَیں بھی اب دوبارہ آئے تو پوری ڈھٹائی سے پہلے کرایہ اور سفر خرچ کا مطالبہ کروں گا۔ مگر ہوا یوں کہ وہ پھر ایک مرتبہ میرے علم میں آئے بغیر وقت لے گئے اور مجھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ڈائری سے علم ہوا۔

اب کی مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ میرا رویہ بھانپ کر مجھے ساتھ لے جانے میں پس وپیش کرنے لگے میں نے وعدہ کیا کہ آپ جیسا کریں میں دخل نہیں دوں گا، مجھے ضرور ساتھ رکھیں۔

اب کی مرتبہ انہوں نے نعت خوان جناب فلک شیر کو عوام کی طرف سے مہیا کردہ پیسے بھی چپکے سے کھینچ لئے ،میں دل مسوس کر رہ گیا اور ہم واپس چلے آئے۔

ہم واپس راستے میں تھے کہ اس جلسہ کے منتظمین آ پہنچے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حیران ہو کر پوچھا! خیر تو ہے؟ تو ان حضرات نے اس سے قبل وہاں آنے والے چند مقررین اور وعظ فروشوں کی افسوسناک کہانیاں سنائیں اور معذرت خواہ ہوئے کہ ہم آپ کے اخلاق کی آزمائش کر رہے تھے۔اور بڑی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے لگے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! یہ بھی کوئی بات ہوئی، یہ تو معمولی بات ہے...... ہاں! مجھے پہلے واعظوں کے رویہ پر ندامت ضرور ہے۔

اب انہوں نے ایک معقول رقم پیش کی، مگر مولانا اس سے انکاری ہو گئے۔وہ مصر رہے اور بہت منت سماجت کرتے رہے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وہی بات کہہ دی کہ اب کے نہیں پھر دیکھا جائے گا۔اور پھر وہ لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ ہو گئے اور اب اس علاقے کا ایک ایک فرد آپ کا شیدائی ہے۔

(ازمولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب)

اپنی یادیں

ایک مرتبہ ہمارے ہاں سیٹلائٹ ٹاؤن میں تشریف فرما تھے۔ مختصر مگر سنجیدہ علمی مجلس تھی۔ مَیں نے اپنی اور دیگر علماء کی ترجمانی کرتے ہوئے بات چلائی اور کہا! مولانا آپ کے طرزِ عمل اور اس نعرے سے مَیں متفق نہیں ہوں، نیز آپ کا طریقہ اکابرین کے طرزِ عمل سے ہٹا ہوا ہے۔

آخر عوام کی زبانی یہ فتویٰ کیسے درست ہوسکتا ہے "کافر کافر شیعہ کافر"

پھر یہ لفظ شیعہ کافر صحیح بھی نہیں ...... کافر تو رافضیہ ہیں، شیعہ نہیں۔ قرآن کی تحریف کے قائلین ...... خلافت راشدہ کے منکرین ...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاندین اور تبراء بازی وغیرہ ہفوات کے قائلین تو قطعی کافر ہیں ...... مگر انہیں علمی اور فقہی تاریخی اصطلاح میں رافضی، آغانی، زیدی، اسماعیلی، اثنا عشری وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

مَیں نے کہا کہ مطلقاً شیعہ کافر کہنے سے تو بڑی بڑی اہم شخصیات اور ہماری احادیث کے ذخیرے کے رواۃ تک اس کی زد میں آتے ہیں۔ کیا کتابوں میں یہ حقیقت نہیں ہے کہ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاسدار اور حمایتی تھے، وہ شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کہلائے اور جنہوں نے حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرات طلحہ و زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ساتھ دیا، وہ شیعانِ عائشہ رضی اللہ عنہا اور جنہوں نے حضرت سیدنا امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حمایت کا علم اٹھائے رکھا...... وہ شیعانِ معاویہ رضی اللہ عنہ کہلائے۔ چنانچہ اس طرح تو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ دفاع و حمایت کرتے ہیں...... ان پر بھی حرف آتا ہے۔ آپ کا مشن کیسے رہے گا؟ ان میں سے کتنے ہی ایسے ہیں کہ جن پر شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا لیبل لگا ہوا ہے۔ اس سے تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ (بخاری شریف

کے اہم راوی) سے لیکر بڑی دور تک تاریخ کے بڑے بڑے اہم ستونوں کے ساتھ فیہ الشیعة ، کان من الشیعة ، ثم تشیع کان یقول ھکذا وغیرہ کے الفاظ عام موجود ہیں...... یہاں تو لچک رکھنی ہی پڑے گی۔ آپ کا یہ نعرہ خطرناک اور بے باکانہ ہے۔

پھر ہمارے اکابرین نے انگریز کے خلاف برصغیر میں تحریک چلائی اور ڈیڑھ دو صدی پر محیط اس تحریک میں "کافر کافر، انگریز کافر" کی کوئی گردان نہ ہوئی۔ کافر کافر، ہندو کافر نہیں ہوا۔ قادیانیوں کے خلاف پون صدی تک جدوجہد جاری رہی اور آپ کا کردار بھی اس میں شامل ہے لیکن یہ نعرہ پھر بھی نہیں لگا...... کافر کافر، مرزائی کافر یا قادیانی کافر۔ آخر کہاں تک آپ یہ انفرادیت قائم رکھ سکیں گے۔

دیکھئے! مولانا مظہر علی اظہر، مظفر علی شمسی، قائداعظم اور اس زمرے میں کتنے ہی شیعہ حضرات ہیں۔ جن کا سنہری تاریخی کردار ہے۔ یہ حضرات محض افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے اور زیادہ سے زیادہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ومحبت کا زیادہ دَم بھرنے کی وجہ سے کچھ اور بدعات شنیعہ کے شیعہ تھے۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کا تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم لکھنؤ میں اہم کردار رہا اور وہ تمام اسلامی عقائد میں اہلسنّت والجماعت کے ہمنوا ہیں، مگر کہلاتے پھر بھی شیعہ تھے۔ ہمارے اکابرین نے ان کے جنازے تک پڑھے۔ ایسے لوگوں کو آپ کس طرح کافر کہہ سکتے ہیں؟

میری یہ بحث قریباً مدلل بہ دلائل تھی۔ جب مَیں یہ سب کچھ کہہ چکا تو فرمایا! کہ اب مَیں کچھ کہوں؟ میری قسمت میں تو دفاع ہی دفاع لکھا ہے۔ مَیں نے کہا، فرمایئے! منتظر ہوں۔ اس پر حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا تھا، وہ کچھ اس طرح ہے۔

فرمایا!...... مولانا آپ نے جو فرمایا، بجا۔ صحیح اور درست۔ مگر یہ سوچیں کہ اکابرین کو انگریز کافر، ہندو کافر، مرزائی کافر کا نعرہ لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ انہیں مسلمان سمجھتا

ہی کون تھا۔ وہ تو مسلّمہ کافر تھے، ان سے تو صرف نفرت پیدا کرنی تھی۔ ان کے مظالم اور مسلمانوں کی حق تلفیاں گنوانی تھیں، تاکہ ان کے خلاف تحریک منظم ہو سکے۔ نفرت کا لاوا بہہ سکے۔ لوگوں کا شعور اجاگر ہو سکے۔

میرا مسئلہ تو یہ ہے کہ شیعہ صدیوں سے باوجود فتویٰ کفر کے...... تقیہ کے بل بوتے پر مسلمانوں کا حصہ بنے پڑے ہیں اور عوام کا ذہن تو انہیں کافر ماننے کیلئے آمادہ ہی نہیں۔ میرے لئے تو زمین ہموار نہیں ہے۔ مجھے اس لائن پر بھی کام کرنا ہے۔ انہیں کافر بتلانا، کافر لکھا ہوا پڑھ کر سنانا ہے، سمجھانا اور باور کرانا ہے اور دوسرا کام یہ بھی ساتھ ہی کرنا ہے کہ ان سے قوم کو مرزائیوں وغیرہ کی طرح متنفر بھی کرنا ہے تاکہ عوام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کھلے عام تبراء بازی...... قرآن مجید کی توہین...... متعہ بازی کو کفر سمجھنے لگ جائیں۔

میرا کام خاصا مختلف ہے۔ مگر آپ کی سوچ پر تعجب ہے کہ......

فرمانے لگے! مولانا...... ان علمی موشگافیوں سے ان شیعوں کو شہہ ملی اور اس قدر جرأت ہوئی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر اور شرابی کہتے پھرتے ہیں اور دنیا کی غلیظ گالیاں دے کر خلافت راشدہ کا انکار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو نہیں.... بلکہ ان مقدسین کو قرآن کی تحریف کرنے والا قرار دیتے ہیں۔

صحابہ کرام و امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو عموماً اور خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی مقدس ماں کے بارے میں فواحشات بک کر کفریہ، شرکیہ اور گندے عقائد اپنا کر بھی وہ مسلمان کہلاتے ہیں اور آج تک آپ جیسے علماء ان کیلئے علمی مباحث کے ذریعے حصار کا کام دیتے رہے۔ ہم جیسے آپ کے رضاکاروں نے جب ان کی راہیں مسدود کر دیں تو فوراً انہوں نے ان علمائے محتاطین سے رجوع کر کے فتویٰ حاصل کر لیا کہ...... شیعہ مسلمان ہیں۔ کافر تو ایسے ایسے عقیدہ رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اب ان کی

تفصیل میں کون جائے...... چنانچہ شیعہ باطمینان مسلمان شمار ہونے لگے اور ہماری مساعی رائیگاں گئی۔

مولانا! بات ہے صاف...... آپ نے پڑھ رکھا ہے لا مشاحۃ فی الا صطلاح اصطلاح عوام وخواص میں انہی رافضیوں، تبرائیوں، اسلام دشمنوں کو شیعہ کہتے ہیں اور یہ خود بھی اپنے آپ کو شیعہ کہلانے پر مصر ہیں۔

عوام جنہیں شیعہ کہتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں اور جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے ہیں، میری مراد بھی وہی ہوگی اور یہ قطعی کافر و مرتد ہیں۔

ہمارے نعرے کی زد میں آپ کے مزعومہ بزرگ نہیں آتے ...... بلکہ یہ زَد اِن گرگوں پہ پڑتی ہے۔ رہی بات یہ کہ اکابرین میں سے بعض قطعی طور پر مسلمان محدث ومفسر اور آئمہ پر حرف آئے گا۔ تو حضرت! اس وقت یہ شیعت زاویہ تقیہ کے پیچھے مستور تھی۔ آپ یہ تو سوچتے دیکھتے ہیں۔ مگر ان ہزاروں اکابرین کی طرف کیوں نظر نہیں اٹھاتے؟ جنہوں نے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابیں لکھیں اور شیعہ کو شیعہ کے نام سے ہی کافر لکھا اور مَیں جن کے شب وروز حوالے دیتا ہوں۔ مَیں تو پھر بھی ناقل ہوں، بالاصل قائل نہیں۔ یہ اگر جرم ہے تو اس جرم کا مرتکب مَیں نہیں، میرے یہ پیش رو ہیں۔ مَیں تو اکابر کا کارکن اور رضا کار ہوں۔

حاشا و کلّا میرا مقصد اکابرین تو کیا...... کسی ادنیٰ مسلمان کی بھی توہین نہیں۔ مگر مسئلے کا صحیح حل تو صرف یہی ہے۔

مَیں تو صرف عوام کا ذہن بنا رہا ہوں اور عوامی سطح کا کام کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس ومطہر دامن عفت وحیاء کو داغ دار ہونے سے یا ایسا سوچنے سے، بچانا چاہتا ہوں۔

مولانا! خدا کیلئے مجھے قوم کا ذہن صاف کر لینے دیجئے۔ اس گندے ماحول نے ان کے ذہن کو گندا کر ڈالا ہے۔ مَیں تو جھاڑو لئے جھاڑ رہا ہوں۔

یہ بحث آپ نے یہاں تو کر لی ہے، باہر کبھی نہ کیجئے گا اور نہ تقریر میں لایئے گا۔ خدا کیلئے میری محنت پر پانی پھیرنے کا کام نہ کیجئے۔ مَیں اپنوں سے ٹکرانے کا متحمل نہیں اور نہ ہی یہ کام میرے کرنے کا ہے۔

شیعہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ وہ کعبۃ اللہ پر ہاتھ ڈال چکا ہے۔ روضہ رسول ﷺ پر دانت پیس رہا ہے۔ اور شیخین کے اجسادِ مقدسہ کو نکال پھینکنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ قرآن کریم کو تحریف شدہ تو وہ قرار دیتا ہی تھا...... اب قرآن کریم جلانے، گرانے، پھاڑنے، پھینکنے کے واقعات عام ہو رہے ہیں۔

جب سے ایران میں خمینی آیا ہے، شیعہ انتہائی جارحیت پر اتر چکا ہے۔ اور آپ ہیں کہ قوم کو مصلحتوں کی آغوش میں لوری دے کر سُلا دینا چاہتے ہیں۔ اس سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے میں میرا ساتھ دیجئے...... پھر دیکھئے! خدا تعالیٰ کی قدرت کا تماشا......

مَیں آپ لوگوں کا رضا کار ہوں، خدمت گار ہوں...... نوجوان مجھے شیرِ اسلام کہیں یا شیخ الاسلام...... یہ ان کا معاملہ ہے۔ آپ کا معاملہ تو مختلف ہے۔

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دل سوزی اور بے قراری سے رافضیوں کے کچھ نئے اقدامات اور خفیہ منصوبہ کا تذکرہ کیا اور کچھ ان کے غلیظ حوالہ جات نقل کئے (وہ مجھے بحوالہ یاد نہ رہے، میری ڈائری پر اشارہ موجود ہے)۔ پھر فرمانے لگے:

حضرت! کل فردائے قیامت اگر آپ کے محولہ بزرگوں نے میرا گریبان پکڑ بھی لیا کہ یہ شخص کافر کافر، شیعہ کافر کا نعرہ لگواتا تھا، جس کی نظر بظاہر زَد اِن پہ پڑتی ہے...... تو مَیں ان حضرات کے مقابل نہیں ہوں گا۔ مَیں تو ان سے سَرِ محشر معافی مانگ لوں گا اور کہہ دوں گا کہ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ مجھ حق نواز کو یہ جرأت...... کہ آپ کو نازیبا کلمات سے یاد کرے، یاد کروائے۔ مَیں تو آپ کا غلام ہوں، اور آپ کے ہی آباؤ اجداد اور بڑوں، صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کر رہا تھا۔

مَیں اس مقدمے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کا دامن تھام لوں گا اور انہیں بطور وکیل صفائی و شاہد پیش کروں گا اور عرض گزار ہوں گا۔ بلکہ مَیں خود رحمت کائنات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے رو رو کر استدعا کروں گا کہ آقا (یہ جملے آبدیدہ ہو کر ہی کہے گئے اور پوری مجلس اشک بار ہو گئی) اے میرے آقا! آپکے خلفاء و اصفیاء اور وزراء ......آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دربانوں کی ناموس و عظمت کا دامن تار تار ہو رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، مَیں اپنی بساط کے مطابق تحفظ کرنے پر کمر بستہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی فیصلہ فرمادیں۔

مجھے بڑی قوی امید ہے کہ اگر بالفرض والمحال میرے خلاف استغاثہ ہوا تو وہ غلط فہمی کی بناء پر ہوگا اور میرے صفائی کے گواہوں کے نام آتے ہی وہ حضرات از خود درخواست اٹھالیں گے اور مجھے وہ بھی اپنی شفقتوں سے نوازیں گے۔

حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ گفتگو اس دل سوزی اور درد دل سے کی کہ مجھے مجال جواب نہ تھی۔ چونکہ یہ باتیں دیگر تقاریر کی طرح ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ نہ ہو سکیں تھی، صرف نکات قلمی محفوظ کیے گئے تھے۔ اسلئے عین ممکن ہے...... مَیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اور خیالات پوری طرح صفحہ قرطاس پر منتقل نہ کر سکا ہوں۔ مگر جو کہا گیا تھا، پوری دیانت سے اسی طرح نقل کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

عجیب بات یہ کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد بارہا تشریف لائے۔ تقریریں ہوتی رہیں۔ بندہ نے کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی......اور نہ ہی وہ پابندیوں کے قائل تھے۔ وہ اپنی شعلہ نوائی میں جس طرح چاہتے، تقریریں کرتے۔ گفتگو ہوتی رہتی مگر تاحین حیات ہمارے ادارہ (جامع مسجد العثمان و مدرسہ عربیہ عثمانیہ) میں یہ نعرہ ''کافر کافر، شیعہ کافر'' کبھی نہیں لگا تھا۔

ہاں! یہ مَیں بھول ہی گیا۔ اس موقع پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں یہ فرمایا تھا! ایک وقت ہوگا کہ آپ کے ہاں یہ نعرہ لگے گا اور خوب لگے گا اور آپ کی مرضی سے لگے گا۔ بلکہ خود آپ بالا کوئی صاحب لگوائیں گے ...... جس پر مَیں نے کہا تھا، مولانا! مَیں ابھی لگوانے کو تیار ہوں۔ اس بد بخت قوم سے مجھے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے۔ مگر میرا دل مطمئن ہو جائے کہ یہ طریق درست ہے...... بس۔

فرمایا! تو یکھتے جایئے، اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے...... پھر وہ وقت بھی آیا...... جب سیٹلائٹ ٹاؤن میں یہ نعرہ گونجا اور اس فقیر نے خود لگوایا۔ مگر آہ...... وہ دل سوختہ دل گرفتگی کے عالم میں بہت دور جاچکا تھا۔ تاہم وہ یہاں پڑوس میں محو خواب ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں اطمینان دلانے کیلئے مطلع فرمادیں تو......

بعد میں ایک مرتبہ ڈیرہ اسماعیل خان کے سفر میں کار میں بھی اس موضوع پر بات چیت ہوئی، مگر اس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا لب ولہجہ جارحانہ تھا اور میرا مدافعانہ...... حقیقت یہ تھی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شیعہ کتب پر عبور تھا اور ملک بھر میں شیعہ کی کارستانیوں پر ان کی نظر تھی، جس کے مقابلے میں میرا مطالعہ صفر تھا۔ اس لئے بحث وتکرار میں ہم ان کے مقابل بالکل نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ بلکہ عام گفتگو میں بھی وہ بات بڑی متوازن کرتے اور گرفت مضبوط ہوتی تھی۔

☆☆☆☆

روپوشی میں عمل بالسنّۃ

پچھلے سال کی بات ہے۔ انتظامیہ جھنگ نے وقت سے قبل ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی محرم الحرام کے دن بلکہ چند دن قبل ہی گرفتاری کا فیصلہ کرلیا اور معروف تاریخی جلسہ (جو 10,9 محرام الحرام کو احرار پارک میں منعقد ہوا کرتا ہے) اسے بھی بند کرنے اور علماء پر پابندیاں

عائد کرنے کی ٹھان لی بلکہ تحفظ امن عامہ کے تحت کچھ دیگر افراد کی نظر بندی یا گرفتاری بھی طے ہوئی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری ہمارے لئے ان دنوں بڑی تذلیل اور حالات کی ناساعدت کے باعث بڑی نقصان دہ تھی، خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتار ہونے کو تیار نہ تھے۔ ہم لوگ بضد ہو گئے کہ شیعہ کی ناز برداری کیلئے آپ کا امن ہمیں جیلوں میں ٹھونسے بغیر نہیں قائم رہ سکتا؟ گویا کہ یہی فرض کرلیا گیا کہ انہیں قید کردو......امن قائم ہوا ہی ہوا۔

ڈی۔سی صاحب کے تیور اچانک مخفی اشارے کی بناء پر بدل گئے اور بڑی تیزی اور تندی دکھانے لگے۔اب فیصلہ یہ ہوا کہ اس مرحلے پر یک طرفہ طور پر ہمارا کوئی آدمی گرفتار نہ ہوگا۔اس کے ساتھ ہی مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ روپوش ہو گئے۔

......کے بعد ہمارے ہاں قیام تھا۔مَیں اپنے کپڑے ان کو دے دیتا۔بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ وہ اس لباس میں سَر پر تہہ بند کا ٹھاٹھا باندھے فرض نمازوں کی جماعت میں پچھلی صفوں میں آکر شامل ہو جاتے اور سلام پھیرنے کے بعد فوراً نکل جاتے ......کبھی نہ پہچانے گئے اور نہ کسی کو شبہ ہوا۔ایک مرتبہ مَیں نے کہا! یہ کیا طریقہ اپنا رکھا ہے؟ مجھے کیوں مروانے لگے ہو۔فرمانے لگے !بھائی تین دن سے زیادہ روپوشی ثابت نہیں ،اس لئے روپوش نہیں ہو رہا، صرف پینچا لگا رہا ہوں۔جو لگ رہا ہے اور انشاءاللہ لگتا رہے گا۔

ادھر انتظامیہ نے پورا پنجاب چھان مارا، البتہ کچھ عرصہ سرحدی علاقے کی افواہیں گردش کرتی رہیں۔سی۔آئی۔ڈی والوں کو بالآخر بھنک پڑ ہی گئی اور ہمیں ان کی بھنک کی بھنک لگ گئی۔اس طرح ہم نے گوشہ گوشہ راز داری، کھسر پھسر اور کانا پھوسی کے ذریعے چکر میں ڈال دیا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔

......جب تلاشی اور چھاپے تک نوبت پہنچی تو اتنے میں تجارتی بورڈ اور معززین شہر

کی وساطت سے انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں سے معاملہ طے پا چکا تھا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی برآمدگی میں کچھ دیر نہ لگی۔

نوٹ!!!

ایسے دنوں میں خلوت میں جو گفتگو ہو جاتی تھی، اس میں سے کچھ امانت یہاں کاغذات پر منتقل کر دی گئی ہے اور کچھ حیطۂ تحریر میں نہیں لائی جا سکتی......

مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کیلئے میرے ہاں کوڈ (code) ''امانت'' تھا۔ دوسری جگہ پہنچنے پر ٹیلی فون پر اطلاع دی جاتی کہ امانت مل گئی ہے۔

اگر میرے ہاں آنا ہوتا تو ایک بزرگ مختص تھے، وہ فرما دیتے بالاکوٹی صاحب آپ کی امانت بھیج رہا ہوں۔ وصولی کی اطلاع ضروری نہیں۔

کبھی کبھار خود بھی مولانا ازراہ تفنن دبی زبان سے کان میں کہہ دیتے!

''امانت صاحب حاضر ہے''

(از قاری منور حسین صاحب آف لیہ)

قافلہ سخت جاں کے سالار

میرا حضرت امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق عرصہ 4 سال پر محیط ہے۔اور پھر وہ ہم سے جدا ہو گئے......اس دوران میں ان کی ہر ادا نوٹ کرتا رہا،میرے خیال میں وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت تھے۔گوشت پوست،ہڈی کے بنے ہوئے ایک ہلکے پھلکے بدن کے یہ انسان بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور بڑے سخت جان،باہمت،اور حوصلہ مند واقع ہوئے تھے۔ ہم جیسے تو ان کی ہمہ وقت متحرک انتھک شخصیت کو دیکھ کر سبق حاصل کرتے اور کمر ہمت باندھتے مگر دوسرے لمحے ہی ہمت ہار جاتے تھے۔

لیہ کا واقعہ اس کتاب میں ضرور ہوگا۔مَیں ذرا اس کے پس منظر پر روشنی ڈال دوں۔ 10 جون 1987ء کو مظفر گڑھ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔جس میں حضرت امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل خطاب کیا۔12 جون 1987ء کو لیہ سے دس بارہ میل جنوب کی طرف جمن شاہ کے مقام پر ایک مدرسہ کا جلسہ تھا۔مَیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو لینے جھنگ پہنچا۔مولانا کا اس جلسے میں شرکت کا ارادہ نہیں تھا،کیونکہ پولیس کا مولانا کو سرکاری مہمان بنانے کی اطلاعات کا چرچا عام تھا۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

''چھوڑو یار،اس جلسہ میں اور بہت سے مقررین آرہے ہیں،میرا جانا کوئی ضروری نہیں۔کل ہی تو اس کے ساتھ شہر مظفر گڑھ کے جلسہ میں تقریر کر آیا ہوں''۔

مَیں بضد ہو گیا کہ اس جلسے میں جانا بہت ضروری ہے۔جماعت کا بڑا فائدہ ہوگا۔ چونکہ انہیں جماعت کی ترقی کی بڑی فکر ہوتی تھی،اسلئے آمادہ ہو گئے۔

جب ہم روانہ ہوئے تو مَیں نے کہا! ہم رنگ پور چوک منڈا والے راستہ سے جائیں گے۔وہ راستہ ذرا محفوظ ہے۔فرمایا! نہیں جب جانا ہے تو سیدھے جائیں گے اگر

قسمت میں ہوا تو جا پہنچیں گے۔لہٰذا ہم چوبارہ چوک اعظم کے راستہ سے لیہ سے ہوتے ہوئے جمن شاہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ سے ایک تاریخی خطاب ہوا کھانے کے بعد ہم نے آپ کو جمن شاہ سے اڑھائی میل مشرقی طرف ایک کنوئیں پر پہنچا دیا (کیوں کہ اردگرد پولیس اور رینجرز نے ناکہ بندی کی ہوئی تھی)۔طے یہ ہوا کہ کل دن کو کسی وقت سفر کریں گے.....اب انہیں چکمہ دے کر چلتا کرتے ہیں اور اس کیلئے ہم نے چکر چلایا بھی اور ہم سمجھے حیلہ کارگر ہو گیا مگر......

رات کے تین بجے پولیس نے مدرسہ کا گھیراؤ کر کے ہمیں گرفتار کر لیا اور تھانہ صدر پہنچا دیا گیا۔مَیں مطمئن تھا کہ ہم گرفتار ہو گئے مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ بچ گئے ہیں۔مگر پولیس لائن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھ سب افراد گرفتار کر کے پہلے ہی پہنچا دیے گئے ہیں۔میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہیں آنا چاہتے تھے۔مَیں زبردستی کھینچ لایا اور اب گرفتار کروا لیا۔

توقف کے بعد ہم سولہ ساتھیوں کو ایک ٹرک میں بٹھا دیا گیا اور پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کہیں علیحدہ کمرے میں سے نکال کر ہتھکڑی پہنا کر لایا گیا۔مَیں شرمندگی سے پسینہ پونچھنے لگا۔سوچا مولانا رحمۃ اللہ علیہ شاید ناراض ہوں یا گلہ کریں کہ لے......اب خوش ہو رہو۔

لیکن یقین مانئے!اسلام کا شیر جب گاڑی میں داخل ہوا تو اسی خوشی کے ساتھ گلے لگایا،جیسے عید آج ہی آئی ہو اور بڑی فرحت سے فرمایا!یہ کام ہماری تحریک کا لازمی حصہ ہے۔اس وقت ہماری ایک ایس۔ایچ۔او سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بدتمیزی سے بولنے پر جھڑپ بھی ہو گئی۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے سخت الفاظ میں ڈانٹا تھا اور یہ ہمارے لئے مضر ثابت ہوا۔

یہ گاڑی بڑی دیر تک دھوپ میں کھڑی رکھی گئی۔ہمیں نماز کیلئے موقع نہیں دیا اور نہ

پینے یا وضو کرنے کیلئے پانی مہیا کیا گیا۔

بڑی دیر تک کاغذی کاروائی ہوتی رہی...... سارا دن دھوپ میں رکھ کر قریباً عصر کے وقت ہمیں سنٹرل جیل ملتان پہنچایا گیا۔ سب ساتھیوں کو ایک ہی بیرک میں رکھا گیا۔ ہم نے جیل کے عملے سے صفوں اور پانی کے بندوبست کرنے کا مطالبہ کیا تو وہ لا پرواہی سے ٹال گئے......اور کچھ مہیا نہ کیا۔

دوسرے دن مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہلکا سا تعارف کرا کر دھمکی دی کہ اگر آج ہمیں سامان نہ ملا تو پھر شام کو آپ کی "سب اچھا" کی رپورٹ نہیں جانے دی جائے گی، تب انہوں نے ہمیں اسٹیل کے برتن اور چٹائیاں مہیا کر دیں۔

ہم تینوں...... مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالصمد آزاد اور میرے نظر بندی کے احکامات جاری ہو گئے، باقی ساتھیوں کو دیگر مختلف مقدمات میں پانچ چھ دن جیل میں رکھ کر ضمانتوں پر رہا کر دیا گیا، اور ہم رہ گئے۔ ہماری یہ قید تقریباً پونے دو ماہ تک جاری رہی (باہر جو تحریک منظم ہوئی تو آپ اسے مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، وہ آپ لوگوں کے ہاتھوں میں تھی)۔

پہلے چھ دن ہمارے امام ڈاکٹر شاہنواز صاحب رہے، پھر مولانا حق نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم دو آدمیوں کے امام بنے اور نماز ادا ہوتی رہی۔

ہمارے ساتھی مولانا آزاد نے ایک مرتبہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو غزل سنائی، جو انہیں بہت پسند آئی اور پھر کئی مرتبہ فرمائش سے سنی۔ بول تھا!

ع اے لاغرضا...... بے ترسا، ذرا کھڑتھی الائی ونج......

(یعنی اے بے پرواہ...... بے ترس، تھوڑا سا تو کھڑا ہو کر بات کرتا جا......)

ان پونے دو ماہ میں مجھے حضرت کی خدمت کا موقع ملا۔ مَیں رات کو سونے سے پہلے آپ کی تیل مالش بھی کیا کرتا تھا۔

پھر ہم دونوں کی رہائی کے آرڈر آ گئے تو ہمیں خوشی کی بجائے صدمہ ہوا۔ ہم نے کہا! آپ کے بغیر باہر ہم کس منہ سے جائیں؟ ہم نہیں جائیں گے۔

مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! بھائی کوئی بات نہیں، تم باہر جا کر جماعتی امور سرانجام دو تحریک چل رہی ہے اسے تیز کرو۔ جب اللہ کو منظور ہوگا...... میں بھی باہر آ جاؤں گا۔ خدا کی قدرت...... ہم باہر گئے ہی تھے کہ جھنگ کے کچھ ساتھی جو مظفر گڑھ جیل میں تھے...... ملتان پہنچا دیے گئے۔ چنانچہ چند دن وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے، پھر جب ان کی ضمانتیں ہو گئیں تو ایک ہفتہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ تنہا رہے۔ پھر دو محرم کو آپ کی رہائی کی سرگذشت آپ کے علم میں ہے...... بات کہاں سے کہاں چلی اور کہاں جا لگی (دوسری جگہ تفصیل موجود ہے)

مَیں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کوئٹہ کا دورہ بھی کرایا تھا۔ ہم کچھ ساتھی کئی دن پہلے کوئٹہ پہنچ گئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ پہنچے تو ہم نے کاروں، ویگنوں وغیرہ پر مشتمل ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ استقبال کیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایئر پورٹ پر استقبالیہ سے ایک بھرپور، جامع اور پُر مغز خطاب کیا۔ اس کے بعد جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ جامعہ رشیدیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب جلوس لیاقت بازار پہنچا تو معلوم ہوا کہ جامعہ رشیدیہ کو پولیس نے گھیرے میں لے رکھا ہے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اس پر ہم مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی فی الفور جلوس کے پیچھے لے گئے اور وہاں جان محمد روڈ پر ایک مسجد کی چھت پر آپ کو بٹھا دیا گیا۔ حضرت کا خلوص اور سادگی کہ...... دو اڑھائی گھنٹے وہیں تن تنہا چٹائی پر بیٹھے اجنبی ماحول میں گزار دیئے۔ تقریباً تین گھنٹے بعد خفیہ طریقے سے ہم مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جلسہ گاہ میں لے گئے۔

طرفہ یہ کہ وہاں کے سُنی عوام عموماً اور اپنے ہم مسلک حضرات بمعہ علماء کے ...... خمینی انقلاب سے از حد متاثر اور اس کے مداح تھے۔ ہمیں یہ تشویش کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان

لوگوں کو کیسے خطاب کریں گے؟ تاہم، ہم نے احوال واقعی گوش گزار کر دیئے تھے۔

جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسٹیج سنبھالا تو ہمارے دل گورنمنٹ انتظامیہ اور جلسے کی انتظامیہ دونوں کی طرف سے دھڑکنے لگے۔ مگر ماشاء اللہ، اللہ کے شیر نے ماحول کو سامنے رکھ کر ایسا مفصل تاریخی خطاب کیا کہ کوئٹہ شہر کے علماء اور عمائدین بھی حیران رہ گئے۔ لوگوں کا عام تاثر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو شاید اس شخص سے کوئی بڑا اہم کام لینا ہے۔ اسی ایک خطاب نے بلوچستان کی فضاء بدل کر رکھ دی۔ اس کے بعد بڑی تیزی سے سپاہ صحابہ کے یونٹ قائم ہونے شروع ہوئے اور جلد ہی صوبے میں سپاہ صحابہ ایک مقبول جماعت بن گئی۔ اس دورے سے وہاں کی عوام کو مولانا کی فکر اور آپ کی تحریک کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی۔

جناب بالاکوٹی صاحب! میرے تو جذبات یہ ہیں کہ فردائے قیامت جب یہ سوال ہوگا عن عمرہ فیما افناہ؟ کہ عمر کہاں کہاں صرف کی؟ تو اتنا کہہ سکوں گا، الہ العالمین ...... تیرے فرستادہ مرد قلندر، شہید ناموس صحابہ کی خدمت میں کچھ دن گزارے تھے۔ تُو ان کی لاج رکھ لے۔

اس مرد مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد کروایا۔ حُبِ اصحاب رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا ولولہ تازہ اور ان کی عزت و ناموس کی خاطر جان تک لڑا دینے، کھپا دینے کا درس دیا۔ ہمیں زندگی کی ایک لائن دی، جس پر ہم چلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقدس مشن پر استقامت کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق نصیب کئے رکھے۔

والسلام...... قاری منور حسین آف لیہ

(از میاں عبدالعزیز صاحب)

احتیاط کا مفہوم

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی جلیسوں میں سے ہوں۔ مجھے جس بات نے متاثر کیا، وہ یہ تھی کہ ملک میں نیا نیا مارشل لاء لگا تھا اور کیپٹن افضال صاحب نامی جھنگ زون کے ایڈمنسٹریٹر تھے۔ ہماری گلی بڑی گندی رہتی تھی، جا بجا گڑھے تھے، بارش کا پانی عرصے تک نہیں سوکھتا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کیپٹن صاحب سے گلی پختہ کروانے کی سفارش کی، انہوں نے حامی بھر لی اور دوسرے دن موقع دیکھنے کا عہد کیا۔ دوسرے دن مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہیں آئے اور باہر دھوپ میں کھڑے ہو کر ان کا انتظار کرنے لگے۔ میرے بیٹے نے آ کر مجھے بتلایا کہ باہر مولوی صاحب دھوپ میں کھڑے ہیں۔ مَیں حاضر ہوا اور انہیں اندر آنے کو کہا ...... پہلے تو وہ انتظار کا عذر کرنے لگے، پھر میرے اصرار پر تشریف لے آئے۔ مَیں نے چائے کا انتظام کیا، چند دیگر احباب کے ساتھ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چائے پی ...... پھر جاتے ہوئے مجھ سے گویا ہوئے! کہ اگر آپ سے پہلے سے ہی بے تکلفی نہ ہوتی تو میں یہ چائے ہرگز نہ پیتا۔ ہمارے اکابر تو رشوت اور ذاتی مفاد پرستی کے سائے سے بھی دور رہتے تھے، ہم پھر بھی کوتاہ ہیں۔

مَیں یہاں آپ کا کام کروانے آیا تھا اور مَیں نے سفارش کی تھی۔ اب مجھے اتنا مفاد بھی زیبا نہیں دیتا مگر......

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے یہ بات سن کر مَیں ہکا بکا رہ گیا کہ یہاں اپنے ساتھی کے ہاں سے دیگر احباب میں عامیانہ بیٹھ کے چائے کے گھونٹ میں رشوت یا مفاد پرستی کا ڈر ہو رہا ہے اور ہمارے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے اور اسلام کی ان پاکیزہ تعلیمات کا ان پر کتنا اثر ہے......

(از حاجی اللہ بخش صاحب، محلّہ حق نواز شہید جھنگ صدر)

(حاجی صاحب موصوف جامع مسجد پپلیاں والی (اب حق نواز شہید مسجد) کے پڑوسی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بھی ابتدائی تین سال کے پڑوسی اور بڑے ہی بے تکلف ساتھی تھے۔ مولانا سے ہنسی مزاح بھی کر لیتے۔ باتوں باتوں میں معنی خیز چوٹ مارتے اور جواب پا کر محظوظ ہوتے اور محفل میں رنگ جماتے۔ مولانا کے مخلص عشاق میں سے ہیں۔)

کہتے ہیں! مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پہلا تعارف میرا یوں ہوا کہ مولانا اسد اللہ قاسمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کو ہمراہ لے کر آئے اور بات چیت ہوگئی تو مجھ سے کہنے لگے، حاجی صاحب آپ کیلئے تحفہ لایا ہوں۔ مَیں نے چونکہ مزاحیہ طبیعت پائی ہے فوراً کہا...... آپ کتنے دنوں کیلئے آئے ہیں؟ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ جواب دیا...... آپ بتلائیں کتنے دن برداشت کر سکیں گے؟

☆☆☆☆

خود داری

جب پہلی مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے حجامت بنوائی۔ ان دنوں ہم چار آٹھ آنے لیا کرتے تھے...... مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روپیہ اٹھتے ہی ڈال دیا اور جانے لگے، مَیں نے کہا! آپ ہمارے امام و خطیب ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ سے پیسے لوں۔ مَیں نے تو اپنے آپ کو حلف دے رکھا ہے کہ علماء سے معاوضہ نہیں لیا کروں گا۔ آخر میری طرف سے بھی اہل علم کی معمولی سی خدمت ہو جائے تو کیا حرج ہے۔

جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ پیسے دینے پر بضد ہو گئے تو مَیں نے کہا! مجھ سے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ

جیسے بزرگوں نے خدمت لی ہے...... مَیں نے معاوضہ نہیں لیا، مَیں اپنے اصول کی خلاف نہیں کر سکتا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! حاجی صاحب مجھ سے آج ہی طے کر لو...... پیسے لو گے تو حجامت بنواؤں گا ورنہ نہیں۔ مَیں نے کہا! مَیں اپنے حلف پہ قائم رہوں گا اور ہرگز نہیں لوں گا اور آپ کی حجامت بھی مَیں ہی بنواؤں گا، زبردستی یا منت سماجت سے...... بہر حال وہ کام نہیں کرنا اور یہ کرنا ہے...... ہر حال میں ایسا ہوگا۔ وہ دن اور آج کا دن میرے ساتھ ان کی اٹھارہ سالہ رفاقت اور بے تکلفی قائم رہی اور لوگ بھی یہی خیال کرتے رہے کہ پرانا پڑوسی ہے اور حضرت حجامت وغیرہ بنواتے ہوں گے، مگر آج تک پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے حجامت نہیں بنوائی اور نہ ہی یہاں سے قینچی تک اٹھائی۔

جب آپ کے بچے ہوگئے تو گھریلو تعلق واسطے کی بناء پر مَیں بچوں کو خود بلوا کر حجامت وغیرہ درست کر دیتا اور پیسے نہ لیتا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بے ضرر سا یہ حل نکالا کہ وہ ہر عید پر میرے بچوں کو بھرپور عیدی اور تحفہ تحائف بھیجتے تا کہ میرا بھرم قائم رہے اور حصہ چکا دیتے اور الٹا احسان مند بھی میرے بنتے رہے۔

ایک مرتبہ عیدی دینے آئے تو مَیں نے اپنے لڑکے کو پہلے ہی دیکھ کر ایک طرف بھیج دیا پوچھنے پر کہا! وہ گھر موجود نہیں۔ بیٹی کا پوچھا! مَیں نے کہا، وہ سو رہی ہے، وہ خود آپ کے ہاں آ کر عید کا سلام کرے گی...... علیک سلیک کے بعد چلے گئے۔ پھر آپ کی مصروفیات ...... کافی دنوں بعد بچے کے سامنے آنے پر عیدی دے ڈالی...... جب مَیں ناراض ہو کر گلہ کرتا تو فرماتے! باتیں نہ بناؤ، تم کوئی کارخانہ دار یا مل آنرز نہیں ہو، معمولی مزدور ہو۔ تمہارا یہی احسان کافی ہے اور مَیں ......

☆☆☆☆

سنتیں ......ختنے

ایک مرتبہ چار شیعہ میرے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میرا مذہبی رجحان اور علماء سے محبت جانتے تھے۔اسلئے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارے خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے ختنہ ہوئے تھے؟ وہ ساری عمر بے ختنہ رہے ہیں (شیعہ کتابوں میں ایسا ہی ہے)۔

مَیں نے کہا! اس کے جواب کیلئے تو تمہیں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے تھا اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو......ان سے پوچھو کہ ام کلثوم کا رشتہ دینے سے پہلے تم نے تسلی کر لی تھی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو داماد بنا رہا ہوں......''سنتاں وی ہیٹھیا ہے کہ نہیں''۔

ہاں اگر تم نے کوئی رشتہ دینا ہے تو مَیں چونکہ نائی ہوں ''وچولہ'' بن کر تحقیق کر کے تمہیں کل تک مطلع کر سکتا ہوں......فرماؤ......

اس پر وہ نادم ہو کر چلے گئے اور پھر عرصہ دراز تک میرے سامنے آتے تو سَر نیچا کر لیتے اور مَیں مسکرا دیتا۔

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میرا ٹھیٹ پنجابی لہجے میں یہ جواب بہت پسند آیا تھا۔ حسن اتفاق سے بہاولپور کے ایک جلسے میں چٹ ملی، جس میں یہی سوال تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! اس کا جواب میں اپنے ساتھی اور پڑوسی حاجی اللہ بخش والا نہ دے دوں؟......یا کوئی علمی تحقیق پیش کروں؟ لوگوں نے کہا! حاجی صاحب والا ہی دے دیں۔ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے میرے والا جواب خالص پنجابی لہجے میں نقل کر کے مجلس کو کشت زعفران بنا دیا۔ لوگ بڑے محظوظ ہوئے اور پھر علمی تحقیق میں پڑنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔

وہاں کا ایک شخص یہاں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آیا تو فرمائش کر کے مولانا سمیت مجھے ملنے آیا اور خود میری زبانی جواب سنا۔

سنت ختنہ کی خوشی

موضع لک بدھڑ کے ایک صاحب مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے بچے کے ختنے پر ڈھول بجانے، دھمال ڈالنے کے جواز پر بحث کرنے لگے...... کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شادی خوشی کے موقع پر دَف بجائی جاتی تھی اور حضور علیہ السلام نے پسند فرمایا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سمجھایا کہ گانا بجانا کوئی سنت نہیں اور پسندیدگی کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا سوءِ ادب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزامیر کی آواز پر کانوں میں انگلیاں کر لیتے تھے، تاکہ آواز نہ آئے۔ پھر یہ سنت ختنہ ہے، اس پر تو ایسا کرنا کہیں منقول نہیں اور نہ ہی اکابر کا معمول ہے۔

وہ صاحب مسلسل بحث وتکرار کرتے رہے کہ سنت پر عمل کرنے کی خوشی میں اگر ڈھولک بجائی جائے تو حرج کیا ہے، بلکہ ثواب ہے...... بات کسی کنارے نہ لگی۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ صاحب مجھ سے اُسترا مانگ کر لے گئے کہ مَیں نے صفائی کرنی ہے۔ جب وہ غسل خانے میں اپنے کام میں لگے تو میں نے ایک ڈھولک والے کو بلا کر کہا غسل خانے کے پاس کھڑا ہو کر ڈھول بجانا شروع کردو۔

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر بالکونی سے جھانک کر پوچھا! یہ اچانک فوری تقریب کہاں سے نمودار ہوگئی؟ یہ مسجد کے غسل خانے کے دروازے پر ڈھول کیوں بجایا جارہا ہے؟

مَیں نے کہا! وہی بزرگ جو سنت ختنہ پر ڈھول بجانے کا جواز مانگ رہے تھے، اور آپ نے فتویٰ دیا نہیں...... اب وہ سنت پر ہی عمل کررہے ہیں اور یہ سنت بھی اسی کے مشابہ ہے، مَیں ڈھول بجوا رہا ہوں، تاکہ انہیں ارمان نہ رہے کہ افسوس...... جھنگ سے محروم آیا۔

ان صاحب نے جوں ہی سنا...... کپڑے سمیٹ کر باہر آگئے اور شرمندگی سے

کہنے لگے تم بڑی بلا ہو۔ مَیں نے کہا کیا ہوا...... آپ ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ سنتوں پر خوشی کا طریق کار ہے۔ آپ اسی کے مشابہ سنت پر عمل کر رہے تھے...... مَیں نے بھی اس خواہش پر نقد عمل کر دکھایا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے سے بہت محظوظ ہوئے۔

☆☆☆☆

امیر شریعت کا لقب ...... کیسے

مَیں نے ایک مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جید علماء میں سے نہ تھے۔ جب کہ بڑے اعیان امت اور بزرگ علماء سے بھی ان کو بڑا لقب یعنی ''امیر شریعت'' دیا گیا اور اکابرین نے دیا اور خود بھی کہتے رہے؟

فرمایا! یہ لقب تو حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوۃ کی حد سے زیادہ فداکارانہ خدمت بجا آوری پر علماء کرام کے مجمع میں لاہور میں ان کے ساتھ پکا اور مستقل کیا تھا اور پانچ سو علماء نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد فرمایا! اس لقب کا پس منظر بھی ایک ہے، وہ یہ کہ ایک مجلس میں متعدد عمائدین و اکابرین موجود تھے، سید عطاء اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان میں سب سے کم عمر تھے۔ علماء میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ ہمارے ہاں جو ہندو مسلمان ہو رہے ہیں ان کے ختنے کروانے ضروری ہیں یا نہیں؟ علماء سوچ بچار میں تھے کہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بولے...... مَیں آپ میں کم علم اور کم عمر ہوں، اس کا جواب مجھ پر آتا ہے، مَیں دوں گا۔

فرمایا! ختنے کروانے سنت ہیں اور ستر ڈھانکنا فرض ہے...... تو جس سنت سے فرض کی بجا آوری متاثر ہو یا حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو وہ ضروری نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ختنہ کرانا ضروری نہیں۔ ہاں! اگر احساس کروا کر انہیں آمادہ کرلیا جائے کہ وہ خود یہ عمل کرلیں۔

جیسا کہ آتا ہے:

اختتن ابراھیم بقدوم تو وہ دوسری بات ہے۔

اس پر مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہا "امیر شریعت" چنانچہ ان کے منہ سے نکلا ہوا یہ لفظ ہمیشہ کیلئے لاحقہ بن گیا...... واللہ اعلم

☆☆☆☆

شہر آرزو پہ چراغاں نہ ہوسکا

ہمارے محلے میں بھٹی برادری کے ایک شخص کو اوباشوں نے ظالمانہ طور پر بے گناہ قتل کر ڈالا۔ قاتل چنگی پہلوان اور زبیرا مصلّی وغیرہ دندناتے پھرتے اور انہیں اور دھمکیاں دیتے رہے۔ تین میں دو گرفتار کر لئے گئے مگر ایک زبیرا مصلّی نامی اصل قاتل گرفتار نہ کیا گیا وہ انہیں ڈراتا دھمکاتا رہا۔ اور جو گرفتار کئے وہ بھی صرف نمائشی۔

مطالبات کے باوجود جب پولیس نے اس پر ہاتھ نہ ڈالا تو مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عید کے خطبہ کے دوران پولیس کا سختی سے نوٹس لیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ "زبیرا کیوں گرفتار نہیں کیا جاتا؟ کیا ایس۔ ایس۔ پی نے اسے رشتہ دینا ہے" اگر کل شام تک وہ گرفتار نہ کیا گیا تو میں تھانے کو آگ لگا دوں گا۔ اور پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔

چنانچہ مجرم فوری گرفتار کر لیا گیا...... مقدمہ چلا...... اور اسے سزائے موت ہوگئی اور قصہ تمام ہوا۔

مقتول کی برادری (بھٹی) وفد کی شکل میں دو سو روپے کا ہار اور پھول وغیرہ لیکر مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کرنے آئی...... کہ اگر آپ ہماری مدد نہ کرتے تو ہمیں انصاف نہ ملتا، بلکہ وہ الٹا ہمیں بھی قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا، ہم تو مر چکے تھے، آپ نے زندگی کا سامان کیا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔

مولانا ﷫ نے وہ ہار نہ پہنا اور فرمایا! وہ میرا فرض منصبی تھا، تم پر کوئی احسان نہیں
مَیں آئندہ بھی ظلم کے خلاف مظلوموں کے ساتھ رہوں گا۔ انہوں نے منت سماجت کی،
سفارشیں کروائیں.... لیکن حضرت نہ مانے، نہ مٹھائی لی، نہ ہار پہنا۔ انہیں نصیحتیں کر کے
چائے پلا کر رخصت کر دیا۔

☆☆☆☆

مولانا کی شادی پہ

ہم لوگ (دیہاتی) شادی پہ ڈھول ضرور بجواتے ہیں، ورنہ ساری عمر کے طعن و تشنیع.... کہ شادی نہیں، ماتم تھا...... حضرت مولانا صاحب ﷫ کی شادی پہ ہم بہت سے آدمی یہاں جھنگ سے گئے تھے۔ اب ڈھول باجے کا وہاں نام لینا دشوار تھا۔ مگر مَیں نے اپنی خوش گپیوں سے مجلس کو گرمائے رکھا۔

کبھی مولانا ﷫ کو گود میں لے لیتا اور لوری دینے لگتا۔ کبھی کوئی شرارت کرتا۔ وہ ادب احترام.... جو عام معمول تھا، کنارے رہا۔ جان بوجھ کر گٹھڑی باندھ کر چھیڑ خانی کی ... کہ مَیں ڈھولکی لایا ہوں، ضرور بجاؤں گا...... اس پر سخت ترین الفاظ میں تنبیہ کی۔ فرمایا! اور شغل کرو، مَیں نہیں روکتا، ایسے موقع پر اس کی اجازت ہے ... مگر ناجائز کام نہیں ہوگا۔ ہماری چھوٹی سی کوتاہی بھی قوم کیلئے حجت بن جاتی ہے، پھر ساری عمر جان نہیں چھوٹتی۔

☆☆☆☆

جیل مبارک ہو

ایک مرتبہ تقریر کے اس جملے پر گرفتاری عمل میں لائی گئی تھی ''ہمیں ایسا بے غیرت اور دیوث وزیر اعظم نہیں چاہئے... جس کی بیگم امریکی صدر کے ساتھ محوِ رقص ہو''۔

(نصرت بھٹو کا یہ المیہ اخبارات میں آیا تھا، مولانا کے پاس اصل کاپی موجود تھی)

کوٹ لکھپت جیل لاہور میں جب ہم ملنے گئے تو میری رگ ظرافت پھڑ کی۔ مَیں نے کہا اب مزا آیا، بے غیرت وزیراعظم نہ چاہنے کا..... انہوں نے کہا، ہمیں بھی ایسا حد سے بڑھا ہوا غیرتی مُلاں نہیں چاہئے۔ اسے مزا چکھاؤ اس کا۔ جیل کی دال چاٹنے اور چکی پیسے ...اب موجیں کریں......

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! حاجی صاحب واقعی بڑی موجیں ہیں، آپ کیا جانیں ......مَیں نے جھٹ سے کہا! ان موجوں کو جاننے کا مَیں آرزومند نہیں ہوں، آپ ہی کو مبارک ہو...... خوب چسکے لیں اور موجیں ماریں۔

☆☆☆☆

منزل عشق کا دریچہ

مَیں نے جب ایک عقیدت مند پولیس افسر سے جو رہائی کے بعد ملاقات وزیارت کیلئے آیا کرتا تھا..... یہ سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میانوالی جیل میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی تھی، تو مَیں نے خود تحقیق کیلئے حضرت سے پوچھا کہ کیا صحیح ہے کہ آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی ہے؟ تو فرمانے لگے!

بھائی "جب مجھ پر بہت زیادہ تشدد ہوا" ہاتھوں کے پوروں پر لاٹھیاں برسائی جاتیں، جس سے خون رسنے لگ جاتا اور ہاتھ متورم ہو جاتے، الٹا لٹکا دیا جاتا، جلتے سگریٹ سے جسم داغا جاتا، بدبو کی دھونی دی جاتی، بھوکا رکھا جاتا۔

تو ایک شب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیدار دلنواز سے مسرور فرمایا اور تسلی دی کہ بیٹا غم نہ کرو، تم نے میری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے کی لاج رکھی ہے۔ مَیں تم سے بہت خوش ہوں۔

پھر فرمایا! حاجی صاحب آج کے بعد یہ بات آپ کی زبان سے نہ نکلے، اسے عام

نہیں کرنا..... اگر کسی کو بھنک پڑ گئی تو سوال کرنے پر یا چٹ دینے پر بڑی خوبصورتی سے ٹال جاتے تھے، یہ بات پبلک میں نہ آنے دی تھی۔

مَیں نے بعض سے بیان کی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے صاف کہہ دیا....مَیں آپ کی تمام پابندیوں پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہوں ۔آخر آپ کونسی پابندیاں قبول کرتے ہیں کہ ہمیں ہی......

☆☆☆☆

کتابی آدمی

مَیں تین سال تک ان کے پڑوس میں رہا۔مَیں نے رات یا دن کو جب بھی انہیں دیکھا، کتاب ہاتھ میں ہے اور مطالعہ کر رہے ہیں ۔سویا پاتا تو کتاب کے اوپر اوندھے پڑھے ہیں یا کتاب چھاتی پہ رکھے سو رہے ہیں یا کتاب پر ہاتھ ہے۔

☆☆☆☆

سخت جیل

ایک مرتبہ مَیں نے پوچھا...سب سے مشکل جیل کونسی بھگتنی پڑی ؟تو فرمایا!

ڈیرہ غازی خان کی۔

وہاں مجھے شرابیوں، بھنگیوں اور نشہ سے دھت بدبو میں ڈوبے بدمعاشوں کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں باندھ کر رکھا گیا۔وہ دن بھر اور ساری رات مغلظات بکتے رہتے۔ ان دنوں لحہ بھر کیلئے نیند نصیب نہیں ہوئی۔کھانے کو جو دال دیتے تو چلّو بھر کچی مرچیں ڈال دیتے ۔بیس بیس سیر وزن میرے پاؤں کے انگوٹھوں کے ساتھ باندھ دیتے اور چلاتے ، اور زمین پر گھسیٹتے تھے۔مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ...ہڈیاں کریک نہیں ہوئیں ، بلکہ مضبوط و توانا ہیں۔

نوٹ! مَیں نے واللہ العظیم آخری غسل دیتے وقت خود دیکھا کہ میانوالی جیل کے تشدد کی وجہ سے پیٹھ کی کھال ادھڑی ہوئی تھی، گوشت نہ تھا اور گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ مگر عمر بھر نہ ہمارے سامنے کپڑا اوپر اٹھایا اور نہ ہی کبھی اس کا ذکر کیا.... یہ راز ہی رہا۔

یہ میرا حلفیہ بیان ہے..... اللہ بخش غفرلہٗ

☆☆☆☆

مولانا چراغ دین

مَیں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جب چراغ دین رتیلی والوں کی خدمات کی تفصیل سنائی تو بڑے متاثر ہوئے اور ان کیلئے دعا کروائی۔

ان بزرگوں نے اپنے وقت میں شیعت کے خلاف بڑا کام کیا تھا۔ بڑے حق گو اور خوش الحان واقع ہوئے تھے۔ لوگ ان کا وعظ بے نظیر شوق سے سنتے اور اپنی اصلاح کرتے تھے۔ شاہ جیونہ کے شیعوں نے انہیں جیل بھجوا کر پھر وہیں زہر دے کر ختم کروا دیا تھا۔

یہ انہیں کا واقعہ ہے کہ کسی نے ازراہ تفنن ان سے پوچھ لیا کہ یہ مرغا سُنی ہے کہ شیعہ؟ فرمانے لگے! مغرب سے لیکر صبح تک تو یہ سُنی رہتا ہے...اذانیں دیتا ہے، نمازوں کیلئے جگاتا ہے..... صبح ہوتے ہی شیعہ مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ نہ ماں دیکھتا ہے نہ بہن، ہر ایک سے متعہ بازی کرتا ہے۔ انہوں نے ہی پیر قمر الدین سیالوی صاحب کا یہ مقولہ لوگوں میں عام کر دیا تھا۔

کہ اوپر نہر کے کنارے اگر خنزیر پانی پی رہا ہو تو وہاں سے پانی پی لو اور استعمال کرلو، کیونکہ بہتا پانی پاک ہے..... لیکن اگر اوپر شیعہ پانی پی رہا ہو تو یہ پانی پلید ہے۔ نہ پیو، نہ لو، نہ استعمال کرو۔

☆☆☆☆

دشمن یا دوست

ایک صاحب نے مولانا ﷫ کے خلاف گواہی دی تھی کہ مَیں اس جمعے میں موجود تھا جس میں انہوں نے صدر ضیاء الحق کو ایسے ایسے کہا تھا۔ یہ مارشل لاء کا دور تھا۔ اس کے علاوہ بھی یہ شخص پولیس ٹاؤٹ ہونے کی وجہ سے جھوٹی گواہیاں دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کا کوئی عزیز مولانا ﷫ کے وطن تھانہ مسن میں گرفتار ہوگیا۔ یہ شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ مَیں تو مولانا ﷫ کے سامنے نہیں جاسکتا...... کس منہ سے جاؤں گا۔ تم میری سفارش کردو، ہمارا ایک آدمی بے گناہ پھنسا دیا گیا ہے اور وہ تھانہ مسن کی حوالات میں ہے۔ آپ مولانا ﷫ سے کہلوادیں کہ وہ اسے چھوڑ دیں۔

(نوٹ: یہ شخص لیہ کے قتل کیس میں بھی مولانا ﷫ کے خلاف سرکاری گواہ تھا۔)

بہرحال اس کی منت سماجت پر میرا دل پسیج گیا۔ مَیں اسے لے کر مولانا ﷫ کے پاس چلا گیا۔ مولانا ﷫ نے فی الفور چائے پانی کا آرڈر دے دیا۔ اس نے کہا، مولانا ﷫! مَیں ایک مصیبت میں گرفتار ہوں اور آپ کی مدد چاہتا ہوں۔ مولانا ﷫ کے استفسار پر اس نے اپنے اس عزیز کا نام، وجہ گرفتاری اور مقدمہ کے بارے میں تفصیل بتائی۔ حضرت مولانا ﷫ نے فوراً ٹیلیفون اٹھایا اور ایس۔ پی صاحب سے کہا کہ ہمارا ایک آدمی فلانی وجہ سے محبوس ہے، اسے چھوڑ دیں۔ ایس۔ پی نے لیت و لعل کی کہ اب تو مَیں فیصل آباد جا رہا ہوں، واپسی پر یاددھانی کرادیجئے گا۔ مولانا ﷫ نے کہا! مشکل وقت اب ہے، اس وقت کام نہیں آرہے، پھر مَیں تمہیں کیا کروں گا۔ آپ کی تو ایک وائرلیس کی بات ہے، ابھی کردو....دیر کاہے کی! چنانچہ اس شخص کی فوری رہائی ہوگئی۔

پھر مولانا ﷫ نے کہا! میرے بھائی میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو مَیں حاضر ہوں۔ وہ شخص پانی پانی ہوگیا۔ پھر اس نے لیہ میں بھی ایسی گواہی دی.... کہ جس

نے مقدمے کا رخ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں پھیر دیا۔اس کے بعد اس شخص کی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت نے اس کا کانٹا ہی بدل دیا اور اسکی زندگی صالح ہوگئی۔

☆☆☆☆

خدا کی دین

ایک مرتبہ ہم چند کارکن لیہ سے پیشی کے بعد واپس آرہے تھے۔ جہاں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی عمل میں آگئی تھی۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی عقیدت کیشوں کے نرغے میں بہت پیچھے رہ گئی۔ایک مقام پر ہماری آگے والی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوگیا۔ایک دوکان والے سے کہا کہ پنکچر لگا دو۔مگر اس نے بڑی لاپرواہی سے کہا کہ چلتے بنو، بھائی میرے پاس بالکل فرصت نہیں۔اتنے میں اس کی نظر گاڑی پہ لہراتے جھنڈے پر پڑ گئی۔تب اس نے دریافت کیا، کہ تم سپاہ صحابہ والے تو نہیں؟ تو ہم نے ان صاحب کو اثبات میں جواب دیا اور سرسری سا پیشی کا تذکرہ بھی کر دیا۔یک دم ان صاحب کا رویہ بدل گیا.... بڑی حسرت سے کہنے لگا! مجھے بڑی تمنا ہے کہ مَیں مولانا کو ایک نظر قریب سے دیکھ لوں۔پھر اندر گیا اور ایک نئی ٹیوب اٹھا لایا اور ہماری گاڑی کی پرانی ٹیوب نکال کر نئی اس میں ڈالنے لگا۔

اتنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی بھی آپہنچی، اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت گاڑی سے نکل آئے .....ادھر یہ شخص اب تک بڑی تمنا سے کہہ رہا تھا! اے کاش مَیں اس شخص کو قریب سے دیکھ لوں، گلے لگا لوں۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ پاس کھڑے مسکرا رہے تھے۔جب اسے بتلایا گیا کہ تمہارے پاس کھڑے مولانا حق نواز ہیں اور دیگر افراد کا بھی تعارف کروایا گیا......تو وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے لپٹ گیا، اور آپ کی بلائیں لینے لگا اور اپنی قسمت پہ نازاں و فرحاں جھومنے لگا۔

جب فارغ ہوا تو اس نے نئی ٹیوب کے ہم سے پیسے نہ لئے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

بڑا اصرار کیا، اسے خوشامد سے کہا... یہاں تک کہا کہ اصل لاگت لے لو، مزدوری نہ لو۔ مگر وہ کسی طرح نہ مانا اور اس پر فخر کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح میری دلی مراد گھر بیٹھے پوری کر دی۔

☆☆☆☆

شیعہ ......یا

ایک مرتبہ مَیں قبرستان میں کھڑا تھا، کافی لوگ اور بھی تھے، ایک کالے رنگ کا کتا آیا اور اس نے ٹانگ اٹھا کر ایک قبر پر پیشاب کر دیا اور چلتا بنا۔ موجودہ لوگوں میں سے ایک شیعہ نے مجھ پر ہٹ کی کہ یہ سُنی کی قبر ہوگی ......مَیں نے کہا! ''کتا تو شیعہ ہے''۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس جواب پر بڑے خوش ہوئے۔ ایسے ہی ایک مرتبہ ایک کتا ہمیں بھونکتا ہوا بھاگ گیا۔ ایک شیعہ نے کہا.....یہ آپ کو نہیں، آپ کے مذہب کو بھونک رہا ہے۔ مَیں نے جھٹ سے کہا! پھر شیعہ ہوگا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس پر بڑے محظوظ ہوئے۔ بعض مرتبہ میرے چٹکلے مزے لے لے کر سناتے تھے۔

(ازایم آئی صدیقی صاحب)

احوال واقعی

مورخہ 22/فروری کوسرمایہ اہلسنّت ،امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایران ،پاکستان وغیرہ کے اسلام اور ملک دشمن گماشتوں کے ہاتھوں شہادت سے ہونے والے فسادات ...."ضلعی انتظامیہ کی نااہلی یا پیچھے کی ہدایات کے تحت جانبداری کی وجہ سے" کنٹرول ہونے کی بجائے بڑھتے ہی جارہے ہیں ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ضلعی انتظامیہ سے لیکر صوبائی ووفاقی حکومتیں ...ایرانی گورنمنٹ اور شیعہ جاگیرداروں کے شدید دباؤ میں ہیں ۔ضلعی انتظامیہ اوپر کے اشارے پر یہاں کے دہشت گرد عناصر کی اس قدر حوصلہ افزائی کررہی ہے کہ انہیں ان کی چاہت سے بھی زیادہ اسلحہ حاصل کرنے کا موقع بہم پہنچایا جارہا ہے اگر محض اشک شوئی کیلئے بادل ناخواستہ انتظامیہ نے کسی عنصر پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش بھی کی تو ان کا استقبال بھی کلاشنکوفوں سے ہوا،اوراب اتنے سرچڑھے ہوگئے ہیں کہ اپنے مربّیوں اور محسنوں کے مقابلے میں بھی عورتیں ،مرد سینہ تان کر آجاتے ہیں۔

جھنگ سٹی کے ایک ایس۔ایچ۔او،الطاف وٹو صاحب نے ایک آدھ بار چھاپہ مارنے کی جسارت کی تو.....جھنگ سٹی کے امام باڑوں سے لاؤڈاسپیکر پر اسے قتل کی دھمکی دی گئی اور پھر اس کا ایک ساتھی نشانہ بن بھی گیا......چنانچہ اس نے اپنا تبادلہ کروالیا۔اس تمام یک طرفہ ٹریفک کا نتیجہ اب سامنے ہے کہ......جھنگ میں اہلسنّت کے 9افراد بہیمانہ طور پر قتل ہوچکے ہیں۔جن میں سے صرف حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور آصف ندیم شہید رحمۃ اللہ علیہ کے براہ راست قتل کے ملزمان گرفتار کئے گئے ۔تاہم ان ملزمان کو بھی دوران تفتیش اس طرح رکھا گیا کہ ع انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

آج پانچ ماہ گزرنے کے باوجود حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے پس پردہ سازشی عناصر کو بے نقاب کرنے کی کوئی ادنیٰ سی بھی کوشش نہیں کی گئی اور نہ ہی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و ورثاء کو کسی مرحلے پر اعتماد میں لینے کی کوشش کی گئی۔

23 مارچ 1990ء کو باب عمر رضی اللہ عنہ کے دھماکے کے نتیجے میں تین افراد شہید اور تقریباً چالیس زخمی ہوئے، جن میں سے 27 افراد شدید زخمی تھے۔ لیکن حکومت وقت نے اتنے بڑے سانحے کا ایک ملزم بھی گرفتار نہیں کیا۔ حالانکہ جھنگ سٹی کے غالی شیعہ جاگیردار امان اللہ سیال کے ڈیرے سے جدید ساخت کے بم بھی برآمد ہوئے اور دیگر اسلحہ تو ایک عام سی بات سمجھی گئی۔

..... پھر اس کی جرأت بڑھی یا انتظامیہ کی طرف سے سگنل پا کر اس نے سُنی ایم۔ پی۔ اے شیخ محمد اقبال کی کوٹھی پر بھی بم پھینکوایا۔ عدل و انصاف سر بگریباں ہے کہ فرض شناس امن کی خواہاں پولیس نے شیخ صاحب کی کوٹھی پر بم دھماکہ کے کیس میں امان اللہ کو گرفتار کر کے پھر بھی بے گناہ قرار دے دیا اور اس کے خلاف پرچہ بھی خارج ہو گیا۔ جب کہ باب عمر رضی اللہ عنہ بم کیس...... جھنگ کی تاریخ کا سب سے بڑا المناک واقعہ ہوا تھا۔ اہلسنّت کے بار بار مطالبات پر ان کی دادرسی...... اس طرح کی کہ اہلسنّت والجماعت کے کئی افراد گرفتار کر لئے۔

ذیل میں جھنگ میں اہلسنّت پر کئے گئے مظالم کی کچھ تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

1- احمد پور سیال میں ایک اہلسنّت نوجوان محمد اشفاق کو قتل کیا گیا۔ طویل عرصہ تک مطالبات کے بعد اس کے ملزمان کو گرفتار کیا گیا، لیکن اصل مجرم عاشق حسین اب تک گرفتار نہیں کیا گیا، جب کہ گرفتار شدگان کو بھی بے گناہ قرار دیا جا رہا ہے۔

2- اکتوبر 1989ء میں سرگودھا روڈ پر حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ملزموں

کی نامزدگی کے باوجود کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا۔

3- سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی پر گڑھ مہاراجہ میں قاتلانہ حملہ ہوا، لیکن کوئی ملزم گرفتار نہ کیا گیا۔

4- 22 فروری 1990ء کو سرمایہ اہلسنّت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی... شہید کر دیئے گئے۔ جس میں قبل از وقت اور اب تک نشان دہی کے باوجود سازش میں ملوث عناصر کو گرفتار نہیں کیا گیا۔

5- 22 فروری 1990ء کو ہی جھنگ شہر میں ایک نوجوان محمد آصف ندیم کو شہید کر دیا گیا اور کئی افراد زخمی ہو گئے۔

6- 22 فروری 1990ء کی شب ہی زیدی ہاؤس جھنگ صدر سے فائرنگ کے نتیجہ میں پانچ آدمی زخمی ہوئے، جن میں ایک نوجوان محمد عمران کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ لیکن کوئی ملزم گرفتار نہ ہوا۔

7- 17 مارچ 1990ء کو جھنگ سٹی میں لال مسجد کو آگ لگا دی گئی، لیکن کوئی ملزم گرفتار نہیں ہوا۔

8- 18 مارچ کو جھنگ صدر میں مسجد حافظ سلطان والی کو آگ لگائی گئی، لیکن ملزمان کو چھوڑ دیا گیا۔

9- 19 مارچ کو پولیس نے لال مسجد میں گھس کو نمازیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، اور اہلسنّت کے پینتالیس آدمی گرفتار کر لئے، جب کہ بہت سے نمازی زخمی ہو گئے...... مسجد خون میں نہا گئی۔

10- 23 مارچ کو باب عمر رضی اللہ عنہ پر بم دھماکہ ہوا.... جس کا تذکرہ گزر چکا ہے، لیکن اتنے بڑے سانحے پر بھی نامزد ملزمان دندنا رہے ہیں۔

11- اسی 23 مارچ کے واقعے میں تخریب کار ''یونس'' موقع پر پکڑا گیا....جو بلوے کی نذر ہو گیا۔ اس کیس میں ہمارے دو کارکن محمد الیاس اور مولوی زاہد الراشدی کو ناجائز طور پر گرفتار کیا گیا۔ ان دونوں کی ہر طرح سے صفائی دی جا سکتی ہے۔

12- شیخ محمد اقبال ایم۔ پی۔ اے کے گھر پر بم پھینکا گیا، ملزمان امان اللہ سیال اور مختار سیال کو بے گناہ قرار دے دیا گیا اور دیگر ملزمان گرفتار نہیں کئے گئے۔

13- 22 اپریل کو حق نواز شہید مسجد کے جنرل سیکرٹری محمد اقبال ملک کے گھر قتل کی نیت سے مسلح افراد داخل ہوئے، انہیں نہ پا کر گھر کے زیورات و نقدی لوٹ کر لے گئے۔ مندرجہ پرچہ میں مشتبہ افراد کی فہرست دی گئی، مگر کوئی ملزم گرفتار نہ کیا گیا۔

14- مولانا صادق حسین شاہ صاحب کے مدرسہ علوم الشرعیہ کو آگ لگائی گئی۔ پرچہ نامزد ہونے کے باوجود کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

15- ہماری چار فیکٹریاں، ایک پٹرول پمپ، متعدد مکانات، دوکانیں، ویگنیں، بسیں، رکشے، اور موٹر سائیکلیں جلائی گئیں۔ نہ ملزمان گرفتار ہوئے اور نہ ہی کسی کو معاوضہ دیا گیا۔

16- 9 مئی کو پولیس کانسٹیبل کے مقدمہ قتل میں سیٹھ مقصود، سیٹھ اسلم، حفیظ گادھی کونسلر اور محمد ہاشم دوکاندار کو گرفتار کیا گیا....جب کہ چاروں بے گناہ ہیں، سپاہ صحابہ ہر قسم کی صفائی دینے کیلئے تیار ہے۔

17- 11 مئی کو سپاہ صحابہ کے کارکن رکشہ ڈرائیور رمضان عرف جانی شاہ کو قتل کر کے لاش باب عمر پر پھینک دی گئی۔ کوئی ملزم گرفتار نہیں کیا گیا۔

18- 12 مئی کو سبزی منڈی جھنگ شہر میں شیعہ غنڈے سرعام فائرنگ کرتے رہے، نیشنل بنک لوٹنے کی کوشش کی گئی.....عملے کو بمشکل بچایا گیا۔ کئی سُنی افراد زخمی ہوئے

ایک بوڑھا شخص اپنی دوکان پر گولی لگنے سے زخمی ہوا۔

19- 13 مئی کو سرگودھا روڈ محلّہ پرانا باغ میں شیعہ غنڈوں نے اندھادھند فائرنگ کی، ایک دولن فیکٹری کو آگ لگادی گئی۔ ایک پٹرول پمپ جلادیا گیا، کئی مکانات نذر آتش کردیئے گئے۔ لوٹ مار اور کئی افراد کا زخمی ہونا اس کے علاوہ ہے۔

20- جھنگ شہر سپاہ صحابہ کے جنرل سیکرٹری منیر پہلوان کے گھر میں پولیس داخل ہوکر ہزاروں روپے کے زیورات، پارچہ جات، نقدی اور لاکھوں کا گھریلو سامان اٹھا کر لے گئی، مگر پولیس کے خلاف پرچہ کون درج کرے اور گرفتار کیسے کوئی کرے......

ع وہی ذبح کرے وہی ثواب لے، الٹا

21- 11 مئی کو جھنگ سٹی میں فاروقیہ اور منشیانوالی مساجد کے قریب بم کے دھماکے ہوئے، جس سے کئی افراد شدید زخمی ہوئے، لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہ لائی گئی۔

کہاں تک لکھا جائے......تادم تحریر دہشت گردی اور یکطرفہ مظالم کی چکی اہلسنّت والجماعت کے خلاف چل رہی ہے۔ کاروبار ختم ہیں......لوگ عدم تحفظ کا شکار ہوکر رات پہرہ دیتے بسر کرتے ہیں......امن قائم کرنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی گئی۔ محض اپیلوں اور دعووں کے بل بوتے پر امن قائم رکھنے کا مدار ہے۔ یہ چار پانچ ماہ کی ہلکی سی جھلک ہے۔ اب ہمیں یہی بتلایا جارہا ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(از ملک شہادت علی طاہر جھنگوی صاحب)

سلامتی فکر

مَیں (طاہر جھنگوی) میرے بھائی اور مولانا محمد صدیق طارق صاحب......ہم سب ایک ہی کار میں مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر میں تھے۔دوران گفتگو ہم نے متفقہ تجویز پیش کی اور مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مطالبہ کیا کہ بعض علماء،ہم سے اختلاف رکھتے ہیں، بلکہ تقاریر،مواعظ،مجالس میں ہم پر طنز (ہٹ) کرتے رہتے ہیں۔پھر انہی اسٹیجوں پر وہ بھی....اور آپ اور ہم بھی اکٹھے شریک جلسہ ہوتے ہیں اور پروگرام مشترکہ ہوتے ہیں۔ آپ اپنے کارکنوں کو سختی سے منع کردیں کہ ایسے لوگوں کو ہرگز نہ بلایا کریں......جن کی رائے ہمارے بارے میں اچھی نہیں ہوتی،یا آپ خود ایسے حضرات سے بائیکاٹ کریں،ان کے ساتھ تقاریر نہ کریں۔

ہم نے اس مطالبے پر خاصا زور دیا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو قائل کرنے کیلئے بڑی دیر تک دلائل دیتے رہے......جب ہمارا تقاضا اور اصرار بہت بڑھا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مہر خاموشی توڑی اور اگلی سیٹ سے مڑکر بڑے غصیلے لہجے میں دکھیا ہو کر فرمایا!اچھا...تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری توانائیاں اپنوں ہی کے خلاف استعمال ہونی شروع ہو جائیں؟ہم آپس میں ہی الجھ پڑیں تاکہ کارکنوں کے دلوں میں بھی بددلی پیدا ہو اور جگ ہنسائی علیحدہ ہو۔ کیا ہوا؟اگر کچھ حضرات ہمارے ہم نوا نہیں یا انہیں مخلصانہ طور پر ہمارے طریق کار یا ہمارے انداز سے اختلاف ہے۔

آخر یہ طریق کار کا ہی اختلاف ہے نا......دفاع صحابہ اور مدحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تو ہمارا موقف مشترکہ ہے۔ہمارا موقف،نصب العین،مقصد تو ایک ہی ہے...... بھائی!پھر اتنا تعصب اور اہل حق سے......؟

آپ حضرات کو اتنی سوجھ بوجھ نہیں ...... بھلا وہ میرے پیروکار ہیں کہ جس طرح مَیں کروں .....وہ ذرا برابر اختلاف نہ کریں۔اپنوں کے بارے میں آئندہ ایسی بات منہ پہ نہیں لانی ہوگی۔زیادہ سے زیادہ میری مخالفت کرتے ہوں گے،اس سے ہمارے کاز کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔یہ سوچ متعصبانہ ہے۔

(از حافظ فلک شیر صاحب)

اَن پڑھ حق نواز

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے۔جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سرحدی علاقوں میں شہرت و مقبولیت عروج پہ تھی۔

جامع مسجد قاسم جان قصہ خوانی بازار پشاور میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر تھی...... مجمع تا حد نگاہ تھا۔ بڑی جوشیلی اور پُر اَز معلومات تقریر ہوئی۔غالباً یہ جلسہ مولانا محمد اشرف صاحب نے کروایا تھا۔اس تقریر سے پوری انتظامیہ میں ہلچل مچ گئی۔چند تقریروں کے بعد ہی آپ پہ پابندی عائد کر دی گئی اور زباں بندی کے احکامات جاری ہوگئے تھے۔مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے طے کر لیا تھا کہ اس جلسہ میں شریک ہونا ہے۔ربیع الاوّل کے دن تھے، دوپہر کے بعد جلسہ شروع ہوا۔پولیس نے چاروں طرف سے مسجد کو گھیرے میں لے لیا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے گرفتاری سے بچنے کیلئے تقریر ختم کرتے ہی ایک صاحب کو دعا کروانے پر لگا دیا اور خود چپکے سے کھسک گئے۔اور مسجد کے اندر سے سیڑھی لگا کر ایک مکان میں کود گئے اور یہ جا..وہ..جا......

......ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس کلہاڑی رکھتے تھے۔جاتے ہوئے آپ اپنی اشیاء،کلہاڑی،ٹوپی،عینک اور رومال مجھے دے گئے۔جلسے کے منتظمین سے بھی کہہ دیا تھا کہ

انہیں میری ٹوپی پہنا کر کلہاڑی ہاتھ میں تھما کر تم پندرہ، بیس آدمی اس کے پیچھے ہولینا اور ان کا سامان بھی تم اٹھالینا...... چنانچہ جب مَیں مولاناؒ کی عینک سجائے، ٹوپی پہنے، ہاتھ میں کلہاڑی لئے.....عوام کے ایک بڑے ریلے کے ساتھ آہستہ آہستہ مین گیٹ سے باہر نکلا تو ایک مجسٹریٹ صاحب نے آگے بڑھ کر مجھے گرفتاری کے آرڈر دکھا کر ان پر دستخط کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مَیں نے وہ کاغذات ہاتھ میں لئے اور کافی دیر تک انہیں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور پھر وہ کاغذات بغیر دستخط کئے مجسٹریٹ صاحب کی طرف بڑھا دیئے۔ مجسٹریٹ صاحب نے مولاناؒ کی جرأت و بے باکی کا شہرہ سُن رکھا تھا......میرے کاغذات واپس کرنے سے سمجھا کہ......حق نواز صاحب اس طرح آسانی سے کاغذوں پر دستخط کر کے قابو میں آنے والے نہیں، اور ابھی زبردستی سے حالات بگڑ سکتے ہیں۔ اس لئے نرمی سے گھیرا ڈالے رکھا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔

حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ مَیں نہ تو حق نواز تھا اور نہ ہی پڑھا لکھا آدمی ہوں۔ انگریزی تو کیا اردو میں بھی دستخط نہیں کرنے آتے۔ یہ سارا چکر اس لئے چلا رہا تھا کہ اس دوران مولانا کسی ٹھکانے پہ پہنچ جائیں اور میں انہیں الجھائے رکھوں......جس میں مَیں کامیاب رہا۔

اب مَیں نے جیب سے کاغذات نکالے اور آہستہ آہستہ ٹٹول کر اپنا شناختی کارڈ نکالا جس پر میرا فوٹو اور دستخط کی بجائے انگوٹھا لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر ”صاحب“ بڑے شرمندہ ہوئے...... پوچھنے لگے، حق نواز کہاں ہے؟ مَیں نے کہا...مجھے کیا معلوم! وہ اس وقت کہاں ہیں۔

وہ کہنے لگے! مَیں نے حق نواز کو تقریر کرتے خود دیکھا ہے، اس کا یہی حلیہ تھا...... ہاتھ میں کلہاڑی، ایسی عینک اور ٹوپی۔ اگر تم نہیں ہو تو وہ کہاں گیا؟ مَیں چپ چاپ منہ

تلملا رہا۔اب اس نے سی۔آئی۔ڈی والوں سے پوچھا تو سب نے کہا.....یہی حق نواز ہے، شناختی کارڈ اور ہے یہ چکر دیتا ہے۔مجسٹریٹ میرے چہرے مہرے سے پوری بات سمجھ گیا۔ اور اپنی انتظامیہ پر برسنا شروع ہوا کہ یہ تمہاری کارکردگی ہے؟وہ تو نکل گیا......اب کیا رَٹ لگا رکھی ہے،تم نرے بدھو ہو۔یہ ہرگز وہ نہیں ہوسکتا۔وہ انہیں کوستا ہوا مجھ سے کوئی تعرض کئے بغیر چلا گیا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس دوران طے شدہ پروگرام کے مطابق ویگن اسٹاپ پر پہنچا دیئے گئے۔ادھر سے مَیں بھی وہاں پہنچا۔جب ہم نے اطمینان کرلیا کہ خطرہ ٹل چکا ہے تو ہم وہاں سے چکوال کیلئے روانہ ہوگئے ...جہاں رات کے جلسے میں شریک ہونا تھا۔چکوال میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خود حضرت پیر مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سرگزشت سنائی......حضرت بڑے خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے۔رات کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جلسے سے خطاب کیا۔پھر مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ہمراہ ہم چنیوٹ پہنچ گئے اور پھر وہاں سے حضرت چنیوٹی صاحب نے اپنی گاڑی میں ہمیں جھنگ پہنچادیا۔

تیسرے دن پشاور پولیس آ پہنچی......اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پشاور میں زبان بندی، داخلہ بندی کے کاغذات پر تعمیل کروائی۔اس کے بعد ایک عرصہ تک مولانا رحمۃ اللہ علیہ پشاور نہ جاسکے،تا آنکہ انجمن سپاہ صحابہ قائم ہوئی تو پھر سے آپ کے دوروں کے پروگرام چل نکلے......

☆☆☆☆

استقبال، یا......

یہ بھی ان دنوں کی بات ہے،جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ دور دور تک ہو چکا تھا،مگر بعض علاقوں کے لوگوں نے ابھی تک آپ کو سُنا یا دیکھا نہ تھا۔ایسا ہی معاملہ دیناج پور کے

ایک جلسے میں ہوا۔

ہوا یوں کہ منتظمین جلسہ نے بہاول پور کار بھجوادی تھی۔مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی سواری میں بیٹھے رہے اور مجھے اس کار میں بنا سنوار کر فرنٹ سیٹ پر بٹھادیا۔اپنی گاڑی اس سے ذرا فاصلے پر رکھی۔اب جونہی ہماری کار جلسہ گاہ کے قریب پہنچی تو کارکنوں اور عوام کا ریلہ نعرے مارتا ہوا میری کار کے گرد اکٹھا ہوگیا اور مجھے حق نواز سمجھ کر پھولوں کی پتیاں، مصافحوں اور نعروں سے نوازنا شروع کردیا......اس شور میں میری کون سنے...کہ مَیں حق نواز نہیں ہوں۔ جذباتی کارکنوں نے کار ہی ہاتھوں پہ اٹھالی اور مَیں مارے خوف کے کانپنے لگا۔خدا خدا کر کے گاڑی سے نکل کر گھسٹتا ہوا جلسے کے اندر پہنچا۔جب کہ اس اثناء میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر پہنچ چکے تھے، اور اب نعروں کا رُخ ان کی طرف پھر گیا تھا۔مَیں شرمندگی سے پسینہ پونچھنے لگا......بعد میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا!تم کہتے تھے، بڑے مزے کی لیڈری کرتے ہو، اتنی عزت اور قدر ہوتی ہے......آج تمہیں بھی مزا چکھادیا۔

مَیں نے کہا!مَیں آئندہ اس قدر و منزلت سے باز آیا، میری ہڈیاں پسلیاں اب بھی دکھ رہی ہیں۔یہ دھکم پیل اور کھینچا تانی......اچھی عقیدت ہے!

☆☆☆☆

بھولا بھائی

مَیں اکثر سفروں میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا۔مَیں کھانا حضرت کے ہاں ہی سے کھاتا تھا۔خود اپنے ہاتھوں سے اٹھالاتے اور کھلاتے تھے۔مَیں چونکہ بھولا بھالا سا ہوں ....تو کئی حضرات نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ دیا کہ اپنے اس نعت خواں اور محافظ کو بدل دیں یہ بہت ہی سادہ لوح اور بھولا بھالا ہے۔کوئی ہوشیار سا آدمی ہونا چاہئے۔تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے!میرے لئے یہی سادہ سا، بھولا بھالا اچھا ہے......کوئی اور ہوتا تو کب کا میرا سودا

کرلیا ہوتا۔یہی ہے....جو مجھے بیچتا نہیں۔مولانا نے میرا مزاج دیکھ کر دو نصیحتیں کی تھیں۔
(۱) کبھی مانگنا نہیں (۲) لڑنا نہیں، چاہے کچھ ہو جائے....حوصلہ کرنا ہوگا۔

☆☆☆☆

اور نماز ٹوٹ گئی ......

تھانہ ترنڈہ محمد پناہ (رحیم یار خان) میں حاجی محمد امیر صاحب کی دعوت پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ جلسے پر پہنچے ہوئے تھے۔تقریر کر چکے تھے۔وضو کی تیاری کر رہے تھے کہ جماعت کھڑی ہو گئی۔مَیں وضو کروا رہا تھا۔اتنے میں مَیں نے پولیس کی بھاری جمعیت آتے دیکھی۔مَیں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا! پولیس آگئی، شاید گرفتاری ہے۔انہوں نے فرمایا! کوئی حویلی یا مکان دیکھو۔مَیں نے ایک حویلی کے اندر انہیں بند کر دیا اور آگے سے دروازے لگا لیے۔اندر سے آپ سیڑھی لگا کر دیوار پار کر گئے۔مجھے کہہ گئے کہ مقبول ڈرائیور کے ساتھ چند علماء کو لے کر میرا روپ دھار کر نکل کھڑے ہونا۔اتنے میں پولیس نے بھی نماز شروع کر دی۔ہمیں موقع مل گیا۔جب امام سجدے میں گیا....تو ہماری گاڑی چلی۔ایک سپاہی نے کن انکھیوں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی جاتی دیکھی تو شور مچا دیا......مولانا حق نواز فرار ہو گئے۔پولیس والے نماز چھوڑ چھاڑ کر وہیں سے بھاگ کھڑے ہوئے......مگر ہماری کار نکل چکی تھی۔انہوں نے وائرلیس سے ترنڈہ میں اطلاع دی کہ فلاں نمبر فلاں رنگ کی کار، جس میں حق نواز سوار ہے...روک لی جائے۔کچھ فاصلے پر ہماری کار روک لی گئی۔ایک ایک آدمی کی چھان بین ہوئی۔میرے پاس اپنا شناختی کارڈ موجود تھا انہوں نے کہا! مولانا حق نواز اتر آئیں....جب مَیں نہ اترا تو مجھ کھینچ کر اتار لیا اور میری تلاشی شروع کر دی جب میرا شناختی کارڈ دیکھا اور دیگر علماء بھی چیک کر لئے گئے تو پولیس کی شرمندگی کی انتہا نہ رہی۔

اِدھر مولانا موٹر سائیکل پر وہاں سے لیاقت پور اور وہاں سے چنی گوٹھ پہنچے۔ جہاں آپ کو ایک جلسے سے خطاب کرنا تھا۔ مجھے اور ڈرائیور مقبول کو حراست میں لے لیا گیا مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پیدل کیچڑ میں جاتے ہوئے (شدید بارش میں) مجھے اور مقبول کو حراست میں اور اپنی گاڑی کو بھی دیکھا۔ موٹر سائیکل والا آگے آگے اور مولانا پاپیادہ دور کھیتوں میں گھومتے پھرتے روڈ پر پہنچے۔ آگے پھر ہر طرف سے پولیس کی ناکہ بندی تھی۔ وہاں سے احمد پور شرقیہ جا پہنچے۔ یہاں بھی پولیس کا زبردست پہرہ، ناکہ بندیاں وغیرہ تھیں۔ اپنے ساتھیوں کو تو واپس کیا۔ حلیہ پہلے سے بدلے ہوئے تھے۔ ایک عام سے ہوٹل میں بیٹھ گئے اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر ستانے کے بعد ہوٹل والے سے پوچھا! یہ اس قدر پولیس کیوں پھر رہی ہے؟ اس نے جواب دیا! مولانا حق نواز جھنگوی کو آنا تھا، مگر ڈی۔سی نے پابندی لگا دی ہے اور اب پولیس انہیں قید کرنا چاہتی ہے۔ مولانا نے اس سے پھر پوچھا! کیا وہ اب آسکیں گے؟ ہوٹل والے نے کہا! سنا ہے کہ وہ بڑے قدآور اور جرأت مند آدمی ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ وہ ضرور پہنچ جائیں گے۔ مولانا نے پوچھا! اتنی پولیس میں بھی آجائیں گے؟ اس نے کہا ضرور پہنچیں گے۔ پھر سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا! میاں صوفی جی، وہ بڑے ہوشیار آدمی ہیں جب وہ آئیں گے تو ہر طرف ہلچل مچ جائے گی۔ مولانا کہتے ہیں.... مَیں نے منہ میں پانی سا بھر لیا کہ آپ جلسے میں تو ضرور جائیں گے ....: مجھے بھی ساتھ لے جائیں، مَیں باہر سے آیا ہوں، ناواقف آدمی ہوں۔ اس نے کہا! بڑے شوق سے.... مَیں ضرور آپ کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ مولانا نے کہا! اچھا ایک پیالی چائے کی تو پلا دو۔ اس نے چائے پلائی اور جلدی سے ایک اور آدمی کی ذمہ داری لگا کر جلسہ گاہ کی طرف چل نکلا۔ وہ کہنے لگا، صوفی جی جلدی کیجئے.... رونق میلہ نکل جائے گا۔ اب ہوٹل والے صاحب آگے آگے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ

اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے احمد پور شرقیہ کے جلسے میں جا پہنچے۔ عام پنڈال میں سرنگوں ہو کر جلسہ گاہ میں بیٹھ گئے۔ جب کہ اس وقت تک جلسہ والے بھی نہیں پہچانتے تھے کہ حق نواز کون ہیں۔ آپ خاموش بیٹھے رہے۔

اِدھر ہمیں بھی چھوڑ دیا گیا اور ہم بھی احمد پور شرقیہ کے جلسہ میں پہنچ گئے۔ جب میری نظم شروع ہوئی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ اسٹیج کے قریب آنے لگے جب بالکل قریب آ گئے تو اسٹیج پہ موجود ساتھیوں نے پہچان لیا اور یک دم...... جیوے جیوے حق نواز اور آ گیا بھئی آ گیا، چھا گیا بھئی چھا گیا...حق نواز چھا گیا، کے نعرے گونجنے لگے۔ اس پر ایس۔ پی صاحب اور دیگر انتظامیہ چونک اٹھی۔ اس بات سے دنگ رہ گئی کہ ہماری اتنی نا کہ بندی توڑ کر کیسے پہنچ گئے۔

لطیفہ: احمد پور شرقیہ کے ایک مولوی صاحب نے قسم اٹھا رکھی تھی کہ حق نواز کو یہاں تقریر نہیں کرنے دی جائے گی۔ اگر اس نے تقریر کر لی تو میری بیوی کو طلاق ...... چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے دوران جہاں معمول کے مطابق دوسرے نعرے لگتے تھے۔ وہاں یہ نعرہ بھی لگا، بیوی گئی... بیوی گئی... بیوی گئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تقریر ہی پوچھا کہ یہ کیا نعرہ ہے؟ تو انہیں بتلایا گیا کہ واقعی ایک صاحب کی بیوی ہاتھ سے گئی۔ چنانچہ ان صاحب کی بیوی اسی وقت گھر چھوڑ گئی......

☆☆☆☆

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جھنگ صدر میں کہیں خطاب کرتے تو کوئی چیز کھا پی لی تو علیحدہ بات ہے، لیکن نقدی وصول کرنا گناہ خیال کرتے تھے۔ اس سلسلے میں کئی ایک واقعات ہیں کہ کسی نے تقریر کے بعد کچھ دینا چاہا تو برا منایا اور کبھی وصول نہ کیا۔ فرماتے! یہاں میرا کرایہ خرچ ہوا نہ ہی گاڑی کا تیل... تو کیا محض وعظ بیچتا پھروں، اور عاقبت خراب

کروں؟اس سلسلہ میں قطعاً کوئی چیز لینے کے روادار نہ تھے۔

گزشتہ سال کی بات ہے...... مومن پورہ میں ایک جلسہ سے خطاب کیا، جب واپس جارہے تھے تو ایک صاحب تیزی سے آئے اور ساتھ چلتے چلتے چپکے سے آپ کی جیب میں کچھ نقدی ڈال دی۔ مولانا وہیں کھڑے ہوگئے اور فرمایا! فوراً انہی ہاتھوں سے خود ہی نکال لو ورنہ مَیں نکال کر پھینک دوں گا اور پھر کبھی تمہارے ہاں نہیں آؤں گا۔

(از مولانا ایثار القاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ)

شہادت کا یقین

شہادت سے ایک دن قبل 21 فروری 1990ء کو ہم سروسز ہسپتال لاہور (جہاں مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہ مقیم تھے) گئے، تا کہ انہیں قتل کی ایرانی غیر ملکی سازش سے مطلع کریں۔ ہم نے چنیوٹی صاحب کو اپنے ذرائع اطلاعات سے مطلع کیا اور انہیں اپنی حفاظت کیلئے خصوصی توجہ دلائی۔ انتظامات پر مشورے کئے۔ واپسی پر جب ہم سیڑھیوں سے اتر رہے تھے ....تو مَیں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے شکایتاً کہا کہ آپ پہلے اپنے ساتھ حفاظت کیلئے برائے نام ایک دو بندوقچیاں سی رکھتے تھے......ان سے بھی دشمن پر بڑی دھاک اور دہشت بیٹھی ہوئی تھی۔ مگر جب سے یہ اطلاع ملی ہے کہ بیس سے پچیس دن کے درمیان عملاً اقدام کیا جائے گا تو آپ نے وہ رکاوٹ بھی راستے سے ہٹادی (یعنی باڈی گارڈ ہٹادیئے) تا کہ آسانی سے نشانہ بن سکیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے رک کر سیڑھیوں ہی پہ میرا ہاتھ پکڑا اور میری شہادت کی انگلی بند کر کے گویا ہوئے ''ہن آئی جو کھڑی اے، مَیں کیویں رُکیساں؟ تے گن مین کیویں روک لیسن'' (یعنی اب تو آ پہنچی ہے، مَیں کیسے روک لوں گا؟ اور گن مین کیسے روک لیں گے) گویا کہ مولانا کو اپنی شہادت کا مکمل یقین ہو چکا تھا...... مگر بجائے خوف اور

ڈر کے پہلے سے زیادہ بے خوفی اور طمطراق سے بولتے تھے۔فرماتے !اندرا گاندھی تو بڑا مضبوط انتظام کئے ہوئے تھی...پھر وہ نشانہ بن گئی۔فرماتے !موت کا ایک دن متعین ہے۔

☆☆☆☆

اور پابندی اٹھ گئی

جامعہ اشرفیہ اوکاڑہ کا جلسہ تھا۔باقاعدہ منظوری لی گئی تھی،مگر عین وقت پہ اپنی عادت کے مطابق انتظامیہ نے پابندی لگا دی۔مَیں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا!جلسہ ضرور ہوگا اور آپ کی تقریر بھی بہر حال ہونی ہے۔لہٰذا آپ زبان بندی یا داخلہ بندی کی تعمیل نہ کریں ......مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور تھوڑی دیر تامّل کے بعد فرمایا !اچھا تو جاؤ پھر جا کر ڈی سی صاحب سے کہہ آؤ کہ یہ جلسہ ضرور ہوگا اور اس کی تقریر بھی ہوگی۔اگر مسجد میں پابندی لگائی گئی تو یہ جلسہ جی ٹی روڈ پر ہوگا۔آگے آپ کی مرضی.....چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے یہ سننے کے بعد پابندی خود ہی ہٹالی اور جلسہ بخیر و خوبی ہوا۔

خطاب اوکاڑہ سے اقتباس

چودہ صدی بعد یار و اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ماؤں کو گالیاں،بیٹیوں کو گالیاں ہائے اللہ!زمین پھٹتی کیوں نہیں؟یا اللہ!تیری کیا حکمتیں ہیں......چودہ صدیاں بیت گئیں جن لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آنکھیں بچھائیں تھیں......صدیوں بعد آج انکی مائیں محفوظ نہیں۔اللہ!ہم کس برے ماحول میں آگئے...اللہ!ہم کس دور میں پیدا ہوئے۔چھا گئی ہے شیعت،چھا گیا ہے کفر،چھا گیا رفض......آج ساری دنیا لمبی چادریں تان کے سوئی ہوئی ہے....اٹھتے کیوں نہیں؟جور و ظلم کیا کرے گا...تشدد کیا کرے گا ہتھکڑی کیا کرے گی...جیل کیا کرے گی...اور گولی کیا کرے گی......

(از حافظ اللہ دتہ صاحب)

مدرس مسجد حق نواز شہید

غیرت ...... حمیت

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار ہو کر جیل پہنچ چکے تھے۔ میری ان سے عقیدت و محبت بھری راہ و رسم پیدا ہو چکی تھی۔ ان دنوں مَیں ایک دوکان پر کام کیا کرتا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مصروفیات اور مسجد میں رش اور صفوں اور دیگر کام کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں کوئی خادم ٹھہرتا نہیں تھا۔ یکے بعد دیگرے کئی تعینات کئے گئے اور چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے۔ بعض مرتبہ مسجد میں نماز پڑھانے والا کوئی نہ ہوتا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جیل سے ایک چٹ لکھی۔ جس میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ مسجد کی امامت، تدریس اور خدمت کا کام سنبھالو۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا کہ دین میری ذاتی جاگیر نہیں اور نہ ہی اس کی تمام ذمہ داری مجھ پر آتی ہے، یہ ہم سب کی مشترکہ میراث ہے۔ تم میرے دائیں بازو بنو اور مسجد کو ویرانی سے بچاؤ..... چنانچہ مَیں نے ان سے جیل میں ملاقات کی تو آپ نے فرمایا! تم اللہ پر توکل کر کے بغیر تنخواہ اور شرائط کے بیٹھ جاؤ، خواہ تمہیں وہاں کچھ بھی نہ ملے۔ چنانچہ اس دن سے مسجد کا کام مَیں نے سنبھال لیا۔ تنخواہ وغیرہ خود انتظامیہ مسجد نے اپنی صوابدید کے مطابق دینی شروع کر دی تھی۔

جس واقعے سے مَیں زیادہ متاثر ہوا، وہ یوں تھا...... کہ شیعوں کے گڑھ بلاق شاہ کے محلے میں ایک سُنی اپنا مکان بنوا رہا تھا... شیعہ رکاوٹ بنے اور مکان کی تعمیر رک گئی۔ پولیس پہنچی، مگر اس نے بھی کوئی کارروائی نہ کی، پڑوسی علماء کے بھی شیعہ مقابل آ گئے۔ اتفاق سے مولانا اپنے گھر پر موجود تھے۔ اس بات کی اطلاع ملتے ہی غیض و غضب سے پھٹنے لگے

اسی وقت روانہ ہوئے، مَیں ساتھ ہولیا۔ بلاق شاہ کی مسجد کے قریب جہاں وہ مکان تعمیر ہو رہا تھا...کافی لوگ اکٹھے تھے .....جن میں شیعہ بھی تھے، تھانے دار اور پولیس وغیرہ اور کچھ علماء اور دیگر معززین بھی شامل تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے، مگر غصے سے سرخ ہو رہے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تھانے دار سے پوچھا! یہ مکان کس کا ہے؟ اس نے کہا! سُنی کا .... پھر پوچھا! کیا کمیٹی سے نقشہ منظور کروا رکھا ہے، اور اس کے پاس اجازت نامہ ہے؟ اس نے کہا! جی ہاں ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پھر پوچھا! یہ کیا ماجرا ہے اور شیعوں کی طرف اشارہ کر کے .... یہ کیوں کھڑے ہیں؟ تھانے دار نے کہا! یہ اپنے مرکزی امام باڑے کے پاس پختہ مکان نہیں بنانے دیتے۔ اس پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! آپ کیوں آئے ہیں اور یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ اٹھیں اور چلے جائیں۔ یہ فیصلہ اب مَیں کروں گا۔

ادھر شیعہ ''یا علی مدد'' کے نعرے لگا رہے تھے اور چھرے لہرا رہے تھے، ہاکیاں اٹھائے کھڑے تھے۔ جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تھانے دار سے یہ کہا کہ تم چلے جاؤ.....تو ایک شیعہ بولا: یہ شرارتی مولوی آ گیا، اب یہ لڑائی ڈالے گا۔ اس کے یہ کہنے کے ساتھ ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پاؤں سے جوتی اتاری اور اس کے منہ پر دے ماری۔

معابعد شیعہ سُنی آمنے سامنے آ گئے۔ مگر چند ہی لمحوں میں شیعہ بھاگ کر اپنے امام باڑے میں روپوش ہو گئے اور نعرہ بازی بھی ختم گئی۔ جبکہ سُنی پاس ہی ایک لکڑیوں کے ٹال سے لکڑیاں، ڈنڈے اٹھا کر میدان میں آ گئے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے گرج کر کہا! مکان بھی سُنی کا ہو، قانونی طور پر بھی سُنی نے پوری کاروائی کی ہو اور شیعہ پھر بھی رکاوٹ بنے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اس کے ساتھ ہی مکان کی تعمیر شروع ہو گئی اور وہ مکان آج بھی پورے طمطراق سے رافضیوں کا منہ چڑا رہا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ گرجتے برستے رہے، مگر ادھر سب کا نشہ ہرن ہو چکا تھا اور پولیس کو بھی جھاڑ پلا

کر رخصت کر دیا گیا۔

☆☆☆☆

خودداری

مقامی ایم۔ پی۔اے کے ایک قریبی عزیز جامعہ محمودیہ اور پیپلیانوالی مسجد (حق نواز شہید مسجد) کو چندہ وغیرہ دیا کرتے تھے۔ الیکشن 1985ء کے موقع پر وہ صاحب ایک معروف رافضی جاگیردار کے ساتھ جا ملے......جس سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کے سخت خلاف ہو گئے۔ ان صاحب نے ایک الیکشنی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا! ہم انہیں چندے دیتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں...یہ ہمارا کھا کر ہمیں ووٹ نہیں دیتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جب اسکے ان ہفوات کا علم ہوا تو مجھے بلایا اور فرمایا! فلاں شخص کی رسیدات اور رجسٹروں سے چندے کی تمام رقوم کا حساب کرو اور مجھے بتلاؤ، اسکی ایک ایک پائی واپس کرنی ہے۔ یہ بات اس شخص تک بھی پہنچ گئی....بڑا نادم ہوا۔ فوراً مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی کا خواستگار ہوا۔ بڑی مشکل سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ مانے اور معاف کیا۔

☆☆☆☆

کبیر والا میں ایک جلسے سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو خطاب کرنا تھا۔ آپ کی تقریر سے پہلے ناظم جامعہ محمودیہ عبدالخالق صاحب نے ایک مقرر صاحب سے ٹائم لے لیا کہ آپ جلسے میں ہمارے مدرسہ کیلئے گندم کی فراہمی کی اپیل کریں۔ چنانچہ انہوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے پہلے اپیلیں کیں اور کچھ گندم اور چندہ کا وعدہ لے لیا۔ بعد میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ہوا۔ واپسی پر مولوی عبدالخالق صاحب سے پوچھا کہ اس شخص سے تم نے کہا تھا؟ انہوں نے کہا! جی ہاں، یہ میرے کہنے پہ ہی اپیل کی گئی ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ زبردست ناراض

ہوئے اور فرمایا! تم تو میری تقریر خراب کرنے کیلئے ادھار کھائے بیٹھے ہو۔ آئندہ میرے کسی بھی جلسے میں ایسا نہ کیا جائے اس سے تو بات کا اثر ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ لوگ کہنے لگتے ہیں یہ چندے کا دھندا ہے......

☆☆☆☆

علماء کا احترام

علماء کرام کا حد درجے احترام کرتے تھے۔ جلسوں اور اجتماعات کے موقع پر علماء کی میزبانی خود کرتے.... ان کے سامنے اپنی ہیئت مثلاً ٹوپی، واسکٹ نہ پہنتے۔ معمولی سا رومال باندھ لیتے۔ نوجوانوں کو علماء و اکابرین کی خدمت پہ لگاتے، واپسی پر سفر خرچ دے کے سواری تک پہنچانے کیلئے کسی کو ساتھ بھیجتے۔

کہروڑ پکا کا واقعہ ہے! آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پہنچنے پر ہزاروں لوگ استقبال کیلئے امڈ آئے، اور نعرہ بازی ہو رہی تھی۔ اتنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اپنے ایک پرانے ہم درس (ClassFellow) پر پڑی (جو عمر میں آپ سے ذرا بڑے تھے اور آپ طالبعلمی کے دور میں بھی ان کا احترام کرتے تھے) آپ فوراً سواری سے اتر گئے، انہیں ملے اور کار کی اگلی سیٹ پر بٹھایا اور خود پیچھے بیٹھ گئے۔

☆☆☆☆

مہمان نوازی

مہمان نوازی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے اہم خوبی تھی۔ کسی بھی مہمان کو تواضع کے بغیر نہ جانے دیتے۔ اور اس سلسلے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ جیل، حوالات میں جن لوگوں نے آپ پر تشدد کئے، گالیاں دیں، گرفتاری کے موقع پر جن پولیس والوں نے لاٹھیاں برسائیں، سیکورٹی والے حتیٰ کہ آپ کے منہ پر تھوک دینے والے بھی...... آئے تو

ان کی بھی چائے پانی سے تواضع کی۔ پہچان لینے کے باوجود کبھی کسی کو جتلایا نہیں۔اگر کسی دوسرے نے کہہ دیا...تو اسے سختی سے خاموش کروادیا۔فرماتے! یہ تو اہلکار ہیں،ان کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ان کے بڑے افسران جو حکم دیتے ہیں،یہ اسی طرح کرتے ہیں۔

اہل سنت میں سے کسی سے نفرت آپ کی سرشت میں نہیں تھی۔البتہ شیعہ افسر ہو یا سپاہی....اس سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بات چیت ایک مشکل مرحلہ ہوتا تھا۔ایسے لوگوں کو مسجد میں نہ داخل ہونے دیتے،نہ کھل کر ان سے بات کر سکتے۔کسی شیعہ کا عقیدت مندانہ برتاؤ بھی قبول نہ تھا۔

☆☆☆☆

ہمدردی

قوم کی ہمدردی اور خیر خواہی ہی آپ کا ہمہ وقت وطیرہ تھا۔خاص کر اپنے محلے اور متعلقین کا پورا خیال رکھتے۔سفر سے واپسی پر بیماری،موت مرگ اور دیگر حوادث کا مجھ سے پوچھتے اور اس پر مناسب اقدام کرتے۔پھر مجھے ارشاد فرمادیا! تم اس سلسلے میں ایک فہرست بنادیا کرو کہ مجھے واپسی پر کس کس کی تیمارداری کرنی ہے اور کہاں کہاں تعزیت کیلئے جانا ہے کیونکہ مصروفیات کی وجہ سے غافل ہو جاتا ہوں۔

میرا ایک بھتیجا حافظ محمد حنیف،محلہ شیخ لاہوری میں میونسپل کمیٹی کی ٹریکٹر ٹرالی کے نیچے آگیا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا۔اطلاع ملنے پر مَیں وہاں پہنچا تو مقامی لوگ اسے ہسپتال لے جا چکے تھے۔میری چونکہ وہاں کوئی شناسائی نہ تھی،اس لئے واپس یہیں آ گیا۔خوش قسمتی سے حضرت جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ یہیں موجود تھے۔مَیں نے انہیں واقعے سے مطلع کیا تو فوراً مجھے ساتھ لیکر ہسپتال پہنچے۔وہاں کوئی ڈاکٹر موجود نہ تھا۔ایم۔ایس کے دفتر میں گئے...وہاں بھی کوئی موجود نہ تھا۔فوراً ایس۔پی،ڈی۔سی صاحبان کو فون کیا اور پوچھا کہ اس ہسپتال کا کوئی

وارث نہیں؟ یہاں کوئی بھی موجود نہیں۔

ڈی۔سی اور ایس۔پی دونوں ہسپتال پہنچے۔مولانا ؒ وہاں جمع لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے، لہجے میں درشتی تھی کہ ہر طرف اندھیر نگری ہے۔ یہ ہسپتال ہے یا درندوں کا مرکز؟ جہاں علاج ہوتا ہے یا خون پیا جاتا ہے؟

ڈی سی صاحب نے فوراً ڈاکٹروں کو بلالیا۔مولانا ؒ نے کہہ دیا...اگر میرا یہ بچہ فوت ہوگیا تو اس کا خون تم سب کی گردن پر ہوگا۔ پھر مجھ سے شکوہ نہ کرنا۔ چنانچہ تمام ڈاکٹروں نے بڑی تگ ودو اور محنت کی ۔الحمد للہ اسکی جان بچ گئی،البتہ ٹانگ پر گوشت لگوانا (سرجری) باقی تھا۔ایک ڈاکٹر صاحب خاصے برہم تھے۔انہوں نے یوں کہہ دیا! گوشت جا کر حق نواز سے لگواؤ جو بڑا ہمدرد بنا پھرتا ہے۔اس پر مولانا ؒ نے اسے یہاں سے تبدیل کروا کر بلوچستان کے کسی نامعلوم مقام پر تعینات کروادیا۔جس پر اس نے بگڑ کر استعفیٰ دے دیا تھا......

یہ سب کچھ دوسروں کیلئے ہوتا تھا۔اپنے بارے میں ان کا معاملہ بالکل مختلف ہوتا ایک مرتبہ ان کی اہلیہ بیمار تھیں ۔بیماری کی شدت کی وجہ سے انہیں ہسپتال داخل کروانا پڑا تو کسی کو اطلاع دیئے بغیر چپکے سے انہیں ایک کمرہ لے کر ہسپتال میں داخل کروادیا گیا۔ڈاکٹرز اور نرسوں کو بھی یہ احساس نہ دلایا کہ یہ مولانا حق نواز جھنگوی کی اہلیہ ہیں اور جب تک یہ اطلاع عام ہوئی تو وہ ہسپتال سے فارغ ہو چکی تھیں ۔اپنی ذات کیلئے کسی انفرادیت کے قطعاً روادار نہ تھے۔ بلکہ اپنے مفاد کو پیچھے رکھتے۔

☆☆☆☆

خدمت کیسے لی......

ایک مرتبہ کسی پروگرام سے تھکے ماندے پہنچے اور دفتر میں لیٹ گئے۔ مَیں نے درس گاہ سے تین چار بچے انہیں دبانے کیلئے بھیج دیئے۔ جب لڑکے جا کر دبانے لگے تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا! تم کہاں سے آئے ہو اور کس نے بھیجا ہے؟ جب لڑکوں نے بتلایا کہ ہمارے استاد جی حافظ اللہ دتہ صاحب نے بھیجا ہے تو فوراً بچوں کو واپس بھیج دیا اور خود تشریف لا کر مجھ سے زبردست ناراض ہوئے۔ کہنے لگے! تمہیں شرم کرنی چاہئے ...... یہ قرآن پڑھنے آتے ہیں نہ کہ ہماری نوکری کرنے۔ اگر زیادہ ہمدردی آرہی تھی تو تم خود آ کر دباتے، آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔

☆☆☆☆

میری حسرت

مَیں نے ابتدائی چند لحات چھوڑ کر باقی ساری عُمر اُن کے قریب رہ کر اسی مسجد میں گزاری۔ مگر آخری وقت میں حالات کی ناگفتہ بہ صورت حال کی وجہ سے مَیں صرف ان کے جنازے میں شامل ہوسکا۔ نہ غسل دینے میں اور نہ جامعہ محمودیہ تک ساتھ جانے میں اور نہ تدفین میں شریک ہوسکا۔ کیونکہ باہر دور دراز سے آنے والوں کیلئے کھانے پانی کا اور ٹھہرانے کا انتظام صرف مَیں کرسکتا تھا۔ کیوں کہ زبردست کرفیو کی وجہ سے کوئی چیز بھی بازار سے کئی دنوں تک حاصل کرنا ممکن نہ رہی تھی۔

از مولانا محمد عثمان مدنی صاحب
جامع مسجد العثمان (سیٹلائٹ ٹاؤن)

لاؤ تو کوئی ایسا......؟

غالبًا یہ 1988ء کا الیکشن تھا.....مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علمائے اسلام کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے۔راقم اس وقت پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا۔حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی الیکشن مہم کے سلسلہ میں ہماری بستی ''ہرل پور'' میں جلسہ رکھا گیا۔ بہت بڑا گراؤنڈ تھا تا حد نظر سَر ہی سَر نظر آ رہے تھے۔سب کی نگاہیں بستی کو آنے والی مین سڑک کی طرف لگی ہوئی تھیں۔بالاخر.... ''آ گیا بھئی آ گیا....حق نواز آ گیا، چھا گیا بھئی چھا گیا....حق نواز چھا گیا'' کے نعروں سے پنڈال گونج اٹھا۔(یاد رہے کہ یہ شہر کا مضافاتی علاقہ ہونے کی وجہ سے جاگیرداروں کے زیر اثر رہا ہے۔مالی اور علمی پسماندگی کی وجہ سے لوگ جہالت کا شکار ہیں اور رفض سے متاثر ہیں۔آج تک مذہبی اور سیاسی لحاظ سے ہماری جماعت کی صورتحال یہاں بڑی مایوس کن ہے)خیر ....تو تذکرہ کر رہا تھا کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر تشریف لائے۔آج مجھے قریب سے اس عظیم شخصیت کو دیکھنے کا موقع مل رہا تھا....جس کے غائبانہ تذکرے سُن سُن کر مَیں نے تصورات کی دنیا میں ایک ایسے حق نواز کی تصویر سجا رکھی تھی جو قد کاٹھ اور جسم کے لحاظ سے بسطةً فی العلم والجسم کا مصداق ہوگا.....مگر یہاں تو صورتحال ہی متضاد تھی۔خیر رات کے پچھلے پہر مولانا کی تقریر شروع ہوئی۔میری یادداشت کے مطابق مولانا نے کھل کر اپنے الیکشن لڑنے کی وجوہات بیان کیں اور مؤقف کو کھل کر بیان کیا ،اور سیاست میں عملی طور پر آنے کی وجوہات بیان کیں۔

اصل بات جو مَیں یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جلسہ ختم ہونے کے بعد

حضرت کو کھانے کیلئے ایک گھر میں لے جایا گیا۔میری یاداشت کے مطابق میزبان کی بیٹھک میں چار پائی پڑی ہوئی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہیں بیٹھے بیٹھے لیٹ گئے۔دو آدمیوں نے پاؤں دبانے شروع کر دیے....تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور پہلے مسکرائے اور بعد میں گویا ہوئے!''تسیں سانوں کی دبیسو؟ سانوں تے اَج تک حکومت نہ دبا سکی''

(یعنی تم ہمیں کیا دباؤ گے،ہمیں تو آج تک حکومت نہ دبا سکی)

پھر فرمانے لگے! بھئ میں تو ایک ادنیٰ سا رضا کار ہوں،کوئی بڑا عالم یا مولوی نہیں۔مجھے کارکنوں سے اپنی ذات کیلئے خدمت لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔

☆......اہلسنّت والجماعت کیا چاہتے ہیں؟......☆

اہلسنّت والجماعت چاہتے ہیں کہ......

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اٹھنے والا ہاتھ

......بڑھنے والا قدم......چلنے والی زبان......لکھنے والا قلم......لکھا جانے والا ہر حرف

......سوچنے والا دماغ......بپا کی جانے والی مجلسیں......پناہ دینے والی کمین گاہیں

......چلائی جانے والی موومنٹ......کی راہ کٹ جائے یا وہ مٹ جائے۔

انہیں ڈھونڈتی ہیں نگاہیں ہماری
جو خود چھپ گئے ساری محفل سجا کے
وہ اٹھے تو افسردگی چھائی ایسی
دیے بزم کے بجھ گئے جھلملا کے

پریس کا خراجِ عقیدت

"رسائل، جرائد و اخبارات کے تبصرے"

پریس کاخراجِ عقیدت

یوں تو مولانا جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بے رحمانہ وسفاکانہ قتل پر پورا پاکستان سوگوار ہوا، بلکہ بیرونِ ملک بھی غم واندوہ کی لہر دوڑی۔ پاکستان بھر کا کوئی اخبار، رسالہ، گزٹ نہ ہوگا جس نے اظہارِ افسوس نہ کیا ہو۔ ملکی اور غیر ملکی ریڈیو اسٹیشنوں سے سرکردہ لوگوں کے پیغاماتِ تعزیت نشر ہوئے۔ پاکستانی پریس نے آپ کے مظلومانہ قتل اور قتل کے محرکات پر پُرمغز اور معنی خیز اداریے اور فیچر لکھے اور عرصہ تک اس پر تبصرے ہوتے رہے۔ چند ایک رسائل سے منتخبہ اقتباسات بطورِ نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

''خدام الدین'' لاہور

(1) ......صاحبِ فکرونظر اور سچے مسلمان کے نزدیک ایک عام انسان اور پاکستانی شہری کا قتل بھی کوئی کم سانحہ نہیں.....اس سے آسمان دہل جاتا ہے، زمین لرز جاتی ہے۔ لیکن مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا قتل تو ایک سچے، مخلص، صاحبِ عزیمت، صاحبِ دل، غیرت منداور حق گو عالمِ دین کا قتل ہے......جس پر عرشِ الٰہی رویا، گنبدِ خضریٰ کے مکینوں کے دل دکھی ہوئے جنت البقیع میں شوروغوغا برپا ہوا اور صحابہ وصحابیات اور اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواحِ مقدسہ بھی جہاں کہیں ہیں، غم کے مارے تڑپ اٹھی ہوں گی۔

حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کا قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز اور سراپا نیاز کا قتل ہے۔ حریت پرداز کا قتل ہے، ایک عاشق پاکباز کا قتل ہے۔ شمعِ ایمانی کے سوزوگداز کا قتل ہے۔

(خدام الدین لاہور، شمارہ ۳۵، مارچ ۱۹۹۰ء)

(2) مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب فرماتے ہیں!

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کا فون آیا کہ وہ تعزیت کیلئے آنا چاہتے ہیں۔ تو اس فقیر نے برجستہ کہا! میاں صاحب: آپ تعزیت نہ فرمائیں..... مجھے مبارک باد دیں کہ میرا بھائی حق نواز رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں کی عزت پر قربان ہو گیا۔ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم پر فدا ہو گیا اور اہلسنت والجماعت کے حقوق کی حفاظت کرتا ہوا اپنی جان کا نذرانہ پیش کر گیا ہے۔

(ہفت روزہ، خدام الدین لاہور شمارہ ۳۶، اواخر مارچ)

☆☆☆☆

"بینات" کراچی

مگر قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے "لِكُلِّ فِرعَونَ مُوسىٰ" کے مصداق جھنگ ہی کے ایک متوسط گھرانے سے رافضیت کے فرعونوں کے مقابلے میں مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کر دیا..... جنہوں نے اپنی جرأت، ہمت، قابلیت اور گھن گرج سے شیعہ ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا۔ موصوف نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور خلوص واخلاص سے تاریخ کا دھارا بدل دیا اور شیعہ قیادت کو ہر میدان میں شکست دے کر ان کے کفر ونفاق کو ان کی کتابوں سے نکال کر اسٹیج اور عوام کی عدالت میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

شیعہ کافر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے لیکر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کی "تحفہ اثنا عشریہ" تک اس کا تسلسل قائم تھا اور علمائے اہلسنت اسی اعتقاد ونظریہ کے ہمیشہ منادر رہے ہیں..... مگر اسٹیج اور عوام کے سامنے ان کے کفر ونفاق اور برے عزائم کو جس طرح مولانا موصوف نے کھلے انداز میں پیش کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آج بحمد للہ شیعہ نظریات عوام کے سامنے کھل کر آ چکے ہیں اور مولانا مرحوم کی فکر نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔

(بینات، اپریل ۱۹۹۰ء، شعبان ۱۴۱۰ھ)

''اقراء ڈائجسٹ'' کراچی

وہ اسلام کے سپاہی اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے عاشق تھے۔ان کی دشمنی حضور علیہ السلام کے دشمنوں سے تھی۔ان کی دشمنی ان افراد سے تھی، جو اسلام کو اپنے ذاتی مفاد کیلئے استعمال کرتے تھے۔اس لئے وہ حکومت کیلئے بھی ناپسندیدہ تھے۔انتظامیہ کیلئے بھی ناپسندیدہ تھے۔باطل کیلئے ناپسندیدہ تھے۔باطل ان سے ہر وقت لرزاں رہتا تھا۔حکومت ان سے خوف کھاتی تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن ان کے سائے سے بھی ڈرتے تھے......

☆☆☆☆

''ختم نبوۃ انٹرنیشنل'' کراچی

شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی داستان حیات جہد و عمل، عزم وہمت، استقلال و پامردی، جرأت واستقامت، شرافت و دیانت، صدق و خلوص، اصول پرستی وراست روی، سیاست، بصیرت اور توکل علی اللہ کی آئینہ دار تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ملک کے صرف عظیم خطیب ہی نہیں بلکہ وسیع النظر، روشن خیال، عالم دین، حق گو، نڈر مجاہد، صاحب فراست، سیاسی راہنما اور اسلامی شرافت ومحبت کا ایسا پیکر تھے۔جنہیں دینی اور سیاسی حلقوں میں یکساں مقبولیت حاصل تھی......

☆☆☆☆

''الشریعۃ'' گوجرانوالہ

....راقم الحروف (مولانا زاہدالراشدی)....نماز کے بعد جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کے مہتمم مولانا بشیر احمد خاکی کے ساتھ ان کے دفتر میں بیٹھے تھے کہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا فون آیا۔مولانا خاکی کے علاوہ انہوں نے علامہ صاحب اور راقم الحروف سے بھی بات کی....

یہ کم و بیش سات بجے کا وقت تھا۔ یہ ہماری ان سے آخری گفتگو تھی، جو فون پر ہوئی۔
مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے اتحاد اور سُنی کاز کی جدوجہد کو سیاسی پلیٹ فارم پر منظم کرنے کے سلسلے میں مشاورت کیلئے گوجرانوالہ تشریف آوری کا اظہار کیا اور ہمارے درمیان آئندہ ہفتے کے دوران کسی بھی وقت مل بیٹھنے کی بات طے ہوئی۔ وہاں سے فارغ ہوکر علامہ خالد محمود صاحب اور راقم الحروف واپسی کیلئے بس اسٹاپ پر پہنچے تو بہت سے نوجوان سپاہ صحابہ کا پرچم اٹھائے، مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کیلئے کھڑے تھے......اور جب جھنگ پہنچے تو......

☆☆☆☆

"البلاغ" کراچی

......جھنگ میں جس طرح کے ماحول سے ان کو سابقہ پڑا تھا، اس ماحول نے ان کے لب و لہجہ کو تلخ ضرور بنا دیا تھا۔ لیکن عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے ان کے پر خلوص جذبے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ملک کے کچھ دہشت گردوں نے ان کو ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا تھا۔ مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں اس کی بُو سونگھ لی تھی اور اپنے مختلف خطبوں میں انہوں نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ ان دہشت گردوں کی پشت پر غیر ملکی سازش کے اندیشے کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا......

(البلاغ، کراچی، رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

☆☆☆☆

"میثاق" لاہور

(جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطبہ جمعہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص مشن لے کر اٹھے تھے اور پورے ملک میں اس حوالے سے ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ نوجوانی کے عالم میں انہوں نے بڑی تیزی کے ساتھ پیش رفت کی تھی۔ اور ایک خاص مسئلہ میں اہل تشیع کی مخالفت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہونے والی ہرزہ سرائی کی نفی اور اس کا مقابلہ گویا ان کی زندگی کا مشن تھا۔ واقعہ یہ کہ پورے ملک میں انہوں نے سپاہ صحابہ کی جو تنظیمیں قائم کیں... ان کے اثرات دور دور تک ہیں۔ اگر چہ مرکز ان کا جھنگ ہی ہے۔ جھنگ کا ضلع شیعہ جاگیرداروں کی جاگیر ہے۔ کوئی شاذ ہی سُنی وہاں زمیندار ہوگا۔ ورنہ سب کے سب جاگیردار شیعہ ہیں۔ اگر چہ وہاں کے عوام کی اکثریت سُنیوں پر مشتمل ہے۔ لیکن جاگیرداروں کہ شہہ پر وہاں کے شیعوں کو اتنی جرأت ہوتی ہے کہ سب سے بڑھ کر اور کھلم کھلا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبراء جھنگ میں ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے، جہاں اس طرح کا عمل ہوگا وہاں اس کا ردِعمل بھی اتنا ہی شدید ہوگا۔

(میثاق، لاہور، اپریل ۱۹۹۰ء)

☆☆☆☆

"ترجمان السنۃ" لاہور

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو جس قدر المناک قرار دیا جائے، اتنا ہی کم ہے۔ یقیناً وہ علامہ شہید کے بعد پیدا ہونے والے بہت سے خلاؤں میں سے ایک خلاء کو بہتر طور پر پُر کرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ وہ علامہ شہید (احسان الٰہی ظہیر) کی شخصیت کو بہتر طریقے سے سمجھ چکے تھے اور یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بہت سے "اپنوں سے" بھی بہتر

......مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے میدان کے مشاق و ماہر شاہسوار تھے......

(ماہنامہ ترجمان السنۃ ،لاہور، مارچ و اپریل ۱۹۹۰ء)

☆☆☆☆

''ماہنامہ اشراق'' لاہور

......مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں عوامی سطح پر اہل تشیع کے خلاف ایک مہم شروع کی اور انجمن سپاہ صحابہ کے محاذ سے اس ملک کی مساجد اور بازاروں میں ان کے اصلی چہرے بے نقاب کرنے کی سعی کی۔ جو اسلام کے پردے کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں خطابت کے پُر اثر اسلوب نے ان کی آواز کو پاکستان کے ہر ہر گوشے تک پہنچا دیا تھا اور اس کے اثرات لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کا اشتراک ان کے ایک مشترکہ دشمن کی نشاندہی کرتا ہے۔ جس کے بے جان وجود میں انقلاب ایران نے نئی روح پھونک دی ہے اور وہ تمام تر توانائیوں کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے سرگرم ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے راستے کی رکاوٹ تھے۔ لہٰذا موت کی نیند سلا دیئے گئے۔

(ماہنامہ اشراق، لاہور، اپریل ۱۹۹۰ء)

☆☆☆☆

ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور

(اس ہفت روزہ نے اس سانحہ پر اپنی مستقل رپورٹیں تحریر کی تھیں۔ بطور نمونہ ایک اقتباس ذیل میں دیا جا رہا ہے)

......ان کے ایک قریبی دوست نے پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا! جب ہم

ان کے ساتھ میانوالی جیل میں نظر بندی کے ایام گزار رہے تھے تو ان دنوں وہ تہجد کے بعد ہمیشہ یہ دعا کرتے!''اے اللہ!اگر مجھے موت دینی ہے تو شہادت کی موت ہی دینا''۔

ایام اسیری میں اکثر اپنے ساتھیوں سے اشعار سنا کرتے اوران کے اصرار پر وہ ہمیشہ ایک ہی شعر سناتے۔

چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے

(ہفت روزہ،زندگی،لاہور....مارچ ۱۹۹۰ء)

☆☆☆☆

شہادت کے بعد اخبارات نے شہ سرخیوں سے آپ کی شہادت کی خبریں لگائیں۔ پاکستان کے ہر اخبار ورسالہ کی اہم خبر اور ہیڈ لائن یہی خبر تھی۔بعض اخبارت کی خبریں بڑی دردانگیز اور الفاظ کا چناؤ قوم کے جذبات واحساسات کے مطابق تھا۔

قوم کی نفسیات کو پہچانتے ہوئے یہی خبر بار بار مختلف پیرایوں میں شائع کی جاتی رہی اور لوگ پلک جھپکنے میں اخبار لے لیتے۔بعض مقامی اخبارات نے دن میں دو دو ضمیمے شائع کئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔

پیغامات تعزیت

شیر اسلام، سفیر عظمت صحابہ، نابغۂ وقت، امیر عزیمت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر جن اہم شخصیات اور اداروں نے تعزیتی پیغامات ارسال کئے ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ نام درج کئے جا رہے ہیں۔ مضمون تقریباً سب کے ایک ہی ہیں.... کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عظمت و ناموس صحابہ کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ہے۔ ہمیں حضرت کے مظلومانہ قتل پر آپ سے ہمدردی ہے.... ہماری تعزیت قبول کیجئے.... دعا ہے! اللہ تعالیٰ شہادت قبول فرمائے۔ بعض حضرات نے آپ کے مشن مدح صحابہ کی بقاء اور جاری رکھنے اور ہماری سرپرستی اور مدد کے عہد کو بھی دہرایا۔

یہ پیغامات کچھ آپ کی بیوہ کے نام کے آئے اور کچھ سپاہ صحابہ کے راہنماؤں کے نام ہیں۔

1-صدر مملکت	جناب محمد اسحاق خان صاحب
2-وزیر اعظم پاکستان	بے نظیر بھٹو صاحبہ
3-وزیر اعلیٰ بلوچستان	نواب محمد اکبر بگٹی صاحب
4-وزیر اعلیٰ پنجاب	نواز شریف صاحب
5-چیئرمین ایوان بالا (سینٹ)	جناب وسیم سجاد صاحب
6-چوہدری شجاعت حسین صاحب	(ایم۔این۔اے)
7-صوبائی وزیر لوکل گورنمنٹ	چوہدری پرویز الٰہی
8-وفاقی مشیر مذہبی امور	مولانا پیر سراج احمد دین پوری

9-وفاقی وزیرِ صنعت	علی نواز شاہ صاحب
10-وزیرِ مملکت برائے مذہبی امور	حاجی امان اللہ صاحب
11-اسپیکر قومی اسمبلی	سید عبداللہ شاہ صاحب
12-صوبائی وزیر آبپاشی بلوچستان	سید آغا عبدالرحمٰن صاحب
13-جنرل سیکرٹری پاکستان مسلم لیگ	اقبال احمد خان
14-چیف مردم شماری کمشنر	چوہدری شوکت علی صاحب
15-جنرل سیکرٹری طلبہ بایقین زمیندارہ کالج گجرات	چوہدری محمد صدیق صاحب
16-چیئرمین پاکستان عوامی تحریک	ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب

17-ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن جھنگ، ودیگر متعدد ایسوسی ایشنز پاکستان

18-جامعہ تعلیم الاسلام محمودیہ شیخوپورہ و سوشل ویلفیئر سوسائٹی شیخوپورہ

19-جمعیت اہلحدیث جھنگ

20- تنظیم طلباء اہلحدیث پنجاب

21-متعدد وزراء مملکت مرکزی حکومت

22-ہزاروں اداروں، اشخاص، تنظیموں اور رسائل وغیرہ میں مختلف اہم شخصیات کے تعزیتی پیغامات طبع ہوئے۔ جن کی تفصیلات کیلئے ایک کتاب کی ضرورت پڑتی ہے۔

رفقاءِ کرام

حضرت علامہ

حق نواز جھنگوی شہیدؒ

کے قریبی ساتھیوں اور معتمد علیہ کارکنوں کا تذکرہ

رفقاء کرام

علماء کرام

1- مولانا حکیم محمد یٰسین انصاری صاحب

2- مولانا صادق حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

3- مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

4- مولانا ایثار القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

5- مولانا محمد اعظم طارق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

6- مولانا حافظ عبد العلیم یزدانی صاحب

دیگر حضرات

7- حاجی اللہ وسایا صاحب

8- حافظ فلک شیر صاحب

9- چوہدری محمد یوسف مجاہد صاحب

10- شیخ حاکم علی صاحب

11- طارق افضال صاحب

12- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ صاحب

13- ملک محمد اقبال صاحب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چند اُن قریبی ساتھیوں اور معتمد علیہ کارکنوں کا مختصر سا تذکرہ کردیا جائے، جن کی مولانا سے وفاداریاں قابل فخر اور مولانا کا ان پر مکمل اعتماد تھا۔ یہ صرف ایک ہلکا سا خاکہ ہے جو قارئین کی معلومات کیلئے پیش خدمت ہے۔

العلماء

(1) مولا حکیم محمد یٰسین انصاری صاحب، مومن پورہ جھنگ صدر

پچپن سال کے پیٹے میں ہیں۔ جمعیت علماء اسلام جھنگ کے روح رواں اور معروف سیاسی راہنما ہیں۔ مطب کرتے ہیں۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھی اور تمام اہم امور میں مشیر رہے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے بعد تحریکات کو کنٹرول کرتے۔ انجمن کی سرپرستی کرتے رہے۔ دھیمے مزاج کے صلح پسند واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ کچھ عرصہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سیاسی راہیں مختلف رہیں۔

****

(2) مولانا صادق حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ العلوم الشرعیہ ٹوبہ روڈ جھنگ صدر کے بانی و مہتمم ہیں۔ جلالی مزاج بزرگ ہیں۔ شیعت دشمنی میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سفر رہے۔ مہم جو ہیں۔ بہت کم گو اور ذرا متلون مزاج واقع ہوئے ہیں۔ (اور اسی راہ وفا پر شہادت سے ہمکنار ہوئے)

****

(3) مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شہید کے معتمد علیہ ترین رفقاء میں ہیں۔ ابتداء سے ہی انجمن سپاہ صحابہ کے نائب سرپرست تھے۔ اب حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قائم مقام ہیں (یعنی آل پاکستان انجمن سپاہ

صحابہ کے سرپرست اعلیٰ) معروف احراری عالم دین مولانا محمد علی جانباز سمندری ضلع فیصل آباد والوں کے صاحبزادے ہیں۔ملک کے معروف اسکالراور مؤرخ ہونے کے ناطے ملک اور بیرون ملک شہرت رکھتے ہیں۔(اور پھر شہادت سے سرفراز ہوکران سے جاملے)

****

(4) مولانا ایثار القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جواں سال، جواں ہمت، خوش رو، خوش پوش جذباتی مقرر ہیں۔تقریر میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کا انداز جھلکتا ہے۔اوکاڑہ کے باشندے ہیں۔اس وقت حضرت کی جگہ حق نواز شہید مسجد کی خطابت کے فرائض یہی ادا کررہے ہیں۔بارہا سرکاری عتاب سہہ چکے ہیں۔صاف گوئی میں ملکہ تامہ حاصل ہے۔(1990ء کے جنرل الیکشن میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر شہید کردیئے گئے)

****

(5) مولانا محمد اعظم طارق صاحب ایم۔این۔اے

مولانا حافظ محمد اعظم طارق صاحب چیچہ وطنی کے باشندے ہیں۔کراچی سپاہ صحابہ کے روح رواں اور اہم کار پرداز تھے کہ تیغ ستم رافضیہ کا شکار ہوگئے۔مگر حیات مستعار ابھی باقی تھی، پھر صحت یاب ہوگئے اور پہلے سے بڑھ کر جہاد زندگانی میں سربکف مصروف عمل ہیں۔حضرت جھنگوی کے بعد جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد ایثار القاسمی بھی جب خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے تو مرکز کی نگاہ انتخاب ان پہ جامرتکز ہوئی ہے۔چنانچہ اب آپ جھنگ میں جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مشن ومسند دونوں کے امین ہیں۔اپنے پیش رو قائدین کا حسین امتزاج ہیں۔4 مارچ 1992ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے ہیں۔(بالاخر اسی راہِ وفا پر جام شہادت نوش کرکے اپنے قائدین سے جاملے)

(6) مولانا حافظ عبدالعلیم یزدانی صاحب

ابھرتی جوانی میں باخبر عالم دین، صاف گو مقرر ہیں۔ جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ناظم تبلیغ اور نمایاں راہنماؤں میں شمار رہے ہے۔ مولانا شہید کے مخلص ساتھی، ہم سفر و ہم مجلس رہے۔ ایک قریبی عزیز کی اسی کاز کی خاطر قربانی دے کر سرفرازی پا چکے ہیں۔ کسی چال اور جال میں نہ آنے والے پنچھی ثابت ہوئے ہیں۔

(نوٹ: اب راہ جدا کر لی ہے اور قربانی مسخ کر رہے ہیں)

OOOO

دیگر حضرات

(7) حاجی اللہ وسایا صاحب

عمر کے آخری حصے میں ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو محلّہ میں لاکر تعین کرنے اور پھر ذمہ داری اٹھانے والے یہی تھے۔ ساری زندگی اسی راہ وفا میں گزاری۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں کہا کرتے تھے! مَیں گرفتار ہوا..... یہ بوڑھا میرے لئے سردی گرمی، دکھ درد کی پرواہ کئے بغیر باپ کی طرح عدالتوں، کچہریوں میں مارا مارا پھرتا اور میری رہائی کیلئے جتن کرتا رہا۔ اس وقت بھی جب میرا کوئی خاص شناسا نہ تھا..... اور اب بھی جبکہ لوگوں کا ہجوم مجھے لینے کو موجود ہوتا ہے۔ ہر حال میں مَیں نے اس بوڑھے کو جیل کے دروازے پر باپ کی طرح منتظر پایا۔ اخلاص کے پیکر ہیں۔ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ ان سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ انہیں اپنا محسن اور مربی تصور کرتے تھے۔ (اب انتقال ہوگیا ہے)

****

(8) حافظ فلک شیر صاحب

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انوکھے شیدائی ہیں۔ آپ کے نعت خواں تھے۔ اکثر وبیشتر سفروں میں باڈی گارڈ (محافظ) اور ہم سفر رہے ہیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا..... کسی جلسہ میں مولانا حق نواز جھنگوی کا روپ دھار کر... زندہ باد کے نعروں کی گونج میں کار میں جلسہ سے نکلے اور پولیس کو جُل دے کر مولانا کو گرفتاری سے بچالیا۔ پولیس اس نرالے حق نواز کا منہ تکتے اپنی بے بسی پر ششدر رہ جاتی اور حقیقی جھنگوی صاحب ہاتھوں سے نکل کر بہت دور جاچکے ہوتے۔

****

(9) چوہدری محمد یوسف مجاہد صاحب

جواں ہمت، نوجوان، ایک اہم سرکاری عہدے پر متمکن تھے۔ مولانا سے متاثر ہوکر ملازمت چھوڑ دی اور انجمن سپاہ صحابہ کے امور کی نگرانی کرنے لگے۔ چنانچہ آل پاکستان انجمن سپاہ صحابہ کے امور کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر متمکن ہوئے۔ تعلیم یافتہ، منجھی ہوئی سوچ وفکر کے مالک، ایک اچھے مقرر بھی ہیں۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جیل کے ساتھیوں میں سے بھی ہیں۔

****

(10) شیخ حاکم علی صاحب

تجارت پیشہ تھے۔ دوکانداری کرتے کرتے مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہوئے اور پھر ہم سفر و ہم رکاب ہوگئے۔ انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے صدر ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے جیل گئے۔ پھر مولانا رہا ہوکر قیدِ زندگی سے بھی رہا ہوگئے، مگر یہ تین سال سے بغیر مقدمہ چلائے جھوٹے مقدمے میں بغیر ضمانت کے جیل میں بند پاکستانی عدل وانصاف کی داد پا رہے ہیں اور اپنے قائد کی جدائی کے غم میں سلگ رہے ہیں۔ آخری دیدار بھی جتنوں کے باوجود نصیب نہ ہوا۔ اب سپاہ صحابہ کی پنجاب اسمبلی میں نمائندگی کر رہے ہیں۔

****

(11) چوہدری طارق افضال صاحب

جھنگ کے مضافات اٹھارہ ہزاری سے تعلق ہے۔ مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ سے دور رہنے والے لوگوں میں سے تھے۔ قسمت نے یاوری کی ....ہمرکاب ہوگئے اور پھر قدم بڑھتے ہی چلے گئے مولانا سے جذباتی لگاؤ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فدائیت کے جذبہ کی

سزا دینے کیلئے قتل کے جھوٹے مقدمہ میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حاکم وغیرہ کے ہمراہ انہیں بھی پھانسا گیا اور پھر بلیک میلنگ کے تمام حربے ان پر آزمائے گئے۔ مگر جم گئے، نہ بکے، نہ جھکے۔ تین سال کی کربناک راہوں سے پوری استقامت کے ساتھ گزر کر اب جرم بے گناہی کی سزا بصورت ضمانت ملتوی ہوئی ہے اور رہا ہوئے ہیں۔

****

(12) محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ صاحب

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی اصابت رائے پر اعتماد تھا۔ سپاہ صحابہ ضلع کے ایک عرصہ تک صدر رہے۔ ابتداء سے ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زیادہ تر مقدمات کی پیروی کرتے رہے۔ جب سپاہ صحابہ قائم ہوئی تو آل پاکستان سپاہ صحابہ کے قانونی مشیر مقرر ہوئے ....اور تاحال اس عہدے پر فائز ہیں۔ سپاہ صحابہ کے قیام میں ان کا مشورہ شامل تھا۔ ابتدائی حلف وفاداری میں خود مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں حلف لینے کا اعزاز حاصل ہے۔

****

(13) ملک محمد اقبال صاحب

ضلع کچہری میں وثیقہ نویسی کرتے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ ترین ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جامع مسجد حق نواز شہید کی انتظامیہ کمیٹی کے سربراہ ہیں اور جامعہ محمودیہ کو چلانے کے بھی یہی ذمہ دار ہیں۔ حضرت شہید کی ترقی میں ان کا بڑا دخل ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے رازوں کے امین ہیں۔ تادم تحریر اس منصب پہ کام کر رہے ہیں۔

مبشرات وتائیدات

مختلف احباب کو

حضرت علامہ

حق نواز جھنگوی شہیدؒ

کی شہادت کے بعد خواب میں ہونے والی

بشارتیں

اور گستاخان صحابہ کے انجام کے

عبرتناک واقعات

مبشرات ..... تائیدات

سچے خواب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی اشارے ہوتے ہیں ۔اور طمانیت قلب کا سامان ..... حدیث پاک میں ہے کہ آثار نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی ... ہاں! سچے خواب (اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ)۔مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کئی علماء، صلحاء اور عوام کو خواب آئے ..... چند قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

خواب

(1) ہماری تشکیل رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ کو مٹھن کوٹ کے علاقے میں ہوئی۔ ایک رات خواب میں مجھے سرور کائنات ﷺ کی زیارت بابرکات نصیب ہوئی۔میں دیکھتا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں۔نہایت خوبصورت اور صاف، سفید لباس میں ملبوس ہیں اور آپ ﷺ کے سامنے ایک بڑا مجمع ہے۔آپ ﷺ بہت زوردار آواز میں خطاب فرما رہے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے! صدر سپاہ صحابہ (مولانا حق نواز) کو شہید کر دیا گیا اور تم لوگ آرام سے بیٹھے ہو.... تم نے تو شیعوں کو کافر کہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سُن کر سارا مجمع بیک زبان 'کافر کافر شیعہ کافر' کہنے لگ گیا۔میں نے اس خواب کا تذکرہ حضرت مولانا جمشید صاحب مدظلہم سے کیا تو انہوں نے فرمایا! یہ خواب کثرت درود شریف پڑھنے کی برکت سے دیکھا گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس خواب سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اس جماعت میں یعنی سپاہ صحابہ میں کام کرتے ہیں.... مخلص ہیں اور اس جماعت کے بانی واقعی شہید ہیں۔

(2) حضرت مولانا پیر عبدالحیٔ صاحب بہلوی.... مولانا محمد مکی سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا! میں نے خواب میں رحمت کائنات حضور ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا۔

چاروں خلفاء راشدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے ....ساتھ ہی ایک چھوٹے سے قد کے آدمی، جن کے ساتھ ایک بچہ تھا، چلے آرہے ہیں۔ میرے عرض کرنے پر فرمایا! (یہ حق نواز جھنگوی) ہیں انہیں جنت پہنچانے جا رہا ہوں ......سبحان اللہ

☆☆☆☆

خواب......از مولانا محمد اعظم طارق صاحب آف کراچی

انیس، بیس مارچ 1990ء پیر، منگل کی درمیانی شب قبل الفجر مَیں نے دیکھا کہ حضرت امیر عزیمت اور مَیں (اعظم طارق) ایک لمبی سی پگی سے گزر رہے ہیں کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کا موٹا کتا دوڑتا ہوا آیا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ آور ہوا۔ آپ کو گلے سے کاٹ کھایا ....پھر وہی کتا میری طرف لپکا اور میرے بائیں بازو کو کاٹنے لگا۔ مَیں نے ایک جھٹکے سے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر علامہ جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اس نے مجھے تو شہید کر دیا ہے.... تمہیں بھی زخمی کر گیا۔

یہ شہادت کے بعد حضرت کی پیش گوئی ثابت ہوئی......خواب کے ٹھیک چار دن بعد مولانا محمد اعظم طارق، ایک رافضی کے ہاتھوں اس طرح زخمی ہوئے کہ پستول کی گولی بائیں بازو کی کلائی سے آر پار ہوگئی اور دوسری دل کے قریب سے گزر کر پیٹ میں جا گھسی، جو آپریشن کے ذریعے نکالی گئی۔

مولانا اعظم طارق نے یہ خواب دفاع صحابہ کانفرنس جھنگ میں سنایا اور فرمایا! مَیں نے مولانا سے یہ بات سُن کر......"کہ یہ تمہیں زخمی کرے گا" پوچھا تھا، پھر حضرت اس کا علاج؟ تو جواب میں صرف دو الفاظ ارشاد فرمائے......اسلحہ اور تنظیم

سپاہ صحابہ کیلئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بعد از شہادت پیغام ہے۔ کارکن اس پر غور کریں اور عمل کرنے کی راہیں ڈھونڈیں۔

خواب......از سید مسعود الحسن شاہ صاحب آف حویلی لکھا

ان کا بیان ہے حضرت مولانا محمد مکی صاحب مدظلہٗ نے فرمایا! مجھے کام کیلئے چھٹی چاہیے تھی۔ حضرت امام کعبہ کی خدمت میں اگلے دن کی چھٹی کیلئے حاضر ہوا۔

انہوں نے پہنچتے ہی پوچھا! بھائی یہ پاکستان کے حق نواز کون ہیں؟ میں نے کہا آپ ان کا کیسے پوچھتے ہیں؟ تو فرمایا!

رات میں نے خواب میں سرور کائنات ﷺ کو دیکھا کہ آنحضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں آپ ﷺ کے دائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں اور درمیان میں پیچھے پیچھے چھوٹے سے قد کے ایک آدمی چلے آ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی! یارسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، انہیں تو میں جانتا ہوں...... یہ دوسرے کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! یہ میرا بیٹا حق نواز ہے جو میرے صحابہ کی عزت پر قربان ہو گیا۔

نوٹ:...... یہ خواب مختلف حضرات کی زبانی مختلف الفاظ میں بندہ تک پہنچا ہے۔ کمی بیشی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں۔ اصل خواب ایک حقیقت ہے (بالاکوٹی غفرلہٗ)

خواب......از صوفی امتیاز احمد صاحب سرگودھا

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد میرے ذہن پر بڑی فکر سی سوار تھی۔ میں جماعت کا امیر تھا اور ہماری تشکیل ہوئی اور رائیونڈ سے مقررہ مقام پر پہنچے وہاں ایک مرتبہ رات کا پچھلا پہر تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں...... ایک بہت خوبصورت سفید محل ہے۔ میں اس تک سائیکل سے پہنچا۔ سائیکل ایک طرف کھڑا کر کے اندر گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا حق نواز صاحب ایک خوبصورت مسہری پر ایک سبز و نیلے رنگ کی جھالروں والے گاؤ تکیہ پر دائیں بازو پر ٹیک لگائے ہوئے اور بایاں ہاتھ ران پر رکھے تشریف فرما ہیں۔

آپ ﷺ کے سر، سینے اور گھٹنے سے خون بہہ رہا ہے اور آپ ﷺ نے مجھے پہچان لیا.....فوراً پوچھا امتیاز کیا حال ہے؟ مَیں نے کہا! الحمدللہ اچھا ہے، آپ فرمائیں کیا حال احوال ہیں، ہم نے تو سنا تھا کہ آپ ﷺ کے سر اور سینے میں گولی لگی ہے، یہ آپ کے گھٹنے پہ کیسے زخم آ گیا؟ فرمایا! جب گولی لگی تو مَیں گر پڑا، اس سے میرا گھٹنا بھی زخمی ہو گیا تھا۔

پھر فرمایا! یہ محل میری امی عائشہ صدیقہ کی طرف سے مجھے ملا ہے اور میرا ایک اور اس سے بھی خوبصورت محل ہے جو مجھے حضرت سیدنا صدیق اکبر کی طرف سے عطیہ ہوا ہے۔ اگر تم دیکھنا چاہو تو دکھا دوں ......مَیں نے کہا! میری اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لوں۔

آپ ﷺ میری انگلی پکڑ کر حضرت صدیق اکبر والا محل دکھانے ہی چلے تھے کہ میری آنکھ کھل گئی......واللہ اعلم

OOOO

متفرقات

حضرت مولانا محمد عمر صاحب مظفر گڑھی ﷺ .....فاضل دیوبند اور بلند پایہ عالم دین تھے۔ ان کے بھائی معمر ترین عالم دین، صاحب نسبت و کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ انہیں جب حضرت مولانا حق نواز صاحب ﷺ کی شہادت کی خبر ملی تو فرمانے لگے! مولانا ﷺ بدری نسبت کے آدمی تھے......ہمارے دَور میں پیدا کئے گئے۔

گستاخانِ صحابہؓ کاانجام

چونکہ سرورِ کائنات ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی نے مبعوث نہیں ہونا.....اسلئے آپ ﷺ کے بعد شریعت مطہرہ کی بقاء وامتداد کا تمام ترمدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہے ان کی ذوات مقدسہ اگر مجروح ہوجائیں تو شریعت کے موقع کے گواہ مجروح ہوجاتے ہیں اور موقع کے گواہان پر جرح بچی ثابت ہوجائے، اور گواہان جھوٹے..... تو مقدمہ ہی جھوٹا قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ کہ محمدی مقدمہ کے گواہان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی تعدیل.....ایمان کا حصہ قرار دے دی گئی ہے۔ان کی تعدیل، توصیف، کردار کی صحت و پختگی، خودرب ذوالجلال، مالک الملک بیان کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا انداز نرالا ہے۔تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ صحابہ کرام اور خصوصاً خلفاء راشدین کے معاندین اور غالی خبیث دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی رسوا کیا.....کئی اندھے، کوڑھی، جذامی ہوکر گل سڑ کر مرے۔ کتنے ہی کتوں کی طرح بھونکتے ہوئے ہلاک ہوئے، کچھ ایسے ہوئے کہ انہیں مسخ کر کے خنزیر، کتا، بندر وغیرہ بنا دیا گیا، بعض کو زمین نے نہ قبول کیا...قبر باہر پھینک دیتی۔ بعض کو خمینی کی طرح اوپر سے نیچے گٹر میں پھینک دیا۔اس عبرت کدہ دنیا میں ایسے واقعات سینکڑوں ہیں۔

قدرت خداوندی دیکھئے! ہندو، سکھ، برہمن، کمیونسٹ، یہودی مرتے ہیں.....جو قطعی ابدی جہنمی ہیں.....لیکن مسخ الاشکال نہیں ہوتا۔مگر دشمنانِ صحابہؓ پر دنیا میں لعنت برس پڑتی ہے، دیر نہیں کرتی ......چند اپنی چشم دید قریبی شنیدیں پیش خدمت کی جاتی ہیں تا کہ آپ بھی اس مسئلے کی نزاکت کا اندازہ کرسکیں۔

(1) پیر ارشاد حسین کا واقعہ

چند سال قبل ایک ایسا ہی واقعہ جھنگ سٹی میں پیش آیا۔ایک انتہائی غالی شیعہ "پیر ارشاد حسین" نامی فوت ہوگیا۔چونکہ خیر سے پیر تھا، سید کہلاتا تھا، تعویذ گنڈوں کا وسیع کاروبار کرتا رہا تھا۔اسلئے لواحقین نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے کربلا لے جاکر دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔فوری طور پر میت کو کربلا (عراق) لے جانا ممکن نہ تھا۔اس لئے میت ایک بکس میں بند کر کے امانتاً جھنگ میں ہی دفن کر دی گئی۔

جب میت لے جانے کے قانونی تقاضے مکمل ہو گئے تو تابوت نکالا۔اس موقع پر شہر میں اعلان کروا دیا گیا کہ آج پیر سید ارشاد حسین شاہ صاحب کی میت کربلا لے جائی جا رہی ہے منتقلی سے قبل عام زیارت کرائی جائے گی۔بہت سے لوگ (شیعہ، سُنی ...مرد، عورت سبھی) زیارت کیلئے جمع ہو گئے۔جونہی تابوت کا ڈھکنا کھولا گیا تو لوگ ایک عبرت انگیز منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے ......ارشاد حسین کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی اور اسکی لمبی لمبی مونچھوں کے بال بڑھ کر پاؤں کے انگوٹھوں سے بندھے ہوئے تھے۔شکل خوفناک ہو چکی تھی۔

کربلا وغیرہ منتقل کرنے کا فتور دماغ سے نکل گیا۔اولئك كالانعام بل هم اضلّ (الاية)

(2) محمد علی پھنوار کا واقعہ

موضع ماجھی سلطان ضلع جھنگ کا محمد علی ولد شیر محمد، قوم پھنوار، کاروبار کرتا ہے۔ غالی تبرائی شیعہ ہے۔حضرت مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ سے عدوات حد درجے کی رکھتا تھا 1988ء میں حضرت امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ نے الیکشن میں شکست کھائی، تو اس نے بڑی خوشی منائی اور چاول پکا کر تقسیم کئے۔22 فروری 1990ء کو امیر عزیمت کی شہادت کے بعد وہ

قسم قسم کی خوشی کرتا رہا۔اس اثناء میں تقیہ کے پردے میں اس نے چاولوں کی دیگیں پکوائیں بعد میں ظاہر ہوا کہ اس نے منت مانی تھی کی مولوی صاحب کی موت پر مَیں چاول تقسیم کروں گا.....جو تقسیم کیئے گئے ۔رات کو جب گھر میں سویا تو تکلیف محسوس کی، پیشاب کیلئے اٹھا تو کچھ نظر نہ آتا تھا۔بیوی کو پکارا، جس نے ہاتھ تھام کر اسے فارغ کروایا، رات کرب میں گزری۔صبح مقامی ڈاکٹر کو دکھایا۔پھر جھنگ میں امراض چشم کے ماہر ڈاکٹر رانا محمد اصغر کے پاس لایا گیا۔انہوں نے آنکھوں کا معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ اس کی آنکھوں میں کسی قسم کا موتیایا کوئی شکایت نہیں۔ڈاکٹر صاحب کو اس کی نظر بیٹھ جانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔پھر مذکورہ شخص کو اس کے اعزاء میو ہسپتال لاہور لے گئے۔وہاں شعبہ امراض چشم میں اسکی آنکھوں کا مفصل معائنہ ہوا۔وہاں سے بھی وہی رپورٹ ملی، جو جھنگ سے ڈاکٹر اصغر صاحب نے دی تھی۔مایوس ہو کر گاؤں واپس آگئے۔بعد میں یہ راز کھلا .....کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خوشی منانے کا یہ شاخصانہ ہے۔اور اب قسمت کو رو رہا ہے اور دھکے لگ رہے ہیں۔شنید ہے تائب ہونے کی راہیں دیکھ رہا ہے۔

حصہ نظم

حضرت علامہ

حق نواز جھنگوی شہیدؒ

کو شہادت کے بعد

شعراء کا اپنے کلام کے ذریعے

خراج عقیدت

شاعر: جناب راشد انصاری صاحب جھنگ

اے شہید عظمت اصحاب محبوب خدا
حق پرست و حق نواز و پیکر صدق وصفا

عرش پر بھی تیرے مرنے پہ صف ماتم بچھی
سات دن تک آسماں بھی سوگ میں روتا رہا

تُو شب ظلمت میں بیشک نور کا مینار تھا
اور اصحاب نبی کے باغ کی مہکار تھا

ہمرکابان نبی کے دشمنوں کے واسطے
خوف کی یلغار تھا، آزار تھا، تلوار تھا

شاعرانقلاب: ملک شہادت علی طاہر جھنگوی

ظلم سہتا رہا دُکھ اٹھاتا رہا آندھیوں میں بھی وہ جگمگاتا رہا
حق کی خاطر وہ لڑتا رہا عمر بھر وہ گرجتا رہا کفر کے سینوں پر
شیعہ مسلم نہیں وہ بتاتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
وہ جبر کے مقابل بھی بڑھتا گیا اسکو جتنا دبایا ابھرتا گیا
کفر کی وہ دیواریں ہلاتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
اس کو حبشی کی مانند گھسیٹا گیا اس کو بیڑیاں پہنا کے پیٹا گیا
زخم کھا کے بھی وہ مسکراتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
اس پہ جھوٹے مقدمے بنائے گئے اسکو پیغام اجل کے سنائے گئے
کتنا بے خوف تھا، دندناتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
وہ بتاتا رہا کہ میرے دیس میں کفر پھرتا ہے اسلام کے بھیس میں
وہ دلائل کے انبار لاتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
وہ اٹھا تو، زمیں آسماں رو پڑے بچے بوڑھے روئے، نوجواں رو پڑے
ماؤں بہنوں کو بھی وہ رلاتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
اس کی تحریک پہ ہم بھی مر جائیں گے اس کے پرچم کو دنیا میں لہرائیں گے
اسکے پابند ہیں، جو سکھاتا رہا..........ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
آندھیوں میں بھی وہ جگمگاتا رہا ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا

کاوش: قاری محمد اختر صاحب (بہاولپور)

شاعر اسلام: جناب مہر محمد ریاض سیال صاحب
سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ

شہید ناموس صحابہؓ

(۱)

تجھی کو حمد زیب ہے تو رَبِّ ذوالجلال ہے — ازل ابد عیاں نہاں کمال لازوال ہے
ہے لَم یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ بے مثل بے مثال ہے — شعور کی مجال ہے تو ایسا اک سوال ہے

عظیم ہے قدیم ہے علیم ہے کریم ہے
رحیم ہے نعیم ہے فہیم ہے حکیم ہے

(۲)

قدیم مصر سے ہے جھنگ کو بڑی مشابہت — اُسی طرح فراعنہ و حق میں ہے مخاصمت
اُسی طرح ہیں سامری اُسی طرح حواریت — چناب کی روانیوں کو نیل سے مناسبت

اگر ہیں سانپ سامراجی رسیوں کے جا بجا
عصائے موسیٰ بھی لئے ہوئے ہے ایک اژدھا

(۳)

بطرفِ غرب جھنگ تیس میل کے قریں قریں — ہیں چیلہ شہر کی رنگینیاں بہار آفریں
مکانِ خام میں مکیں ہیں نکتہ داں و نکتہ بیں — یہ سرزمیں حسیں ترین عظمتوں کی ہے امین

ہیں چیلے سامراج کے بھی بااثر یہاں، مگر
جواں مجاہدوں نے اُن کو کر دیا ہے بے اثر

(۴)

قریب چاہ ''بوہڑوالا'' ''جھونپڑوں کا نام ہے — قلندری نے جس کو بخشی شہرتِ دوام ہے
مدینے کا عرب میں جیسے منفرد مقام ہے — بعینہٖ یہ ارضِ پاک میں بِذی احترام ہے

کھجوروں میں گھرا ہوا یہ نقش ہے حجاز کا
یہ دیس حق نواز کا، عمرؓ کے شہباز کا

(۵)

کئے فراعنہ نے لاکھوں بچے قتل بے گناہ
مگر حریف اُن کا اُنکی اپنی گود میں پلا
بعینہٖ فراعنۂ جھنگ کو کب یہ علم تھا
کہ کل کا آفتاب ہے وُلی[1] کے گھر کا یہ دیا
لرز اٹھیں گے خوفِ حق سے سامراجی آستاں
رگِ غلام میں کرے گا منجمد لہو رواں

1 مولانا شہید کے والدِ محترم "ولی محمد"

(۶)

ہوا ہے منقطع جبھی سے سلسلۂ انبیاء
علَم اٹھایا دینِ حق کا اولیاء و اتقیاء
عمرؓ، غنیؓ، حیدرؓ و صدیقؓ جیسے پارسا
ابو حنیفہ، تھانوی، نانوتوی، عطاء اللہ
انہی کا اک روحانی بیٹا حق کا تھام کر علَم
لہو سے اپنے کر گیا وفا کا بابِ نو رقم

(۷)

مخالفت میں کیا نہیں تھا لات تھا منات تھا
پھر اِک گروہ نابکار بھی دشمنوں کے ساتھ تھا
وہ آپ میرِ کارواں وہ آپ ہی جماعت تھا
اکیلے اپنی ذات میں وہ پوری کائنات تھا
توقعات کی شراب خون سے کشید کی
بنا کے چھوڑا آفتاب اک کرن امید کی

(۸)

بھلا یہ سامراجی قوتوں کو تھی کہاں خبر
کہ پھول سا یہ طفلِ مختصر عظیم کس قدر
پلٹ جھپٹ ہے اس میں باز کی تو شیر کا جگر
کہے گا جو اسٹیج پر وہی کہے گا دار پر
یہ رقص آہوں کو سکھائے گا، غموں کو جھومنا
ستم رسیدہ ءِ صیاد، بلبلوں کو جھومنا

(۹)

رگوں میں بجلیاں تو دل میں اضطراب جاوداں
وہ ایک ایسی تشنگی کہ جس میں بحرِ بیکراں
وہ اک کرن کہ جس میں آفتاب سینکڑوں نہاں
اک ایسا صبر جس کے آگے ہاتھ باندھیں امتحاں
وہ رزمِ رفض و حق کا اک نرالا شاہکار تھا
وہ جرأتوں کے کھیل میں بلا کا شاہسوار تھا

(۱۰)

خودی کی وہ چٹان پر عقاب کی طرح رہا
حمیتوں کے دیس میں نواب کی طرح رہا
اَنا کے آسماں پہ آفتاب کی طرح رہا
وہ گلشنِ حیات میں گلاب کی طرح رہا
دلِ فسردہ کیلئے وہ موجۂ نسیم تھا
خدائے وقت کیلئے وہ وقت کا کلیم تھا

(۱۱)

وہ جھولتا رہا ہے اندھی آندھیوں کے دوش پر
نحیف کشتیوں کے سامنے جھکا دیے بھنور
وہ منزلوں کو کر گیا ہے کارواں کا ہم سفر
پناہ کی تلاش میں ہیں آندھیاں نگر نگر
فشائے راز کیلئے سکونِ جاں لٹا گیا
سبائیت ہے اصل میں یہودیت بتا گیا

(۱۲)

وہ سیخ پر کباب کی طرح رہا حیات میں
جو بیڑیاں تھیں پاؤں میں تو ہتھکڑی تھی ہاتھ میں
تھے زر پرست تاک میں تو تھا اقتدار گھات میں
مگر وہ عزمِ غزنوی بکا نہ سومنات میں
بلال ؓ کی طرح ہے تپتی ریت پر اذان دی
غنیؓ کی طرح اپنے گھر میں مسکرا کے جان دی

(۱۳)

خرد کی کسوٹی پہ اسکو جانچنا محال تھا   وہ آپ ہی جواب تھا وہ آپ ہی سوال تھا
جو عجز و انکسار میں وہ بوذرؓ و بلالؓ تھا   تو رعب و تمکنت میں وہ عمرؓ کا اک جلال تھا
نہ کسر زلزلہء کفر نے کوئی اٹھا رکھی
وفاؤں کی چٹان میں دراڑ تک نہ آسکی

(۱۴)

وہ نشترِ زبانِ حق جہاں جہاں بھی چل گیا   مریض شرک و رفض کا غلیظ خوں نکل گیا
محمدی سنبھل گیا ،سبائی منہ کے بل گیا   یہودیت کی رسیاں عصائے حق نگل گیا
نہ تاج تھا نہ راج تھا نہ زور و زر نہ مال تھا
مگر دلوں کی سلطنت پہ قبضۂ کمال تھا

(۱۵)

رہا ہے جیسے حال میں بھی بے بسی کا بادشاہ   نہ ٹوٹا جنت البقیع سے دھڑکنوں کا رابطہ
ہے برملا بتا رہا کتب کا یہ مطالعہ   کہ یوں نہ آج تک کہا کسی نے امّی عائشہؓ
لگایا سینۂ یہودیت پہ نعرہ لاتَــــــذَر
گلی گلی نگر نگر   عمرؓ، عمرؓ، عمرؓ، عمرؓ

(۱۶)

وہ کیا گیا خطابتیں ،شجاعتیں چلی گئیں   مروتیں ،محبتیں ،حلاوتیں چلی گئیں
شرافتیں ،صداقتیں،عدالتیں چلی گئیں   فصاحتیں ،وضاحتیں ،بلاغتیں چلی گئیں
صنم شکن چلے گئے صنم فروش رہ گئے
محافظِ حرم گئے حرم فروش رہ گئے

(۱۷)

لِقا کے زندگی ،بتا گیا رُموزِ زندگی　　کہ زندگی ہے شاخِ بے ثبات پر ،پرندگی
خیدنی ہے مردنی ، سپاہیت [redacted] درندگی　　ہے عزمِ غزنوی ہی اصل میں عروجِ بندگی

وہ زندگی کو بندگی کا راز داں بنا گیا
سکندری کے دوش پر قلندری بٹھا گیا

(۱۸)

قعود سے سجود سے ہے بے نیاز زندگی　　ہو رزمِ کفر وحق تو بدر ہے نمازِ زندگی
اندھیرا کفر کا ہو تو مہِ حجاز زندگی　　خمینیت ہو سامنے تو حق نواز زندگی

جیا تو تب بھی زندگی مرا تو تب بھی زندگی
وہ تھا تو جب بھی زندگی نہیں تو اب بھی زندگی

(۱۹)

وفا کو اُس پہ ناز تھا انا کو اُس پہ ناز تھا　　حیا کو اُس پہ ناز تھا ردا کو اُس پہ ناز تھا
سزا کو اُس پہ ناز تھا جزا کو اُس پہ ناز تھا　　نہ کیوں ریاضؔ یوں کہوں خدا کو اُس پہ ناز تھا

وہ ایسا جبلِ اُحد تھا کہ اَبرِ کفر چھٹ گئے
قدم قدم پہ منزلیں تھیں فاصلے سمٹ گئے

(۲۰)

حرم کے طائرِ وا!ہے زندگی فقط اُڑان میں　　تقاضاءِ خودی یہی ہو آشیاں کمان میں
شکار کو تلاش کر زمیں میں آسمان میں　　جو برق آئے سامنے تو ہو تری امان میں

جیو تو تیغِ بے نیام کی طرح جہان پر
مَرو تو 'رضی اللہ عن' خدا کی ہو زبان پر

(۲۱)

کسی نے عمر کاٹ دی عمرؐ کے انتظار میں کسی نے زلف کاٹ دی جنونِ اقتدار میں
کسی نے جان دی تڑپ تڑپ کے کوئے یار میں کسی کی زندگی کٹی تلاشِ روزگار میں
ہے گاہکوں پہ منحصر گزر کے اپنی جان سے
بقاء بھی دستیاب ہے ضمیر کی دکان سے

(۲۲)

اظہار ،حیدری گئے مختار بھی چلا گیا جرنیلِ لشکرِ سپاہ ایثار بھی چلا گیا
فاروقی جیسا قافلہ سالار بھی چلا گیا طارق جو تھا ہمارا غمگسار بھی چلا گیا
تمہاری آستیں کے ناگ جو تمہیں تھے ڈس گئے
ہمارے اردگرد بھی وہ ہیں شکنجہ کس گئے

پیغام علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

گلی گلی عام کر صدیقؓ ،عمرؓ کے نام کو
حق نواز جھنگوی کے یاد رکھ پیغام کو

جھنگوی نے جان دی ہے عظمت اصحاب پر
اللہ کی توحید اور رسالت مآب پر

کوئی مٹا نہیں سکے گا جھنگوی کے نام کو
گلی گلی عام کر صدیقؓ ،عمرؓ کے نام کو

ابوبکرؓ،عمرؓ ،غنیؓ کو کافر جو ہے کہہ رہا
فرقہ واریت کی اسی نے کی ہے ابتداء

گالیاں وہ دیتے ہیں صحابہ کرام کو
حق نواز جھنگوی کے یاد رکھ پیغام کو

اُس کا جانشین ہے فاروقی ضیاء الرحمٰن
اِن کے ایک اشارے پر نثار کردو اپنی جان

حق کی خاطر جھیل لو مصائب و آلام کو
گلی گلی عام کر صدیقؓ ،عمرؓ کے نام کو

شہید ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم

جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
تو اصحاب کا دیوانہ تھا، سُنی تیرا ہمیشہ غلام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
کفر کے ایوانوں میں تو نے زلزلہ برپا کر دیا تھا
تیری شجاعت تیری شہادت کو ہم سب کا سلام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
عفت امی عائشہ کی خاطر جان کی بازی تو نے لگا دی
تیری شجاعت، تیری شہادت کو ہم سب کا سلام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
جن کی وکالت کرتا رہا ہے تو ان کے پاس اب پہنچ گیا ہے
خون میں نہا کر جانے والے، جنت میں اب آرام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
ملک و شجاعت کا شہزادہ کفر کے سامنے کوہِ گراں تھا
تیری گرج ہے کفر پہ باقی ابنِ سباء ناکام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
اپنا خون مقدس دے کر زندہ کیا قوم کو تو نے
مٹ جائینگے دشمن تیرے، چرچا تیرا عام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا

ظلم سہے اور جیلیں کاٹیں آخر جان بھی قربان کر دی
کوثر کا جنت میں تیرے لبوں پر جام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا
ہاتھ پہ تیرے بیعت کی تھی، عہد کیا تھا عہد ہیں کرتے
مشن تیرا ہم عام کریں گے اونچا تیرا نام رہے گا
جب تک سورج چاند رہے گا جھنگوی تیرا نام رہے گا

مختصر حالات

صاحبِ کتاب

حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹی

دامت برکاتہم العالیہ

مرتب کردہ:

مولانا ڈاکٹر

محمد عثمان مدنی

نائب خطیب، جامع مسجد العثمان

سیٹلائٹ ٹاؤن، جھنگ

مصنّف کے مختصر حالات

ملک عزیز پاکستان کی سب سے بڑی دینی جماعت ''سپاہ صحابہ پاکستان''، ضلع جھنگ کے سرپرست اعلیٰ مولانا محمد الیاس بالاکوٹی دامت فیوضہم کے نام اور کام سے جماعتی حلقوں میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جو واقف نہ ہو۔ قدرت نے .... علم وفضل، حوصلہ و ہمت، فہم وفراست، صبر واستقامت سے وافر حصہ آپ کو عطا فرمایا ہے۔

(ابتدائی حالات)

آپ کی پیدائش 19 اکتوبر 1941ء بروز اتوار بالاکوٹ سے تقریباً آٹھ میل دور ہنگرائی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد غلام یحییٰ صاحب راٹھور .... راجپوت قبیلہ سے تعلق رکھنے والے نہایت خدا ترس اور دیندار انسان تھے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت تک مسلمان ہے۔

آپ کے پہلے دادا جن کا اسلامی نام نعیم خان تھا ..... حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں دہلی کے نواح گلگشت نامی جگہ سے اسلام لانے کے بعد مہاجر ہو کر مجاہدین کے ساتھ بالاکوٹ آئے اور پھر وہیں بالاکوٹ ہی کو مسکن بنایا، جہاں اب آپ کا سارا قبیلہ اور زمینیں اور باغات ہیں۔

(نوٹ: اب 2005 کے تباہ کن زلزلہ نے صورتحال مختلف کر دی ہے)

(تعلیمی پس منظر)

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی گاؤں کے اسکول سے ہوا۔ جہاں 1950ء میں آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ لیکن آپ اپنے والد کی خواہش اور تمنا

کی وجہ سے اسکول کی مزید تعلیم حاصل نہ کر سکے اور وہیں بالاکوٹ کی مرکزی مسجد میں حفظ قرآن کریم شروع کر دیا۔

1952ء میں اپنے چچا جان ''جو کہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اسکول ٹیچر تھے'' کے ساتھ قصور آ گئے۔ یہاں آپ نے جامعہ اسلامیہ میں فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ کے چچا جان کا تبادلہ سرحد بالاکوٹ میں ہو گیا اور آپ کی دینی تعلیم منقطع ہو گئی۔

کچھ عرصہ گھر میں رہنے کے بعد پھر والدین کی دعاؤں سے رختِ سفر باندھا اور گوجرانوالہ میں انوارالعلوم شیرانوالہ میں داخلہ لے لیا.... جہاں دو سال میں آپ نے ابتدائی کتب پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور چلے گئے۔ ایک سال وہاں گزار کر جامعہ قاسم العلوم ملتان میں اپنا تعلیمی سفر شروع کیا۔ کچھ سال وہاں گزارنے کے بعد کبیروالا کے مشہور مدرسہ دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا میں موقوف علیہ کی کلاس میں داخلہ لیا۔ یہاں حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کی صلاحیتوں کو بھانپتے ہوئے آپ کے ساتھ خصوصی شفقت و عنایت کا معاملہ فرمایا۔

(دورہ تفسیر قرآن)

موقوف علیہ کے امتحان سے فارغ ہو کر شعبان اور رمضان کی چھٹیوں میں آپ نے اپنے اساتذہ کے مشورہ سے دوسری مرتبہ ترجمہ و تفسیر.... حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ بعد ازاں دورہ حدیث شریف کیلئے کراچی جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا۔ یہ 1963ء کا سال تھا۔

یہاں آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔ یہاں آپ کراچی کی آب و ہوا کی وجہ سے کچھ بیمار ہو گئے، مگر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

کی خصوصی شفقت کی بنیاد پر دورہ حدیث کا سال مکمل کیا۔اس دوران آپ کو اپنی غیر معمولی استعداد کی بناء پر حضرت بنوری رحمہ اللہ کا خصوصی قرب نصیب ہوا۔

(تدریس وخطابت)

تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کا شغل اپنایا۔ کچھ عرصہ لاہور میں ایک مسجد میں امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ ایک مدرسہ میں ابتدائی کتب بھی پڑھائیں۔لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔

بالآخر اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی کی وساطت سے مئی 1965ء میں جھنگ آ گئے۔ یہاں کچھ وقت اجنبی ماحول میں دقت سے گزارا۔اسی دوران آپ نے انجمن فلاح دارین کے تحت ایک اسکول میں دینی کام کا آغاز کیا۔بعد ازاں نئی آبادی "جو کہ اب سیٹلائٹ ٹاؤن کے نام سے مشہور ہے" میں منتقل ہو گئے۔کچھ عرصہ ایک ویران جگہ پر تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔پھر اللہ تعالی نے مخلصین کو ساتھ جوڑ دیا اور یہیں مدرسہ عربیہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی گئی اور محلّہ کا نام بھی عثمانیہ رکھا۔رفتہ رفتہ کام میں وسعت پیدا ہوتی چلی گئی اور لوگ آپ کے گرویدہ ہوتے چلے گئے۔

بعدازاں کچھ مخلص احباب ورفقاء کے تعاون سے مدرسہ کیلئے دوسری جگہ خرید کر باقاعدہ مدرسہ کی بنیاد رکھی۔جو...اَب مسجد العثمان اور مدرسہ عربیہ عثمانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ جس جگہ تھے وہ ضلع اور شہر "جھنگ" شیعت کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ماحول اس قدر بدرنگ ہو چکا تھا کہ شیعہ باقاعدہ جلوس نکال کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تبراء بازی کرتے تھے۔انہی دنوں باب عمر کا سانحہ پیش آیا تو اس کا آپ کی طبیعت پر گہرا اثر پڑا۔ بالآخر آپ نے خم ٹھونک کر شرک وبدعت اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف کام

کرنے کا عزم کرلیا۔اور میدان عمل میں کود پڑے۔ جہاں سے دور ابتلاء شروع ہوا۔

☆☆☆☆

(امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف)

آپ کی طبیعت مذہبی لحاظ سے پہلے ہی اپنے اساتذہ خصوصاً شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحئی جامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ خالدمحمود صاحب پی۔ایچ۔ڈی لندن سے انتہائی متاثر تھی۔چنانچہ اسی وجہ سے آپ نے اپنے ذوق مطالعہ اور ذوق تحریر کا رُخ دشمنان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرلیا۔

اسی دوران امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جھنگ میں تشریف لائے۔مولانا جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایرانی انقلاب اور جھنگ میں شیعہ کی بڑھتی ہوئی جارحیت کے خلاف عملی کام کا بیڑا اٹھایا،تو چند ملاقاتوں میں یہ بات سامنے آئی کہ آپ دونوں کے نظریات ملتے جلتے ہیں۔اس وجہ سے حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہوگیا۔لیکن آپ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انقلابی مزاج سے مکمل متفق ہونے کے باوجود حضرت کے جارحانہ انداز اور طریق کار سے اتفاق نہ کر سکے۔لیکن کچھ عرصہ بعد جھنگ کے معروضی حالات،خصوصاً سانحہ لیہ اور سانحہ پرانی عیدگاہ نے آپ کی طبیعت پر گہرا اثر چھوڑا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ اور انکی جماعت پر نہ ختم ہونے والا ابتلاء کا دور شروع ہوگیا ہے....اور اس جماعت کو ملیا میٹ کرنے کے منصوبے بننے لگے ہیں تو آپ نے عملاً انجمن سپاہ صحابہ کے پلیٹ فارم سے اپنی تحریکی زندگی کا آغاز کیا۔

پھر تو دائمی رفاقت قائم ہوگئی اور آپ نے کبھی بھی مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بھی موڑ پر تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ہر موقع پر ہر پلیٹ فارم پر کھل کر مشن حق نواز کی تائید کی، جس سے آپ کو مولانا کا بھرپور اعتماد حاصل ہوگیا۔پھر یہ اعتماد تا حیات قائم رہا۔تا آنکہ......

(سپاہ صحابہ ضلع جھنگ کی سرپرستی کا منصب)

امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد نئی قیادت نے بھی آپ پر پورا اعتماد کرتے ہوئے سپاہ صحابہ ضلع جھنگ کا سرپرست اعلیٰ بنا دیا۔ اس دوران آپ نے مقامی سیاست میں بھی اپنا کافی حد تک اثر ورسوخ بنالیا۔ جس کی وجہ سے آپ بلدیاتی انتخابات اور پھر بعد میں صوبائی اور قومی انتخابات میں جھنگوی گروپ کے چیئرمین بنا دیئے گئے۔ مقامی امیدواروں کی سلیکشن میں مرکزی قیادت آپ کی رائے کو اہمیت دیتی۔ اس دوران کئی مرتبہ آپ کی گرفتاری عمل میں آئی اور دشمنانِ اصحابِ رسول ﷺ نے کئی مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور عملی طور پر جارحیت کا ثبوت بھی دیا۔ یہاں تک کہ عین اس وقت جب اپنی جامع مسجد العثمان میں فجر کی نماز کی امامت کر رہے تھے ......بم مارا گیا۔ جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور آپ کے تین ساتھی موقع پر شہید ہو گئے اور متعدد زخمی ہوئے۔

(ادبی زندگی)

اس دوران علامہ فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ادارہ اشاعت المعارف سے سپاہ صحابہ پاکستان کا ترجمان ''ماہنامہ خلافت راشدہ'' جاری کیا۔ تحریر میں خاص ملکہ حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کو ''ماہنامہ خلافت راشدہ'' کی مجلس ادارت کا رکن اور سب ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ آپ نے یہ ذمہ داری احسن طریقہ سے نبھائی۔ اسی دوران کچھ ذوق تحریر بڑھا تو آپ نے مزید کچھ کتب بھی تصنیف کیں۔ علاوہ ازیں بے شمار مضامین تحریر کئے جو ملک کے مختلف اخبارات وجرائد کی زینت بنتے رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ جب پرویزی دور میں جماعت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ پوری قیادت سپاہ صحابہ کی جیلوں میں ڈال دی گئی۔ لیکن سپاہ صحابہ چونکہ ایک فعال نظریاتی جماعت ہے....اسلئے پھر بھی ان نامساعد حالات میں اس کا وجود باقی رہا۔ اس کا سہرا بھی

آپ کے سَر پر ہے کہ جنہوں نے اس اہم اور نازک موقع پر جماعت کی باگ دوڑ سنبھالی اور تمام حکومتی اجلاسوں میں جماعت کی نمائندگی کا حق ادا کیا اور مثبت کردار ادا کیا۔ کہیں بھی ذرا برابر بھی آپ نے جماعتی قیادت کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔

لیکن اب قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے! اُدھر جماعت پر پابندی لگی اِدھر آپ کی صحت بھی جواب دے گئی۔ لیکن اس کے باوجود ابھی بھی مشن جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکمیل کیلئے سرگرم عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس تمام سعی کو قبول فرمائے اور آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔.....آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

CERTIFICATE OF REGISTRATION

(ACT, XXI OF 1860)

No. RP/1328 OF 19 85. 19 86.

I hereby certify that ANJUMAN SPAH-E-SOHABA (PAKISTAN)
ANJUMAN SPAH-E-SOHABA (PAKISTAN)

MOHALLAH PEPLIAN WALA JHANG SADAR.
M O HALLAH PEPLIAN WALA JHANG SADAR.

has this day been duly registered under the Societies Registration Act, XXI of 1860.

Given under my hand at Lahore

this 21st *day of* January 1986.

(One thousand nine hundred and eighty six *).*

Fee : Rs. 100.00 (Rupees One hundred only).

REGISTRAR JOINT STOCK COMPANIES ★ PUNJAB ★

(ZAHUR AHMAD LUTHER)
Assistant Registrar
Joint Stock Companies
Punjab, Lahore.

No. RP/799-P/S/86/352
Dated 21-1-86

☆ ......انجمن سپاہ صحابہ کی گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے رجسٹریشن کا عکس

حق نواز .... کون حق نواز؟

- امام سنی انقلاب، پاسبانِ ناموسِ رسالت وصحابہؓ، فدائے عفت امی عائشہؓ، ...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- مصائب ومشکلات کے سمندر کو عبور کر کے جرأت واستقامت پیش کرنے والے...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- مقدمات، گرفتاریوں اور دھمکیوں کے باوجود ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ پر گامزن رہنے والے...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- دنیا کے گوشے گوشے میں، گلی گلی، قریہ قریہ، بستی بستی، تحفظ ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آواز پہنچانے والے...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- مسجد کے محراب سے حکمرانوں کے ایوانوں اور عدالت کے کٹہروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کے دیپ جلانے والے......
علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبلؒ کے افکار کے وارث...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ علی ہجویریؒ کی تعلیمات کے پیکر...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مشن کے علمبردار......
علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے افکار کے ترجمان...... علامہ حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

امیرِ عزیمت پبلیکیشنز
جامعہ شہانیہ، سیٹلائٹ ٹاؤن، جھنگ
0321-6501747 - 0332-6285630